یعنی دس کتابوں کا مجموعہ

جو تصوف و سلوک، تزکیۂ نفس اور اصلاحِ اخلاق میں
بے نظیر اور اس فن کی بنیادی اور مشہور کتابیں ہیں

○ ضیاء القلوب ○ فیصلہ ہفت مسئلہ ○ نالۂ امداد غریب
○ ارشاد مرشد ○ جہاد اکبر ○ غذائے روح ○ درد غمناک
○ مثنوی تحفۃ العشاق ○ گلزار معرفت ○ وحدۃ الوجود.

مُصنّفہ

سیّدُ الطائفہ حضرت حاجی اِمدادُ اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

دارُ الاشاعت

اردو بازار کراچی ۱ ۔ فون ۲۶۳۱۸۶۱
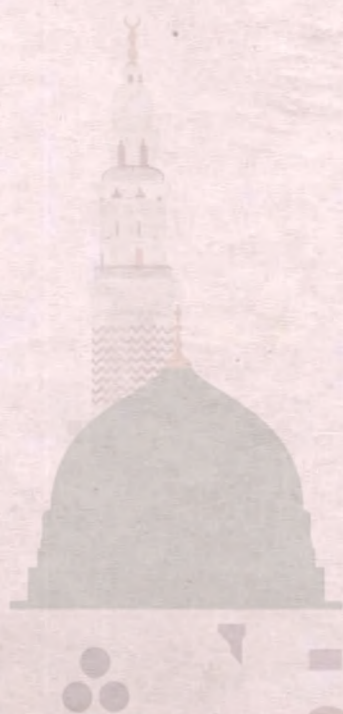
وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط

٭

کُلّیاتِ اِمدادیہ

یعنی دس کتابوں کا مجموعہ

۱:- ضیاء القلوب	۲:- فیصلہ ہفت مسئلہ	۳:- نالۂ امداد غریب
۴:- ارشاد مرشد	۵:- جہاد اکبر	۶:- مثنوی تحفۃ العشاق
۷:- غذائے روح	۸:- دردِ غمناک	۹:- گلزارِ معرفت
	۱۰:- وحدۃ الوجود	

جو تصوف و سلوک، تزکیۂ نفس اور اصلاحِ اخلاق میں
بے نظیر اور اس فن کی بنیادی اور مشہور کتابیں ہیں۔

مُصَنّفَہ

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح

ناشر

دَارُالاشَاعَت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

کتاب اور اس کے مصنف کا مختصر تعارف

از بندہ محمد رضی عثمانی رح

ہندوپاک کے مرشد کامل اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح ان عظیم ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے برصغیر ہندوپاک میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جس کی مثال مشکل ہے۔ اور آج برصغیر میں جو کچھ مسلمانوں میں اسلام باقی ہے۔ وہ انہی کا مرہون منت ہے۔ آپنے ایک طرف تو دین ومذہب اور شریعت وطریقت کی شمع روشن فرمائی اور دوسری طرف جہاد بالسیف کے لیئے عملاً میدان جہاد میں شریک ہوئے۔ اور ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کے خلاف شاملی ضلع مظفر نگر کے محاذ پر جہاد کرکے اسلام کا علم بلند فرمایا۔

آپ کی ولادت ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ بروز دوشنبہ بمقام قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور یوپی میں ہوئی۔ لیکن آپ کا آبائی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے۔

آپ کے والد نے امداد حسین اور تاریخی نام ظفر احمد رکھا۔ اور شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رح نواسہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رح نے آپکو امداد اللہ کا لقب عطا فرمایا۔

آپ تعلیم کے لیئے سولہ سال کی عمر میں مولانا مملوک العلی صاحب کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے۔ اور وہاں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل فرمائی۔ اگرچہ حاجی صاحب رح کا ظاہری علم بہت زیادہ نہ تھا لیکن باطنی علوم کی وجہ سے کیونکہ آپکو علم لدنی سے نوازا گیا تھا۔ بڑے بڑے اور عظیم الشان مسائل حل فرمادیا کرتے تھے۔ آپکا روحانی مقام اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ ہندوستان کے تقریباً سب بڑے بڑے علماء اور صلحاء آپ کے مرید اور خلفاء ہوئے مثلاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رح مولانا ذوالفقار علی صاحب۔ مولانا اشرف علی تھانوی رح وغیرہ جن لوگوں نے بعد میں اپنے اپنے طرز پر اسلام کی وہ عظیم الشان خدمات انجام دیں جن کی مثال دنیا پیش نہیں کرسکتی۔ جنگ آزادی کے بعد جب ہندوستان میں مسلمان شرفاء کا رہنا مشکل ہوگیا تو آپ نے مکہ معظمہ کی ہجرت منظور فرمائی اور ۱۲۷۶ھ میں مکہ معظمہ ہجرت فرماگئے۔ اور وہیں چوارسی سال کی عمر میں وفات پائی ۱۲۔ یا ۱۳ جمادی الاخر ۱۳۱۷ھ بروز بدھ اپنے مالک حقیقی سے جاملے آپکا مزار جنت المعلی میں حضرت خدیجہ الکبری رض سے کچھ فاصلے پر مولانا رحمت اللہ کیرانوی رح کے پہلو میں ہے آپکی تصانیف میں سے سب سے عظیم کارنامہ تو مثنوی مولانا روم پر فارسی زبان میں حواشی لکھنے کا ہے۔ جسکی خوبیوں سے سب اہل علم واقف ہیں ان کے علاوہ آپکی دس تصانیف کا مجموعہ بنام کلیاتِ امدادیہ عوام وخواص میں مقبول ومشہور ہوچکی ہے۔ اب تک شائع شدہ نسخوں میں غلطیاں بہت تھیں اور طباعت بھی بہت ناقص تھی اور عرصہ سے یہ کتاب نایاب ہوگئی تھی اسلیئے بنام خدائے تعالیٰ دارالاشاعت کراچی سے اسکا جدید عکسی ایڈیشن تصحیح واصلاح کے بعد شائع کیا جارہا ہے۔ اور ابتداء کتاب میں تمام تصانیف کی یکجائی اور مکمل فہرست مضامین کا اضافہ بھی کردیا گیا ہے جسکی وجہ سے انشاءاللہ تعالیٰ کتاب مفید سے مفید تر ہوجائیگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائیں۔ اور اس کو ذخیرۂ آخرت بنائیں آمین۔ فقط۔

بندہ محمد رضی عثمانی

۴ محرم ۱۳۹۷ھ — ۲۵ دسمبر ۱۹۷۶ء

لہ یہ حالات امداد المشتاق صفحہ نمبر ۴ از مولانا اشرف علی تھانوی رح اور حیات امداد از پروفیسر محمد انوار الحسن سے لے گئے ہیں جو حضرات تفصیلی حالات دیکھنا چاہیں ان کتب کے علاوہ شمائم امدادیہ وغیرہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (فقط محمد رضی عثمانی ناشر)

مکمل فہرست مضامین کلیات امدادیہ

طبع اول از دارالاشاعت کراچی ع ۱
جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ
جون ۱۹۷۷ء

PRINTED AT : TANVEER PROCESS LIAQUATABAD KARACHI. PHONE : 416729

ابتدائیہ از مصنف رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعریف کے تمام مرتبے اس یکتا کیواسطے مخصوص ہیں جس کو تمام موجودات پوجتے ہیں اور جو اپنے وجود میں قیدوں سے آزاد ہے اور بڑے مرتبہ والا ہے اور ہر شان کی نعمت ان محترم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے ہے جو دنیا کے وجود کا سبب اور خدا کے سچے قائمقام ہیں خدا ان پر اور ان کے متعلقین اور دوستوں پر باران رحمت کی بارش کرے۔ یہ مذہبی فرض ادا کرنے کے بعد جناب تقدس مآب جمع الفضائل والمناقب صاحب الشریعۃ والطریقۃ مولنا ومرشدنا وہادینا میاں جیو نور محمد جھنجھانوی چشتی قدس سرہٗ کا ایک ادنیٰ خادم اور ان کی درگاہِ اقدس کا ایک کمترین خاکروب امداد اللہ فاروقی چشتی باادب عرض کرتا ہے۔ کہ میرے بعض مخلصین دیاران طریقت علی الخصوص میرے عزیز حافظ محمد یوسف نے جو امام العاشقین عارف باللہ کامل اکمل حضرت حافظ محمد ضامن[1] شہید فاروقی چشتی کے لختِ جگر ہیں۔ باصرار کہا اور تحریک کی کہ خاندانِ چشتیہ صابریہ قدوسیہ جن اشغال میں مشغول ہوئے تھے۔ اور جو اذکار ومراقبات اُن کے معمول بہا تھے ان کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کر دیجئے۔ جس پر عمل کیا جائے۔ اور آئندہ کام آئے کیونکہ آپ کے حرم محترم کی جاروب کشی کی وجہ سے ہمارے اور آپ کے درمیان جدائی کی ایک بہت وسیع خلیج ہوگئی ہے۔ کجا آپ کہ حرمین شریفین کی خدمت کر رہے ہیں اور کجا ہم کہ ہندوستان میں پڑے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں تعلیم وتعلم بغیر کتابی صورت کے نہیں ہوسکتی ہے۔ اگرچہ اس کمترین اور نالایق کی کم لیاقتی اس ارشاد کے پورا کرنے سے مانع ہوتی تھی لیکن ان حضرات کے غیر معمولی اصرار سے روتابی کا کوئی موقع نہیں دیکھا اور درگاہِ احدیت سے اعانت کا خواستگار ہوا۔ اور بحکم الٰہی اس کی کتابت پر مامور کیا۔ (کیونکہ عادت الٰہی یونہی ہے کہ جس شخص سے لوگوں کو عقیدت ہوتی ہے اس کے زبان وقلم سے لوگوں کو فائدہ ضرور پہنچتا ہے،) اسوجہ سے مجھ کو اپنے خاندان کے اکابرین اور پیر ومرشد سے جو کچھ سلسلہ چشتیہ قادریہ نقشبندیہ کے اذکار واشغال کے متعلق واقفیتیں حاصل ہوئی ہیں۔ ان کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کرتا ہوں شاید میری یہ کوشش بارآور ہو اور جن حضرات کے اصرار نے مجھ کو مجبور کیا ہے ان کو معتد بہ فائدہ اور جو مقصود اس اصرار کا تھا حاصل ہو واللہ یھدی من یشاء[2] الی صراط مستقیم۔ اب معلوم کرنا چاہئے کہ چونکہ قادریہ حضرات ومشائخ چشتیہ میں بہت بڑا نسبتی اتحاد ہے اسوجہ سے ان دونوں کے اشغال واذکار تقریباً ایک دوسرے سے مخلوط ہوگئے ہیں اور امتیازی فرق فنا ہوگیا یہانتک کہ ایک دوسرے کے مخصوص اشغال واذکار میں مشغول ہوتا ہے اور چونکہ مقصود اور مراد دونوں کی متحد ہے اس واسطے میں بھی دونوں سلسلوں کے اذکار مخلوط لکھتا ہوں اور سمجھدار پر فرق اور امتیاز خود ظاہر ہوجائیگا۔ اور اس کا نام ضیاء[3] القلوب رکھا واللہ ولی التوفیق

---

[1] خلیفہ خاص حضرت مرشدؒ۔ [2] اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے [3] ۱۲۸۲ھ نام تاریخی مرغوب دل

مقدمہ

جان تو رخدا تیری طریقہ سلوک میں مدد کرے) اگر کبھی سالک کو خدا کی راہ پر چلنے اور اس کے صراط مستقیم پر گامزنی کی توفیق دی جاتی ہے تو اس کا قلب انوار ہدایت سے منور کر دیا جاتا ہے۔ اور ضلالت اور گمراہی سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ یھدی اللّٰہ لنورہٖ من یشاء اس نور کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے دل میں دنیا کی طرف سے نفرت اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور اپنے معاصی کو یاد کر کے عنان استغفار ہاتھ میں لے کر غفور رحیم و قبلہ حاجات کی طرف رجوع کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت کامیابی اور فوز مرام بغیر کسی مرشد کامل کی درگاہ کے جبہ سائی کے حاصل نہیں ہو سکتا ہے تو اسکو بھی چاہئے کہ کسی جامع شریعت و طریقت کی غلامی کا فخر حاصل کرے تا شیطانی وساوس و ہوائے نفسانی سے اسکے التفات اور توجہ سے محفوظ رہ سکے اور اپنے امراض باطنی کے لئے اسی حکیم صادق کے بتائے ہوئے نسخے کو استعمال کرے کیونکہ جب تک کہ اندرونی امراض (حسد، بخل، غرور، کینہ ریا وغیرہ) کا انسداد نہ ہو جائے گا۔ اور ان کی جگہ اوصاف حمیدہ (علم، حلم، سخاوت، خاکساری، تحقیر نفس، کم خوری، کم آرام طلبی، کم گفتگو وغیرہ) نہ پیدا ہونگے اسوقت تک وصول الی اللہ نہیں ہو سکتا۔ انھیں ضرورتوں کو مدِ نظر رکھ کر کسی مرشد کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنا ضروری کر دیا گیا ہے۔ جناب باری نے ایک جگہ فرمایا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[۱] دوسری جگہ فرماتا ہے وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ[۲] ان دونوں آیتوں میں صیغہ امر مستعمل ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم وجوبی حکم ہے نیز بیعت کرنا اور کسی مرشدِ کامل کی غاشیہ برداری ایک ایسا فعل ہے جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف بھی منسوب ہے کلام اللہ میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ[۳] ایضاً اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ[۴] جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ[۵] الحدیث و نیز پیشوایان اسلام کا ارشاد کہ جو شخص رب العلمین کی ہمنشینی کرنا چاہتا ہے اس کو حضرات متصوفین کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔ اور چونکہ شیوخ قوم نائبین رسول ہیں اس لئے اُن کی

---

[۱] اے مسلمانو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو ۱۲ ؛ [۲] جس کا میلان میری طرف ہو اس کی اتباع کرو ۱۲ ؛ [۳] اے محمدؐ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ در اصل خدا کی بیعت کرتے ہیں [۴] جب درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے ۱۲ شبیر [۵] شیخ قبیلہ اپنی قوم میں ایسا ہی ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں ۱۲ شبیر۔

خدمت ضروری ہے۔
بنابریں جو شخص اپنے تمام وقت کو خدمت میں شیخ کامل کے صرف کردیگا اور اپنے نفس کا اختیار کلّی اس کو دیدیگا اس کے متعلق امید قوی ہے کہ ضرور مقصود حاصل ہوجائے۔ تنبیہ اس وقت ہم طریق سلوک مجمل اور مختصر تحریر کرتے ہیں چونکہ ہر مرض کا علاج جداگانہ ہے اسی وجہ سے امراض قلبی میں طبیب حاذق یعنی شیخ وقت ہر مریض کو علیحدہ علیحدہ دوا تعلیم فرماتا ہے۔
بنابریں سلوک کے طریقے لاتعداد ہوگئے ہیں ان سب میں تین راستے بہت قریب کے ہیں۔

پہلا طریقہ صلحاء و اخیار کا ہے

جس میں تمام شرعی فرائض روزہ، نماز، تلاوت قرآن مجید، جہاد، حج کو پورا کرنا پڑتا ہے اس طریقہ میں منزل مقصود تک پہنچنے میں دیر ہوتی ہے

دوسرا طریقہ مجاہدات و ریاضت کرنیوالوں کا ہے

اس میں تمام اخلاقی غلطیوں کو اچھائیوں سے اور تمام کجرویوں کو اخلاق حمیدہ سے بدل دیتے ہیں۔ اس راہ میں اکثر فائز المرام ہوتے ہیں۔

تیسرا طریقہ اصحاب شطاریہ کا ہے

یہ تمام علائق دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور انسانی صحبتوں سے جدا رہتے ہیں ان کا مطمع نظر سوائے درود اشتیاق ذکر و شکر کے کچھ نہیں ہے ان کے نقطۂ نظر سے کشف، و کرامات مستحسن نہیں ہیں اور اپنے وقت کو موتو قبل ان تموتوا[۵] کی استقامت میں صرف کرتے ہیں۔ یہ طریقہ پہلے دو طریقوں سے زائد جلد مقصد تک پہنچا دیتا ہے اس طریقہ میں کامیابی کے ذرائع دس[۱۰] ہیں

اوّل توبہ یعنی کوئی مطلوب سوائے خدا کے نہ ہو جیسا کہ موت کیوقت ہوجاتا ہے۔ **دوسرے** زہد یعنی دنیا و مافیہا سے کچھ تعلق نہ رکھے جیسا کہ موت کیوقت ہوجاتا ہے۔ **تیسرے** توکل یعنی اسباب ظاہریہ کو ترک کردے جیسا کہ موت کیوقت کرتا ہے **چوتھے** قناعت یعنی جیسا کہ موت کیوقت نفسانی اور شہوانی خواہشوں کو ترک کر دیتا ہے **پانچویں** عزلت یعنی لوگوں سے کنارہ کشی اور انقطاع کرے جیسا کہ موت کیوقت کرتا ہے **چھٹے** توجہ یعنی جسطرح موت کیوقت خدا ہی کیطرف توجہ اور اسکے اغراض متعلق ہوتے ہیں کرے **ساتویں** صبر یعنی تمام نفسانی لذات کو چھوڑ دے جیسا کہ موت کیوقت ہوتا ہے **آٹھویں** رضا یعنی اپنے نفس کی رضامندی چھوڑ دے اور اللہ کی رضامندی پر رضامند رہے اور اسی کے ازلی احکام کا پابند ہوجائے جیسا کہ موت کیوقت ہوجاتا ہے **نویں** ذکر یعنی اللہ کے ذکر کے سوا تمام اذکار کو ترک کردے جیسا کہ موت کیوقت ہوتا ہے **دسویں**

---

[۵] مرنے کے قبل اپنے کو مرا ہوا سمجھو ۱۲

مراقبہ یعنی اپنی تمام قوت و اختیار کو چھوڑ دے جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے پس ہر طالب کو چاہیئے کہ پہلے اتباع شیخ سے تمام بد اخلاقیوں سے کہ لوازم مادیت سے ہیں اپنے کو محفوظ رکھے اور اپنے کو کمالات و محاسن کا جامع بنائے اور دل میں سوائے خدا کے کسی کے خیال کو جگہ نہ دے۔

فصل طریقہ بیعت میں

پیر کو چاہیئے کہ جس وقت بیعت لینے لگے اپنے سامنے مرید کو با ادب بٹھائے اور خطبہ ذیل پڑھنا شروع کرے الحمد للّٰہ[1] نحمدہ سے انما یبایعون اللّٰہ تک پڑھکر اپنا ہاتھ مرید کے ہاتھ پر رکھدے اور پھر خود ید اللّٰہ فوق ایدیھم[2] سے بارک اللّٰہ لنا و لکم تک پڑھے اگر مرید ہونیوالی عورت ہو تو بجائے طریقہ مذکورہ کے رومال یا چادر یا پگڑی کا ایک گوشہ اسکے ہاتھ میں دیدے اور ہر مرید سے یہ کہلانا چاہیئے کہ میں تمام ان دینوں سے جو شرک و کفر کے حامل ہیں اظہار بیزاری کرتا ہوں اور اللّٰہ اور اسکے سچے رسول[صلعم] پر ایمان لاتا ہوں اور دین اسلام کو اپنا دستور العمل بناتا ہوں اور اپنے گناہوں پر اظہار شرمندگی کرتا ہوں اور ایسے پرہیز کا عہد کرتا ہوں اور محض خدا کی رضا مندی کیلئے دنیا اور اسکے لذات کو ترک کرتا ہوں اسکے بعد پڑھے رضیت باللّٰہ الخ[3] اسکے بعد کلمہ شہادت پڑھے اور کہے کہ میں نے فلاں ابن فلاں پیر کے ہاتھ پر فلاں سلسلہ میں بیعت کی اور دعا کرے بار الٰہا اس سلسلہ کے مقدس حضرات سے مجھ کو برکت اور فیض حاصل کرنیدے اور قیامت کیدن مجھ کو انہیں کیساتھ اٹھا اسکے بعد پیر کو مرید کی حیثیت دیکھ کر طریقہ ذکر تعلیم کرنا چاہیئے اور پیر کو چاہیئے کہ سلوک طریقت کے آداب اسکو تعلیم کرے اور اس پر نظر التفات رکھے اور اسکے گوش گذار کردے کہ اپنے مقصد میں کامیابی بغیر پابندی شرع کے نہیں ہوسکتی اسواسطے احکام شرع کی پابندی ضروری ہے اور اس کے عقائد کی اصلاح کرے اور بتادے جو مکاشفہ خلاف شرع ظاہر ہو وہ قابل اعتبار نہیں ہے اور محرمات سے اجتناب اور کبائر سے پرہیز کی تاکید کرے اور بتادے کہ تمام اشتغال پر احکام شرعی مقدم ہیں۔

---

[1] سب تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہم خدا کیواسطے پناہ مانگتے اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے گناہوں کی برائیوں سے کیوں کہ جس کو خدا ہدایت دیتا ہے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو خدا گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی رہبر نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللّٰہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ فرد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے نیز اس کی گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ خدا کے رسول اور اس کے بندے ہیں مسلمانو ایمان لاؤ اور خدا تک رسائی کے وسائل بہم پہنچاؤ اور جہاد کرو خدا کی راہ میں یقیناً تم فلاح پاؤ گے اے محمدؐ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں ۱۲ [2] خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے جو شخص بیعت توڑیگا اس کا نقصان اس کو خود برداشت کرنا پڑے گا۔ اور جو خدا کے عہد کو پورا کریگا اسکو بڑا اجر دیا جائیگا۔ اللّٰہ ہم سبکو نفع دے اور بیعت مبارک کرے ۱۲ [3] خدا کو اس کے پروردگار ہونے اور اسلام کو دین متین ہونے اور محمدؐ کو رسول ہونے کی وجہ سے پسند کرتا ہوں ۱۲

[1] اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔

[2] یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا وَنَفَعَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ بَارَکَ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ۔

[3] رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

باب ۱ حضرات چشتیہ کے اذکار و اشغال و مراقبات کے تفصیلی حالات

پہلی فصل

ذکر تلقین میں پیر کو چاہیئے کہ ارواح مشائخ کے فاتحہ اور ادائے ختم کے بعد متواتر تین روزوں کا حکم دے اور کہے کہ ان ایام میں کلمہ طیبہ اور استغفار درود شریف کی کثرت کرو اور تیسرے دن آخر شب یا نماز فجر یا نماز عصر کے بعد میرے پاس آؤ اور جب وہ حاضر ہو جائے تو اس کو خلوت میں لیجائے جس میں اس کے مرید کے سوا کوئی نہ ہو اور اسکو دو زانو مؤدب بٹھائے اور پہلے اس کی طرف توجہ کرے تاکہ اس کا ذہن بآسانی اذکار و اشغال کو قبول کر سکے۔

اور توجہ کا طریقہ یہ ہے۔ کہ مرشد پہلے خود تمام خیالات سے خالی ہو جائے اور پھر اپنے دل کو اس کے دل کے مقابل کرے اور خدا کے اسم ذات کی ضرب اس کے دل پر لگائے اور یہ خیال کرے کہ موجودہ ذکر کی کیفیت میری وجہ سے اس کو حاصل ہو رہی ہے اور یہ ذکر اس کے دل میں سرایت کر رہا ہے اور یہ ضرب میں ایک سو ایکبار ہونا چاہیئے تاکہ شوق اور ذکر کی حرارت اس کے قلب پر اثر کرے اور اس کا قلب ذکر سے حرکت کرنے لگے بعد ازیں جو ذکر اس کی حیثیت کے مطابق ہو اس کو دینا چاہیئے اور مرید کو مرشد کے بتائے ہوئے اشغال میں مشغول ہونا اور باطنی اسرار کو چھپانا چاہیئے تاکہ انوار و اسرار اس کو حاصل ہو جائیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے۔

کہ دعاؤں اور اذکار کو ایکبار مرشد پڑھ جائے اور مرید سنتا رہے یہ عمل تین بار ہونا چاہیئے اس کے بعد مرشد کہے کہ جو کچھ مجھ کو اپنے شیوخ سے حاصل ہوا ہے تجھ کو دے دیا اور مرید کہے کہ میں نے قبول کیا اس کے بعد کسی ایسے تنگ و تاریک حجرے میں رہنے کی تعلیم دے جسکی وسعت صرف لیٹنے اور کھڑے ہونیکو کافی ہو اور شور و غل کی اس میں آواز نہ آتی ہو۔ مرید کو چاہیئے کہ اس حجرے میں پاک و صاف ہو کر داخل ہو اور چار زانو اس طرح بیٹھے کہ اس کی پیٹھ میں کوئی کجی نہ ہو اور آنکھیں بند کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے تاکہ اللہ کے نام کا نقش پیدا ہو جائے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے رگ کیماس (ایک رگ ہے جو بائیں گھٹنے کے اندر ہے اور قلب سے تعلق رکھتی ہے اسکی تحریک و حرارت قلب پر اثر کرتی ہے) کو دبائے اس کے بعد خشوع و خضوع و حضورِ قلب سے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ الخ پڑھے اس کے بعد محاسبہ اور مجاہدہ کے طریقے سے ذکر میں لگا اور بلا حظہ اور واسطہ کے ساتھ بہت توجہ اور قوت و شدت جہریہ یا خفیہ سے جس سے اس کو ذوق و انبساط پیدا ہوا ہو اور لذتِ ذکر سے بے خودی ہو مشغول

ـــــ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ

ہونا چاہئے۔ اور اگر کبھی غیر خدا کا خیال آئے تو دیدار شیخ سے اس کا انسداد کرے اور بدستور شغل میں مشغول ہو جائے تاکہ خطرات اور وساوس جو انسانیت کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں دفع ہو جائیں اور قلب کی صفائی اور تزکیہ نفس حاصل ہو جائے تاکہ اس ذکر کا اثر اس کے تمام اعضاء اور رگوں میں ظاہر ہو جائے اور مکاشفات انوار غیبی کا مظہر بنے اور حقائق اشیاء اس پر منکشف ہو جائیں اور عالم ارواح سے ملاقات اور ذکر حقیقی و شہود حق حاصل ہو جائے۔

فائدہ جب ذکر کرنے والا ذکر میں ایسا کمال حاصل کرے کہ اس کی قلبی حرکت کا احساس اس کے دل کی زبان سے ہو سکے تو وہ حرکت قلبی تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اور اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ پہلے[1] کوئی عضو ایسی حرکت کرنے لگتا ہے کہ جو قلب کے لئے مخصوص ہے اور اس کے بعد کبھی کبھی ہاتھ اور کبھی پاؤں کبھی سر بلا تحریک حرکت کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ دنیا اسکو متحرک نظر آنے لگتی ہے ذکر کا نور جب حرکت کرتا ہے۔ تو تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور تھوڑی مدت میں تمام جسم کو گھیر لیتا ہے اور اس ذکر کی وجہ سے اس پر مختلف انکشافات ہوتے ہیں اور عجیب عجیب قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں وہ کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے اور کبھی متحیر و پریشان ہو جاتا ہے مرید کو چاہئے ایسی حالت میں کسی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ذکر و فکر میں مشغول رہے اور اگر خدا کی مدد شامل ہوئی تو کبھی اپنے تمام جسم کو ذاکر پائے گا۔ اور تمام اعضاء قلب کے ہم سر ہو جائیں گے اس ذکر میں ذاکر تمام اعضاء کا ذکر سنتا ہے۔

ایک فرقہ کا خیال ہے کہ ذکر کی کثرت کی صورت میں ذاکر خود اور دوسرے لوگ بھی ذکر کی آواز سنتے ہیں۔ بالکل بے بنیاد اور لا اصل ہے کیونکہ ہر ذاکر بھی ذکر کی آواز کو نہیں سن سکتا ہے بلکہ اسی ذاکر میں سننے کی طاقت ہے جو سالک ہو اس ذکر کو اصطلاح صوفیہ میں سلطان الاذکار کہتے ہیں۔

ذکر کا بیان

ابتدائے کتاب سے اس وقت تک متعدد مرتبہ لفظ ذکر استعمال کیا جا چکا ہے لیکن ابتک یہ نہیں بتایا گیا کہ ذکر کیا ہے۔ ذکر اصطلاح صوفیہ میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان خدا کی یاد میں تمام غیر خدا کو بھول جائے اور حضور قلب سے خدا کی نزدیکی اور معیت حاصل کرے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔ انا مع عبدی[2] الخ

---

[1] ذاکر کو چاہئے کہ اس غیر اختیاری حرکت پر متوجہ نہ ہو بلکہ اپنے التفات کو قلب ہی کی طرف رکھے ۱۲

[2] جب میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں میں اس کیساتھ ہو جاتا ہوں اور جو مجھ کو یاد کرتا ہے میں اس کا ہمنشین اور جلیس ہوں ۱۲

ع۔ ۵ اَنَا مَعَ عَبْدِی اِذَا ذَکَرَنِی وَتَحَرَّکَتْ بِی شَفَتَاہُ وَ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِی۔

اور بحکم سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا[۱] پوری توجہ سے یادِ الٰہی میں اس طرح منہمک ہوجائے کہ اپنے نفس سے بالکل بےخبر ہوجائے اور اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ الخ[۲] کے زمرہ میں داخل ہوجائے اور ذکر اسکی زندگی ہوجائے جاننا چاہئے کہ ذکر کی بہت سی قسمیں ہیں لیکن مقصود ذکر سے مطلوب کا حاصل ہوجانا ہے تو جس عمل سے یہ فائدہ حاصل ہوجائے وہی ذکر کہا جاسکتا ہے خواہ وہ نماز روزہ ہو یا درود شریف اور دعائیں ہوں لیکن یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ ذاکر اپنے کو مٹا نہ دے طالبِ خدا اس کے ذکر میں اس طرح منہمک ہوجائے کہ اپنے کو اور تمام غیر اللہ کو بھول جائے۔ جب طالب اس درجہ تک پہنچ جائے گا۔ تو اخلاقِ حسنہ یعنی زہد، توکل، گوشہ نشینی، قناعت، صبر، تسلیم و رضا خود بخود حاصل ہوجائیں گے، اور اس پر انوارِ الٰہیہ کی اس قدر تجلیاں ہوں گی کہ اس کے حواس خمسہ مغلوب اور مستور ہوجائیں گے۔ اور ذکر و ذاکر دونوں فنا ہوجائیں گے اور صرف مذکور یعنی اللہ ہی رہجائیگا شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ[۳] چونکہ حدیث میں اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[۴] آیا ہے اس واسطے اکثر مشائخ بھی اسی ذکر کی تعلیم دیتے ہیں اب ہم ذکر کے چند مراتب لکھتے ہیں

مراتب ذکر کے بیان میں

ذکر کی چار قسمیں ہیں اوّل ناسوتی جیسے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے ملکوتی جیسے اِلَّا اللّٰہُ تیسرے جبروتی جیسے اللّٰہ چوتھے لاہوتی جیسے ھُو ھُو اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ زبان کے ذکر کو ناسوتی اور دل کے ذکر کو ملکوتی اور روح کے ذکر کو جبروتی اور ذکر سر کو لاہوتی اور ذکر زبان کو جسمی اور فکر کے ذکر کو نفسی اور مراقبہ کو ذکر دلی اور مشاہدے کو ذکر روحی اور معائنہ کو ذکر سری کہتے ہیں۔

فائدہ۔ ذاکر چاہئے کہ اس ذکر میں لَا اِلٰہَ کہتے وقت تمام چیزوں کی نفی کردے اور الا اللہ کہتے وقت تمام اعضائے جسم کو قائم کردے۔

فصل ذکر جہر نفی و اثبات اور اسم ذات کے بیان میں مع ان بارہ تسبیحوں کے جو حضرات چشتیہ کی معمول ہیں ان بارہ تسبیحوں کے ذکر کا یہ طریقہ ہے کہ تہجد کی بارہ رکعتیں چھ سلاموں سے پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور نہایت خشوع و خضوع سے تین یا پانچ یا سات بار

---

۱ خدا کی صبح و شام تسبیح کرو ۱۲ ۲ جو خدا کو اٹھتے بیٹھتے یاد کرتے ہیں ۳ خدا نے گواہی دی ہے کہ معبود سوائے اس کے کوئی نہیں ۴ چونکہ حدیث میں ہے افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ (سب ذکروں میں لا الٰہ الا اللہ کا ذکر افضل ہے)

ع ۲ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ ط

ہاتھ اٹھا کر اَللّٰھُمَّ طَہِّرْ قَلْبِی [۱] الخ پڑھے اور توبہ و استغفار کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ [۲] الخ اکیس بار پڑھ کر درود اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ [۳] الخ تین بار عروج و نزول کے طریقے پر پڑھے اور چار زانو بیٹھ جائے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے پاس والی انگلی سے رگِ کیماس [۴] کو مضبوط پکڑے اور اپنے دونوں ہاتھ زانو پر رکھدے اور قبلہ رو ہو جائے اور الا اللہ کہتے وقت کلمہ شہادت کی انگلی اٹھاوے اور الا اللہ کہتے وقت انگلی رکھدے اور اپنے کو ساکن و مطمئن رکھے اور خلوص نیت اور خوش الحانی سے اعوذ اور بسم اللہ کہکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ [۵] تین بار اور کلمہ شہادت ایک بار پڑھے اور اس کے بعد سر کو اتنا جھکائے کہ پیشانی بائیں گھٹنے سے بالکل قریب ہو جائے اور وہاں پہنچنے کے بعد لا الہ کہتا ہوا سر کو داہنے گھٹنے کے قریب لائے اور زمین ضرب ایک ہی سانس میں لگائے اور سر کو پیٹھ کی طرف یہ خیال کر کے جھکائے کہ میں نے ماسوائے اللہ کو پس پشت ڈال دیا اور سانس توڑ کر الا اللہ کی ضرب پوری طاقت سے دل پر لگائے اور خیال کرے کہ میرا دل خدا کے عشق و محبت سے لبریز ہو گیا اور موقع نفی میں آنکھیں کھلی اور موقع اثبات میں بند رکھنا چاہئیں اسی طرح دو سو بار کہے اور اسکو چہار ضربی کہتے ہیں اور ہر دس کے بعد محمدٌ الرسول اللہ کہے لیکن مبتدی کو الا اللہ کہتے وقت لا معبود اور متوسط کو لا مقصود یا لا مطلوب اور کامل کو لا موجود اور ہمہ اوست کا تصور کرنا چاہئے اسکے بعد تھوڑی دیر مراقب خیال کرے کہ فیوضاتِ الٰہیہ مومن کے قلب میں ہر وقت حاصل ہوتے رہتے ہیں جاننا چاہئے کہ بائیں گھٹنے میں شیطانی خطرہ اور داہنے میں نفسانی خطرہ اور داہنے شانے میں ملکی خطرہ اور دل میں رحمانی خطرہ ہے پس بائیں گھٹنے پر لا الہ سے خطرہ رحمانی کا اثبات کرے اور مرید کے غیر عربی ہونے کی صورت میں اس کو اذکار و ادعیہ اس زبان میں تعلیم دینا چاہئے جسکو وہ سمجھ سکتا ہو۔

نفی و اثبات کا دوسرا طریقہ

ہر خطرہ اور ہر خیال کے علیحدہ علیحدہ نفی کرنے سے ایک گونہ باطنی تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے اس واسطے

---

[۱] اے اللہ اپنے غیر سے میرا دل پاک کردے اپنی معرفت کے نور سے میرا قلب روشن کردے ۱۲ [۲] اپنے گناہوں کی بخشش اس خدا سے چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ ثابت اور زندہ ہے ۱۲ [۳] صلوٰۃ و سلام ہو آپ پر اے خدا کے رسول خدا کے دوست اور اس کے نبی [۴] جو گھٹنے کے اندر کی طرف ہے [۵] کوئی معبود سوا خدا کے نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خدا کے رسول ہیں ۱۲ ۔

عہ اَللّٰھُمَّ طَہِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِکَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ عہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ سہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ۔

مرشد کو نفی کلی تعلیم دینا چاہئے تاکہ خطرات کی بالکلیہ نفی ہو جائے چنانچہ متاخرین اسی پر عمل پیرا ہیں کہ لا اِلٰہ میں لَا کو پوری طاقت سے کھینچکر اور لفظ اِلٰہ کو داہنے بازو تک لیجا کر سر کو پیٹھ کی طرف تھوڑا سا جھکا کر یہ خیال کرے کہ میں نے غیر سے اپنے دل کو پاک کر کے اس کو پس پشت ڈالدیا اور پھر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب بہت زور سے دل پر لگائے اور جو ملاحظات ذکر نفی و اثبات میں پہلے بیان کیئے گئے ہیں وہی یہاں بھی ملحوظ رکھے اور ذکر خداوندی کے سوا اور تمام ذکروں (ذکر جلس یا بغیر جلس ذکر جاروب ذکر ارّہ) میں چار زانو بیٹھتے ہیں اور ان ذکروں کے علاوہ اور ذکروں میں دو زانو بیٹھنا اولیٰ ہے۔

اثبات مجرّد کے ذکر کا طریقہ

ذاکر کو چاہیے اپنی کمر سیدھی کرے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر دو زانو بیٹھے اور اپنے سر کو داہنے شانے کی طرف لے جاکر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب دل پر لگائے اور لَا اِلٰہ کہتے وقت لَا موجود[۱] لیسَ مَعَہٗ غیرِی کا تصور کرے اسی طرح چار سو بار متواتر ضربیں لگائے پھر مثل سابق ایک بار کلمہ شہادت اور تین بار کلمہ طیبہ پڑھ کر تھوڑی دیر مراقبہ کرے اس ضرب کو اصطلاح صوفیہ میں ایک ضربی کہتے ہیں،

اسم ذات کے ذکر کا طریقہ

اس کے بعد قُلِ[۲] اللّٰہ ثُمَّ ذَرھُم کے مطابق اس طرح ذکر کرے کہ پہلے حرف لفظ اَللّٰہُ کی (ہ) کو پیش اور اس کے بعد لفظ اللّٰہ کی (ہ) کو جزم دے پھر دونوں آنکھیں بند کر کے سر داہنے شانے کی طرف لے جاکر اسمائے صفات اجابت کا تخیل کرے اور پہلے لفظ اللّٰہ کی ضرب لطیفہ[۳] روح پر لگائے دوسری لفظ اللّٰہ کی ضرب فضائے دل پر لگائے اور اس ذکر کو جسے اصطلاح میں ذکر اسم ذات دو ضربی کہتے ہیں چھ سو بار کرے مگر نو دفعہ اللّٰہ اللّٰہ اور دسویں مرتبہ[۴] اللّٰہُ حاضری اللّٰہُ ناظری اللّٰہُ معی میں سے کوئی اللّٰہ کہے مگر اس طرح کہ پہلے دن کے بعد اللّٰہ حاضِری اور دوسری میں اللّٰہ ناظری اور تیسری کے بعد اللّٰہ معی اور پھر ہر دس کے بعد اللّٰہ حاضری الخ عروج و

---

[۱] میرے سوا خدا کے پاس کوئی نہیں ہے [۲] اللّٰہ سمیع اللّٰہ بصیر اللّٰہ علیم ہے [۳] جو داہنے پستان کے نیچے ہے۔۱۲

[۴] اللّٰہ میرے پاس ہے اللّٰہ مجھ کو دیکھتا ہے اللّٰہ میرے ساتھ ہے ۱۲ شہید ع اللّٰہُ ناظِری اللّٰہُ مَعِیَ

نزول کے طریقہ پر پڑھے لیکن یہ ضروری ہے کہ اس ذکر کے معنی سمجھا جائے تاکہ ذکر با شوق اور اس میں لطف حاصل ہو اور سستی اور غفلت نہ پیدا ہونے پائے اس کے بعد پھر طریقہ بالا پر کلمۂ طیبہ تین بار اور کلمہ شہادت ایک بار پڑھے پھر سر کو داہنے شانے کی طرف جھکا کر لفظ اللہ کی ضرب متواتر قلب پر لگائے اور تین بار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور ایک ایک دفعہ کلمہ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھکر درود و استغفار گیارہ گیارہ بار پڑھے اور مشائخ سلسلہ کی ارواح پر حضورِ قلب سے ایصال[1] ثواب کرے اس کے بعد جتنی دیر چاہے مراقبہ[2] کرے اور جس[3] ذکر میں اس کو لطف آئے صبح تک مشغول رہے اور اگر ہو سکے تو نماز فجر کے بعد مرشد کی خدمت میں حاضر ہو ورنہ ذکر و شغل و مراقبہ میں مشغول ہو جائے یا اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ ذکر جہر یا مراقبہ میں حلقہ کر کے شریک ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ اِلَّا اللّٰہُ میں لفظ اللہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں اِلَّا اللّٰہُ کا اعادہ بڑی تعداد میں کرے اور ذکر کرنیکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرات طریقت کی ارواح مقدسہ کو ایصال ثواب کرے اور فاتحہ پڑھے اور نذر دے۔

نفی و اثبات کا اس ذکر کے علاوہ دوسرا طریقہ

بفحوائے اِنَّ فِیْ جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ[*] الخ چونکہ دل کو سات لطیف چیزوں سے مناسبت ہے اس وجہ سے نفی و اثبات کے ذکر کے بھی سات مرتبے تجویز کیے گئے اور ہر درجہ میں نفی و اثبات ہے پس ذکر زبانی (جو اجسام سے متعلق ہے) میں مرید کو اس طرح مشغول ہو جانا چاہیئے کہ سوائے ذکر کے اور کچھ نہ رہے اور کوئی سانس بغیر ذکر کے نہ نکلے جب سالک یہ حیثیت پیدا کر لیتا ہے تو عالم مادیت سے تجاوز کر کے مرتبہ لطیف پر پہنچ جاتا ہے مرید کو چاہیئے کہ اس ذکر یعنی لَآ اِلٰہَ کے ذکر و فکر میں اس درجہ منہمک ہو جائے کہ بجز اِلَّا اللّٰہُ کے اثبات کے تمام چیزوں کی نفی ہو جائے اگر سالک کو یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو وہ مرتبہ نفس سے خارج ہو کر دل کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور چونکہ دل کا ذکر اِلَّا اللّٰہُ ہے اسواسطے اسکو

[1] کیونکہ ایصال ثواب ایک ایسا عمل ہے جس سے میت کی روح خوش ہوتی ہے اس سے تعلق اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اس ایصال سے اس کا قلب فیوضات شیوخ کا مہبط ہو جائیگا جس سے اپنے مقصود میں کامیابی کی زائد توقع ہے ۱۲ شہید [2] مراقبہ اصطلاح صوفیہ میں اپنے قلب کو غیر خدا سے صاف و پاک رکھنے اور کسی غیر خدا کا دل میں خیال نہ لانے کو کہتے ہیں اور لغتاً محض گردن جھکا کر بیٹھنے کو کہتے ہیں ۱۲ [3] اگر ذاکر ذکر جہری سے گھبرا جائے تو ذکر خفی کرے اور اس میں بھی لطف نہ آئے تو اور ذکر میں مشغول ہو اگر اس سے بھی دل کو لطف نہ آوے تو مراقبہ کرے ۱۲ شہید

[*] اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ معی عن اِنَّ فِیْ جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ مُضْغَۃً وَفِی الْمُضْغَۃِ قَلْبٌ وَفِی الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَفِی الْفُؤَادِ رُوْحٌ وَفِی الرُّوْحِ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ نُوْرٌ وَفِی النُّوْرِ اَنَا۔

اِلَّا اللّٰہ کا تصور حضور قلب سے کرنا چاہئے اور اپنی ذات و صفات کو جناب باری کی ذات صفات کے ساتھ اس طرح مربوط کردے کہ اِلَّا اللّٰہ سے استثناء کی نفی[۵] ہو جائے جب سالک یہ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ تو مرتبہ دل سے متجاوز ہو کر مرتبہ روح پر پہنچ جاتا ہے اور چونکہ روح کا ذکر اسم کا ذکر ہے اس واسطے سالک کو چاہئے کہ اسم ذات کے ذکر میں اسطرح متوجہ ہو جائے کہ الف لام جو اللہ پر داخل ہے باقی نہ رہے اور صرف لفظ ہو رہ جائے اس مرتبہ پر پہنچنے پر سالک سراپا ذکر ہو جائے گا اور مرتبہ روح سے ترقی کرکے مرتبہ سر پر پہنچ جائے گا۔ اور اس کے بعد اس کو ہُو ہُو کے ذکر میں اسقدر منہمک ہو جانا چاہیئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے اور فنا در فنا کے یہی معنی ہیں اس حالت کے حاصل ہو جانے پر وہ سراپا نور ہو جائے گا۔ اور مرتبہ بی یسمع و بی یبصر (یعنی اس کو خدا کے ساتھ ایسا تعلق خاص ہو جاتا ہے کہ وہ خدا ہی کی آنکھ سے دیکھتا اور خدا ہی کے کان سے سنتا ہے حاصل ہو جائے گا۔ پھر وہ مرتبہ جس میں عبدیت و معبودیت کی حقیقت بے نقابانہ آشکارا ہو جاتی ہے یعنی مرتبہ عبدیت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔ اس کے بعد عبادت میں اس کو کما حقہ، مشغول ہونا چاہیے اور حفظ مراتب اور احکام شریعت کی بجا آوری کرے اور مسند ارشاد پر جلوہ گر ہو کر طالبانِ حق کے لئے راہنما ہو اور ایسی حالت پر اس کی ولایت[۱] اور مشیخت[۲] مسلم ہو جائے گی۔

فائدہ:۔ وصال محبوب ہونے میں جس قدر دیر ہوتی ہے اسی قدر آتش شوق میں التہاب اور خواہش وصل میں زیادتی ہوتی جاتی ہے اور جو شخص استقلال و مردانگی سے جدوجہد کرے گا اس کے متعلق خدا کے فضل و کرم سے ظفر مندی و کامیابی کی امید ہے۔

پاس[۳] انفاس کا طریقہ

انسان کو ہر سانس پر ہوشیار اور بیدار رہنا چاہئے اور بغیر پاسِ انفاس کی مدد کے انسان کا ان کدورتوں اور تاریکیوں سے ہرگز صاف نہیں ہو سکتا ہے اور پاس انفاس اصطلاحِ صوفیہ اس کو کہتے ہیں کہ سانس لینے اور

---

[۱] ولایت خدا ہی میں فنا ہونے اور اپنی بقا کو خدا کی بقا سے اور اپنے ظہور کو خدا کے ظہور سے حاصل کرنے کو کہتے ہیں ۱۲ [۲] عالم ملک اور عالم ملکوت میں خدا کے حکم سے تصرف کرنے اور اختیار پا جانے کو مشیخت کہتے ہیں اور مرتبہ مشیخت مرتبہ ولایت سے بالا ہے ۱۲ شہید [۳] پاس انفاس بہت سے طریقوں سے ہوتا ہے بعض لوگ ہر سانس میں اللہ اور بعض ہو الظاہر ہو الباطن یا حی یا قیوم اور بعض حق حق اور بعض یا ہو اور بعض ہو ہو کہتے ہیں لیکن مقصد یعنی وصول سب سے حاصل ہوتا ہے ۱۲ شہید [۵] یعنی نفی کا تصور اس کے ذہن سے جاتا رہے اور صرف اللہ ہی اللہ رہ جائے اور اسی خیال پر ہر وقت قائم رہے ۱۲ شہید

اور سانس باہر کرتے وقت جہر (یا سِر (چپکے سے یا بلند آواز سے) ذکر کرے اور سانس لیتے وقت اِلَّا اللّٰہ کہے صرف سانس سے اور سانس باہر آتے وقت لَآ اِلٰہَ کہے لیکن ذکر سری میں صرف سانس سے ذکر کرے اور سانس لیتے اور باہر کرتے وقت ناف کو دیکھے اور منہ بالکل بند رکھے اور زبان کو ادنیٰ حرکت بھی نہ دے اور اس قدر پابندی اور استقلال چاہیے کہ سانس خود بخود بلا ارادہ ذکر کرنے لگے۔

دوسرا طریقہ سانس باہر کرتے وقت لفظ اللہ کو سانس میں لائے اور سانس لیتے وقت **ھو** کو اندر لائے اور تصور کرے کہ ظاہر و باطن ہر جگہ اللہ ہی کا ظہور ہے اور ذکر کی اسقدر غیر معمولی زیادتی کرے کہ سانس ذکر کی عادی ہو جائے اور حالت بیداری و غفلت میں ذاکر رہے اور پاس انفاس سے بہرہ ور ہو اور ماسوائے اللہ سے قلب بالکل صاف ہو جائے چونکہ یہ ذکر قلب کو بالکل صاف اور کدورتوں سے پاک کر کے انوار الٰہی کا مہبط بنا دیتا ہے اسوجہ سے اسکو اصطلاح صوفیہ میں جاروب قلب کہتے ہیں۔

فائدہ:- اگر ذاکر بالکل خالی الذہن اور سادہ دل ہو اور لذت ذکر سے بالکل ناآشنا ہو تو مرشد کو چاہیے کہ اس کو اپنے سامنے موءدب اور دو زانو بٹھا کر آنکھیں بند کرنے اور سر جھکا کر کمر ٹیڑھی کرنے اور سینہ کو مقابل کرنے کو کہے اس کے بعد مرید کی سانس کے ساتھ سانس لے اور جب وہ سانس باہر نکالے تو یہ بھی نکالے[1] اس عمل سے تھوڑی دیر کے بعد خود بخود مرید لرزنے لگے گا۔ یا بلیا بانہ نعرہ لگائے گا اور جو ذکر کہ مرشد کے ذہن میں ہو گا بے اختیاری سے کرنے لگے گا۔

مرید غبی کا دوسرا علاج

اگر مرید غبی ہو اور اس کا قلب کسی ذکر سے متاثر نہ ہوتا ہو تو مرشد کو چاہیئے کہ اس کو اس کے اسم مربی کے ذکر کی تعلیم دے اور اس کے اسم مربی کے دریافت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں اس کو اپنے سامنے بٹھائے اور خدا کے ناموں میں سے کسی نام کو اپنے ذہن میں لے اور اس کی ضرب مرید کے قلب پر چند بار لگائے اگر یہ اسم اثر نہ کرے تو اسی طرح دوسرے اسم کی ضرب لگائے اور جب تک اسم اثر نہ کرے اسم برابر بدلتا رہے۔ اور جو اسم[2] اثر کرے اسی کو اس کا اسم مربی تصور کرنا چاہیئے اور اسکا اسم اعظم بھی وہی ہے اور مرشد کو چاہیئے کہ اسم کے ذکر کو سہ ضربی یا چہار ضربی کے طریقہ پر تعلیم کرے تاکہ وہ اس کی پابندی

[1] تاثیر کی صورت یہ ہے کہ اس کے قلب میں سرور یا لرزہ پیدا ہو جائے یا تمام جسم میں لرزہ پیدا ہو جائے اور اسی قدر غلبہ کرے کہ اس سے ضبط نہ ہو سکے ۱۲ شہید

کر سکے انشاء اللہ تعالیٰ یہ ذکر اسکو فائدہ بخش ثابت ہوگا اور دل تا نورِ الٰہی سے منور ہو جائے گا

اسم ذات کے زبانی ذکر کا بیان

ہر طالب کو چاہیے کہ پاس انفاس کے باوجود اسم ذات کا ورد ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ روز کر لیا کرے (یہ مرتبہ انتہائی مرتبہ ہے) اگر اس پر قدرت نہ ہو تو چوبیس ہزار بار ورد کرے اس میں حکمت یہ ہے کہ آدمی دن میں چوبیس ہزار سانس لیتا ہے ہر سانس میں ایک ذکر ہو جائے گا۔ (والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات (وہ مرد اور عورتیں جو خدا کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں) کے زمرے میں داخل ہو جائے گا اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم سے کم بارہ[1] ہزار بار ضرور پڑھ لیا کرے (کہ یہ ادنیٰ مرتبہ ہے) اس ذکر میں ذکر زبانی یقیناً ذکر قلبی کا وسیلہ ثابت ہو جائے گا۔

اور جب زبان و قلب دونوں ذکر کرنے لگیں گے تو ذکر کی ترکیب کامل ہوگی یہ ترتیب تمام سلسلوں میں ہے لیکن سلسلہ نقشبندیہ میں صرف ذکر قلبی پر انحصار کرتے ہیں اور مبتدیوں کو اسی ذکر سے شروع کراتے ہیں۔

اسم ذات مع الضرب کا طریقہ

اسم ذات کے ذکر کی چار صورتیں ہیں ایک ضربی، دو ضربی، سہ ضربی، چہار ضربی، یک ضربی کا طریقہ یہ ہے آنکھیں بند کر کے داہنے شانے کی طرف سر کو لیجا کر پوری قوت سے لفظ اللہ کی دل پر ضرب لگانا دو ضربی یہ ہے کہ پہلی ضرب روح پر لگائے اور دوسری دل پر اور سہ ضربی یہ ہے کہ پہلی ضرب داہنے گھٹنے پر لگائے۔ دوسری بائیں گھٹنے پر تیسری دل پر چہار ضربی یہ ہے۔ کہ پہلی ضرب داہنے گھٹنے پر لگائے اور دوسری بائیں گھٹنے پر اور تیسری روح پر چوتھی دل پر۔

دوسرا طریقہ

خواہ بیٹھ کر خواہ رو بہ قبلہ ہو کر یک ضربی سے ہفت ضربی تک کریں یک ضربی اور دو ضربی تو طریقہ بالا پر لیکن سہ ضربی اس طرح کہ اول ضرب بائیں طرف دوسری داہنی طرف اور تیسری دل پر لگائے اور چہار ضربی میں داہنے بائیں اور سامنے دل پر بالترتیب لگائے اور پنج ضربی میں داہنے بائیں آگے پیچھے اور دل پر لگائے اور شش ضربی میں داہنے بائیں آگے پیچھے اور اوپر آسمان کی طرف اور دل پر

[1] بعضوں کے نزدیک مرید کو کم از کم چھ ہزار بار اسم کا ورد کر لینا چاہیے ۱۲ شہید

باالترتیب لگائے اور ہفت ضربی میں داہنے بائیں آگے پیچھے نیچے اوپر اور دل پر باالترتیب لگائے۔ اور ضرب میں فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ جدہر منہ پھیرو ادھر ہی خدا ہے۔ کا تصور کرے اور مستغرق ہو جائے اس ذکر سے ذاکر ہی خوب لذت آشنا ہے احاطہ تحریر میں نہیں آسکتا اگر آیت مذکورہ کے تصور کے ساتھ یہ ذکر پوری توجہ اور مکمل طریقہ سے کیا جائے تو استغراق اور محویت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور ہر شے سے ذکر کی آواز سنائی دینے لگتی ہے اور اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ۔ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں جو خدا کی حمد کی تسبیح نہ کرتی ہو، کی کامل تصدیق ہو جاتی ہے۔

چہار ضربی کا دوسرا طریقہ

قرآن شریف یا کسی بزرگ کی قبر کو سامنے کر کے رو بہ قبلہ بیٹھے اور پہلے داہنی طرف اور پھر بائیں طرف اور پھر قرآن شریف یا قبر پر اور پھر قلب پر ضرب لگائے اس ذکر سے معانی قرآنیہ کا انکشاف[1] اور کشف القبور حاصل ہو جائے گا۔

اسم ذات قلندری کا طریقہ

اگر سالک مقام ہویت پر پہنچنا چاہتا ہے تو اس ذکر کی ہمیشگی کرے اور گوشہ نشینی اختیار کرے اور چار زانو بیٹھ کر دونوں گھٹنوں کے بیچ میں سر کر کے ناف پر اللہ کی ضرب لگا کر سر کو بلند کرے اور گھٹنوں کو مستحکم پکڑے اور دل پر ہو کی ضرب لگائے اور اگر اسی طرح ذکر میں مشغول رہے گا تو خدا کے بہتر اوصاف اس میں پیدا ہو جائیں گے یہ ذکر اکثر مشائخ کا دستور العمل رہا ہے۔

ذکر جاروب کا طریقہ

بائیں گھٹنے سے لَا اِلٰہَ شروع کرے اور سر کو داہنے گھٹنے پر لا کر داہنے شانے کی طرف لیجائے اور تھوڑا سا کمر کی طرف جھکا کر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب بہت زور سے دل پر لگائے اس ذکر میں دو زانو بیٹھنا چاہئے۔

ذکر حدادی کا طریقہ

طریقہ بالا پر سانس کو زور سے کھینچکر لَا اِلٰہَ کا دور داہنے شانے تک پہنچا کر دونوں گھٹنوں سے

---

[1] اس انکشاف سے اس پر قرآن کے معانی بالکل ظاہر ہو جائیں گے جس سے اس کے ایمان میں اور زائد تقویت حاصل ہو جائے گی ۱۲ شہید

کھڑا ہو جائے اور ہاتھ بلند کر کے پوری قوت سے الا اللہ کی ضرب دل پر لگائے اور بیٹھ جائے اور جس طرح لوہار[1] کے ہاتھوں کی حرکت ہتھوڑا اٹھاتے وقت ہوتی ہے اس طرح ہاتھوں کو حرکت دے۔ تاکہ لطف حاصل ہو شیخ جلال تھانیسری کے متعلق امام ابو الحفص سے مذکور ہے کہ وہ فرماتے تھے میرے شیخ نے پسندیہ ذکر مجھ کو تعلیم فرمایا ہے دیکھا گیا ہے کہ یہ ذکر انسانی طاقت سے باہر ہے لیکن خدا کے فضل سے یہ آسان ہو جاتا ہے۔

ذکر ارہ کا طریقہ

سانس کو الٹا کر کے پوری طاقت سے لَا اِلٰہ کا ورد داہنے کاندھے تک پہنچائے اور سر کو پیٹھ کی طرف تھوڑا جھکا کر دل پر الا اللہ کی ضرب لگائے۔

ذکر آرہ کا دوسرا طریقہ

پہلے آنکھیں بند کرے اور زبان کو تالو سے ملا کر الٹی سانس میں پوری طاقت سے لفظ اللہ کو ناف سے کھینچکر داہنے شانے تک پہنچائے اور ہو کی ضرب دل پر اس طرح لگائے جس طرح بڑھئی لکڑی پر آرہ[2] کھینچتا ہے۔ اور برابر سانس کو زور سے جاری رکھے اور صفات[3] سے اجہات کا تصور کرے اور خیال کرے کہ میں دل پر آرہ کھینچ رہا ہوں۔ اور خیال کرے کہ جسطرح لکڑی کاٹتے وقت اس سے برادہ نکلتا ہے اس طرح میرے قلب سے نور کے ذرات نکل رہے ہیں اور بدن میں پھیل رہے ہیں اور جسم سے نکل کر تمام عالم کو گھیر کر میرے اور تمام عالم کے وجود کو مستور کر رہے ہیں۔ اس ذکر میں اتنا مشغول ہونا چاہئے کہ محویت کلی اور مشاہدہ تمام حاصل ہو جائے اور ذاکر ہی اس ذکر کے لطف سے خوب واقف ہے احاطہ تحریر میں نہیں آسکتا ہے

فائدہ:- اذکار جہر یہ میں غذا کو اسقدر کم نہ کرنا چاہئے کہ ضعف اور لاغری لاحق ہو جائے بلکہ صرف چوتھائی معدہ کو خالی رکھنا چاہئے اور کھانے میں روغنیات اور مغزیات کا استعمال کرنا چاہئے تاکہ دماغ کو خشکی اور یبوست کی تکلیف نہ ہو اور راہ سلوک میں سب سے زائد مقدم اور ضروری یہ ہے کہ شیخ سے محبت و اعتقاد کے ساتھ ربط قلبی رکھے ان سب ذکروں سے ذکر دوامی مراد ہے یعنی مرید اپنے کو ہمیشہ ذاکر رکھے

---

[1] غالباً اسی مناسبت سے یہ ذکر، ذکر حدادی کہلاتا ہے ۱۲ شہید [2] غالباً اسی مناسبت سے اس ذکر کو حضرات صوفیہ ذکر ارہ کہتے ہیں ۱۲ شہید [3] باری تعالیٰ کے صفات و جہات علم قدرت حیات سمع بصر ارادہ تکوین کلام ہیں۔ ۱۲ مولنا صبغت اللہ شہید

اور دنیا کے کاروبار سے قطع تعلق رکھے اور اظہار اور دکھاوے سے نفرت رکھے تاکہ یہ ذکر اس کی روح اور دل کو تازگی بخشے اور اس کا مونس رہے۔

شعر کار کن کار بگذر از گفتار کاندریں راہ کار دارد کار

دوسری فصل اشغال ذکر کے بیان میں

دل میں دو سوراخ ہیں ایک نیچے کی طرف جس کا تعلق روح سے ہے دوسرا بالائی جو جسم سے متصل ہے جب ذکر جہر میں ذاکر آمد و شد نخست و فوق سے مشغول ہو جاتا ہے تو بالائی دروازہ کھل جاتا ہے۔ لیکن نیچے کا دروازہ صرف ذکر خفی یعنی حبس دم ہی سے کھلتا ہے اور اذکار کا اصل الاصول حبس دم ہے۔ حضرات چشتیہ و قادریہ نے اس کو اذکار میں شرط کیا ہے، حضرات نقشبندیہ اس کو شرط تو نہیں کرتے ہیں۔ لیکن اس کی اولویت سے ان کو بھی انکار نہیں ہے منجملہ اسی کے فوائد کثیرہ کے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ باطنی حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور اندرونی چربی اور رطوبت فاضلہ کی تحلیل ہو جاتی ہے اور وہ رگیں جو قلب سے متعلق ہیں بہت چربی دار ہیں اور چربی ہی کے ذریعہ سے شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے جس وقت دم رک جاتا ہے تو اس کی حرارت سے جب چربی پگھلتی ہے تو دل صاف ہو جاتا ہے اور شیطان کی کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں۔

خطرات فاسدہ کا انسداد جس ذکر سے ہو جاتا ہو اس ذکر کا بیان

شیطان کی صورت بالکل اژدہے کی ہے اور اس کا پھن بہت سخت زہریلا اور خاردار ہے جس وقت مرید کوئی گناہ کرتا ہے یا کوئی حرام چیز کھاتا ہے تو اس کی قوت اور زائد ہو جاتی ہے اور پھن کو اپنے دل کے اطراف میں گھماتا ہے جس سے اس کا زہر قلب میں اثر کر جاتا ہے اور تاریکی اور سیاہی پیدا ہو جاتی ہے اور جب مرید گناہوں سے توبہ کر کے پاس انفاس میں مشغول ہو جاتا ہے تو شیطان ضعیف ہو جاتا ہے اور قلب میں نورانیت اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔

فائدہ:۔ جب کوئی برا خیال دل میں راسخ ہو جائے اور کسی طرح دفع نہ ہوتا ہو تو اس کے دور کرنے کی یہ صورت ہے کہ دم کو ناف سے کھینچ کر قلب میں روکے اور کلمہ لَا اِلٰہ کو دل سے نکالے اور خیال کرے کہ شیطان جو دل پر اژدہے کی طرح بیٹھا ہے لَا اِلٰہ کی قینچی سے میں نے اس کی دم پکڑلی اور داہنے شانے تک لائے پھر اِلَّا اللّٰہ کی قلب پر ضرب لگائے اور خیال کرے کہ یہ ضرب شیطان کے سر پر پڑی

اور اس کا سر پاش پاش ہوگیا۔ اور وہ دل سے باہر ہوگیا اسی طرح متواتر ضربیں لگائے اگر خدا نے چاہا۔ تو بہت جلد یہ خیالات فاسدہ دفع ہو جائیں گے اور شیطان ہلاک ہوگا۔ اور دل نورِ ذکر سے منور ہو جائے گا۔ اس ذکر میں ملاحظہ اور حبس دم ضروری ہے اور بے حبس دم کیئے بھی یہ ذکر مفید ہوگا مگر کرنا شرط ہے

حبس نفی و اثبات کا طریقہ

اس ذکر کو بعض لوگ شغل نفی و اثبات کہتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے زبان کو تالو سے لگا کر دم کو ناف سے کھینچے اور دل میں ٹھیرا دے اور کلمہ اِلٓا اِللّٰہ کو بائیں زانو سے شروع کرے داہنے زانو پر لا کر شانے تک دورہ کو ختم کر کے اِلّا اللّٰہ کی پوری طاقت سے دل پر ضرب لگائے پہلے دن میں دس سانسیں کھینچے اور ہر سانس میں تین مرتبہ کرے اس کے بعد روز بروز درجہ ایک ایک دم زائد کرتا ہے اور اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ وَّیُحِبُّ الْوِتْرَ اللہ طاق ہے اور طاق کو دوست رکھتا ہے، کا لحاظ رکھے تاکہ اندرونی حرارت پیدا ہو اور چربی پگھلے اور خطرات شیطانی دفع ہوں اور اس کو شکست ہو۔ اور جب دم کشی کی عادت ہو جائے گی تو دل پر محویت کی کیفیت ظاہر ہونے لگے گی اور تمام جسم میں حرارت جاری ہو جائے گی اور ہر عضو خود بخود ذاکر ہو جائے گا۔ اور عشق الٰہی کی آگ دل میں روشن ہو جائے گی مگر خطرہ کی مدافعت اور کشش دم کے واسطے یہ ضروری ہے کہ معدہ غذا سے خالی ہو۔ اور ابتداء میں اس کی بہت ضرورت ہے۔

فائدہ:۔ حبس دم میں ٹھنڈی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے مثلاً ٹھنڈی ہوا ٹھنڈے پانی وغیرہ سے بچنا چاہئے کیونکہ خوف ہے کہ یہ ٹھنڈک دل کی گرمی کو ٹھنڈا نہ کر دے اور مرض اور بیماری کے خوف سے گرم چیزوں سے بھی پرہیز کرنا چاہئے اور نہ اس قدر سیر ہو کر کھائے کہ مضمحل ہو جائے اور نہ اس قدر کم کھائے کہ ضعیف ہو جائے۔

نفی و اثبات کے حبس کا دوسرا طریقہ

چاہئے کہ تنہائی میں چار زانو بیٹھ کر آنکھیں بند کر لے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے

؎۱ اس میں بھید یہ ہے کہ ناف جو انسان کے وسط میں ہے اسی طرح نفس کا مقام ہے جس طرح مضغہ صنوبری دل کا پس جب وہاں یہ نفی شروع کی جائے گی اور دماغ تک پہنچائی جائے گی تو جو چیزیں بیچ میں واقع ہوں گی متاثر ہوں گی اور حجاب ان سے اٹھ جائے گا ۱۲ شہید

پاس کی انگلی سے رگ کیماس کو مضبوط پکڑے اور ہاتھوں کو زانوؤں پر رکھے پھر دم کو ناف سے کھینچ کر دل کی طرف لاکر ام الدماغ[۱] میں ٹھہرائے اور بغیر زبان کو حرکت دئیے ہوئے غور و فکر کے ساتھ لفظ لا کو ناف سے کھینچ کر روح کی طرف لاکر لفظ اِلٰہَ کو دماغ تک پہنچا کر باہر لائے اور دل پر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب لگائے اسی طرح ایک سانس میں پانچ یا سات مرتبہ کہے پھر آہستہ سے سانس باہر کرے اور ہر بار باہر کرتے وقت محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (محمد خدا کے رسول ہیں خدا ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجے) کا تصور کرے اور آنکھیں کھول کر لَا مَحْبُوْبَ اِلَّا اللّٰہ (کوئی سوا خدا کے پیارا نہیں ہے) کا تصور کرے اور سانس لیتے وقت آنکھیں بند کر لے اور لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ (کوئی موجود حقیقی سوائے خدا کے نہیں ہے) کا تصور کرے اور آہستگی سے سانس روکے اور اسی طرح ہر دن دس سانسیں لے اور ہر روز ایک ایک بار زائد کرتا چلا جائے۔ یہاں تک کہ ایک سانس سے ایک سو اکیس مرتبہ ذکر کر سکے اس وقت دروازہ قلب کا کھل جائے گا۔ اور نور مشاہدہ سے قلب منور ہو جائے گا۔

شغل سہ[۳] پایہ دورہ چشتیہ کا طریقہ

شغل سہ پایہ یہ ہے۔ اَللّٰہُ سَمِیْعٌ اَللّٰہُ بَصِیْرٌ اَللّٰہُ عَلِیْمٌ (خدا دانا اور بینا اور سننے والا ہے) کا ذکر کرے اس ذکر کو اکثر حضرات مشائخ نے کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانو بیٹھ جائے اور سُلْطَانًا نَّصِیْرًا (مددگار اور محمود شہنشاہ) کا تصور کرے۔ اور سانس کو روک کر اور ناف سے لیکر ام الدماغ تک پہنچائے جب سانس ام الدماغ میں پہنچے تو اَللّٰہُ سَمِیْعٌ (اللہ سنتا ہے) کہے اور بی یسمع (میرے ہی ذریعہ۔ سنتا ہے) کا تصور کرے پھر ناف پر اَللّٰہُ عَلِیْمٌ (خدا دانا ہے) کہے اور بی ینطق (میرے ہی ذریعہ سے بولتا ہے) کا تصور کرے پھر سے شروع کرے اور ام الدماغ میں اَللّٰہُ عَلِیْمٌ اور ناف پر اَللّٰہُ سَمِیْعٌ عروج و نزول کے طریقہ پر کہے یہاں تک کہ ایک سانس میں ایک سو ایک بار شغل سہ پایہ کرنے لگے تو جمال الٰہی سے فیضیاب ہو جائے گا اور چونکہ اس شغل میں آٹھ چیزوں کا تصور شرط ہے اس واسطے اصحاب شطاریہ اس کو ہشت رکنی بھی کہتے ہیں۔

شعر

بزرخ و ذات و صفات[۲] و شد ز دو تحت و فوق　　می نماید طالبان و گل نفس ذوق و شوق

اس شغل میں جو احوال منکشف ہوتے ہیں ان کو بیان کرنا بے ادبی ہے لیکن اس میں تین احوال

---

[۲] صفات سے مراد صفات اضافات ہیں جن کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور برزخ سے واسطہ مرشد اور ذات سے اسم ذات مراد ہے ۱۲ شبیہ

ذاتی ہیں۔ اوّل قربِ نوافل، دوسرے قربِ فرائض تیسرے نہ قربِ نوافل اور نہ قربِ فرائض بلکہ سالک کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعین عین ذاتِ باری کا تعین ہے۔

فائدہ:۔ قرب کی دو قسمیں ہیں قربِ نوافل اور قربِ فرائض۔ قربِ نوافل اس کو کہتے ہیں کہ سالک سے انسانی صفتیں زائل ہو جائیں اور خدائی اوصاف حاصل ہو جائیں جیسے قُم باذن اللّٰہ کہہ کر کسی مردے کو زندہ کر دینا اور پھر اس کو ہلاک کر ڈالنا اور بہت دور کی بات سن لینا یا دور کی چیز کا معائنہ کر لینا اور قربِ فرائض اس کو کہتے ہیں کہ انسان تمام موجودہ چیزوں کے ادراک سے فنا ہو جائے اور اس کی نظر میں سوائے وجود الٰہی کے کچھ باقی نہ رہے اور فنا فی اللہ کا یہی مطلب ہے اور یہ قربِ فرائض کا ثمرہ ہے۔

شغل سُلطاناً نَصِیراً کا طریقہ

خواجہ معین الدینؒ سے روایت ہے کہ اس شغل کے فوائد بہت ہیں خصوصاً خطرات کے انسداد میں عجیب و غریب تاثیر رکھتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ صبح شام کو رو بہ قبلہ دو زانو بیٹھے اور اطمینان خاطر سے دونوں آنکھیں یا ایک آنکھ بند کر کے دوسری آنکھ سے ناک کے نتھنے پر نظر ڈالے اور بغیر پلک جھپکائے جس طرح چراغ یا ستارہ کی روشنی کو دیکھتا ہے غیر معین نور کا تصور کرے اور استغراق اس پائے کا کہ وہ محو ہو جائے ابتدا میں تو آنکھوں میں ضرور تکلیف ہوگی اور پانی بہے گا۔ لیکن چند دن کے بعد جب عادت پڑ جائے گی تو یہ تکلیف جاتی رہے گی اور اس کو اپنی صورت جس طرح آئینہ میں نظر آتی ہے نظر آنے لگے گی اور نور الٰہی سے منور ہو جائے گی۔ اور لطف و مذاق اس کی حیثیت کے مطابق ہو جائے گا۔

شغل سُلطاناً مَحمُوداً کا طریقہ

جس طرح سلطاناً نصیرا کے ذکر میں نتھنوں پر نظر رکھتے ہیں اسی طرح اس شغل میں دونوں بھوؤں کے بیچ میں نظر رکھتے ہیں اس شغل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کو اپنا سر نظر آنے لگتا ہے اور جب سر نظر آنے لگتا ہے تو عالم بالا کے حالات سے مطلع ہو جاتا ہے

شغل سلطان الاذکار کا طریقہ

سالک کو چاہئے کہ تنگ و تار ایک حجرے میں جس میں شور و غل کی آواز نہ آتی ہو داخل ہو کر درود

استغفار اور اعوذ و بسم اللہ پڑھ کے اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا الخ[ع] اللہ مجھ کو نور دے اور میرے واسطے نور کر دے اور میرا نور بڑھا دے اور خود مجھ کو نور کر دے) تین بار حضور قلب اور تصور سے کہے اس کے بعد لیٹ کر یا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر اپنے بدن کو ڈھیلا کرے اور مردہ تصور کرے اور از سر تا پا متوجہ اور باہمت ہو جائے اور جب سانس لے تو اللہ کا اور جب سانس باہر نکالے تو لفظ ہو کر تصور کرے اور خیال کرے کہ سانس لینے اور باہر کرنے وقت ہر ہر بال سے لفظ ہو نکل رہا ہے اور اس ذکر میں اس طرح منہمک ہونا چاہئے کہ اپنا خیال بھی جاتا رہے اور ہو الحی القیوم (خدا زندہ اور قائم ہے) کا ہر وقت تصور قائم کرے اس کا نتیجہ چند روز کے بعد یہ ہوگا کہ جسم کا ہر ہر رواں اور ہر ہر بال ذاکر ہو جائے گا اور انوارِ تجلّی سے منور ہو جائے گا۔

ذکرِ سلطان الاذکار کا طریقہ

حواس[سل] خمسہ کو روئی یا انگلی سے بند کر کے دم کو ناف کے نیچے سے کھینچ کر ام الدماغ میں روکے اور وہاں سے دلِ مدوّر میں لیجا کر اسم ذات کے ذکر قلبی کے ساتھ قلب صنوبری سے آواز حدیث کے سننے کے ضمن میں اس نقطہ درخشندہ کے خیال میں جو دل مدور میں ام الدماغ میں واقع ہے بعضے اس کو لطیفہ اخفیٰ کہتے ہیں شغل رکھے یہاں تک کہ یہ نقطہ اس قدر وسیع اور چوڑا ہو جائے کہ تمام جسم منور ہو جائے اور اس کے بعد عرش سے زمین تک مخفی نور ہی نور دکھائی دے اور اس نور میں حق اور ملائکہ کی صورتیں دکھائی دینے لگیں جب سالک اس طریقہ کو حاصل کر لیتا ہے تو اپنی حقیقت کو وجود عالم میں متصرف خود دیکھنے لگتا ہے اس مقام میں سالک کو اپنی صفات کو صفات باری سمجھنا چاہئے وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ (خدا جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے)

شغل سہ[سل] پایہ کا طریقہ

طریقہ بالا پر آنکھوں اور کانوں کو انگلیوں سے بند کرلے اور حواس[سل] خمسہ کو جمع کر کے خیال کرے کہ دماغ کے اوپر سے پانی گرنے کی آواز آرہی ہے اور اس کے سننے میں پوری ہمت سے مشغول ہو کسی نے کہا ہے۔

سلہ بلکہ بہتر یہ ہے کہ ذاکر کسی حوض میں غوطہ لگا کر اس عمل پر عامل ہو ۱۲ شہید

سلہ۲ بعض لوگ اس ذکر کو بخدر و سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں ۱۲ شہید سلہ۳ حواس خمسہ دیکھنے سننے سونگھنے چکھنے اور چھونے کی قوت کو کہتے ہیں ؛ ۱۲

ع اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔

شعر در راہ عشق وسوسۂ اہرمن بسے است ٭ ہشدار و گوش دل بہ پیام سروش دار

اور کسی وقت اس سے غفلت نہ کرے چند دن میں اس آواز کو اس قدر قوت حاصل ہو جائے گی کہ بغیر کان بند کئے یہ آواز سنائی دے گی اور کوئی شور و شغل نہ مانع ہو سکے گا اور جب یہ ذکر تمام بدن میں سرایت کر جاتا ہے تو تمام جسم سے گنبد کی ایسی آواز آنے لگتی ہے اس آواز کو اصطلاح صوفیہ میں صوت حسن و ہمس کہتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے وخشعت[ع۵] الاصوات الآیۃ (خدا کے لئے آوازیں پست ہو گئیں تو تم سوائے پست آواز کے کچھ نہیں سنتے ہو) بعض لوگ کہتے ہیں یہی آواز تھی جو موسیٰ (علی نبینا وعلیہ السلام) نے درخت سے اپنے تمام جسم میں سنی تھی اور یہ آواز ان پر وحی کے نزول کی دلیل تھی۔ اور اولیائے کرام بھی اس آواز سے الہام کا فخر حاصل کرتے ہیں اور عارفوں نے بھی کسی آواز سے وصال حق حاصل کیا ہے۔ یہ آواز پابندی سے غالب ہو جاتی ہے اور کبھی گھنٹے کی ایسی آواز آنے لگتی ہے حضرت حافظ[رح] فرماتے ہیں بیت

کس[سلہ] ندانست کہ منزل گہ آں یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

اور کبھی دوسرے[سلہ۲] قسم کی آواز سنائی دیتی ہے یہ ذکر مکمل حاصل ہو جانے کے بعد سلطان ذکر ہو جاتا ہے۔ اور کڑک اور گرج کی آواز ظاہر ہوتی ہے اور تمام جسم کانپنے لگتا ہے اور بے خودی اور محویت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کبھی چاند سورج اور بجلی کی روشنی کی طرح روشنی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن سالک کو ان انوار کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ نور ذات[سلہ۳] کی طرف خیال رکھنا چاہئے۔

شغل بساط کا طریقہ

ام الدماغ میں آفتاب کی طرح ایک منور نقطہ ہے جس کو دل مدور اور حضرات صوفیہ اس کو اخفیٰ کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ شغل حضرت معین الدین چشتی[رح] کو آں حضرت صلعم سے بلا واسطہ پہنچا ہے اور اسی

سلہ کسی کو نہیں معلوم کہ اس شوخ کے رہنے کی جگہ کہاں ہے بعض وقت صرف گھنٹے کی آواز آتی ہے ۱۲ شہید سلہ۲ کبھی جھنجھڑ کی اور کبھی طائر کی اور کبھی ڈھول کی طنبورے کی یا اور کبھی دیگچی کے ابلنے کی آواز اور اسی طرح کی مختلف آوازیں گوش زد ہوتی ہیں ۱۲ شہید سلہ۳ اسی مقام کو اصطلاح صوفیہ میں کشاکش کہتے ہیں جب سالک اس مقام سے ترقی کر جاتا ہے تو کشاکش دینا سے گویا نجات پا جاتا ہے۔ شیخ عبدالقدوس[رح] تحریر کرتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی[رح] کو یہ تین سال میں حاصل ہوا تھا اور یہ چار برس سے کم میں حاصل نہیں ہو سکتا

ع۵ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔

شغل کی برکت سے معین الدین چشتیؒ کو باطنی معراج حاصل ہوئی تھی اسی بنا پر کہا جاتا ہے **العلم نقطۃ** (علم ایک نقطہ ہے) اس شغل کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کرکے اور زبان کو تالو سے لگا کر ام الدماغ میں روشن گرگردہ ہو ہو کو سرمئی سرخی مائل آفتاب کی طرح خیال کرے کہ یہ تمام جسم کو پھیلا کر حاوی ہوگیا ہے۔ گویا اس کا جسم فنا ہوگیا ہے اور اس کی جگہ پر گردہ ہو کہ بے جہت اور بے کیف ذات کا عین ذات ہے، قائم ہوگیا اور اس مرتبہ فنا کا نام رویت تجلی ذات اور لاہوت محمدی ہے۔ اس شغل میں اگر زرد نور دکھائی دے تو نور نفس و ناسوت اگر سرخ دکھائی دے تو نور ملکوت اور اگر سبز نظر آوے تو نور جبروت اور اگر سیاہ نظر آئے تو نور لاہوت ہے **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** یہ خدا کی عنایت ہے جس پر چاہتا ہے کرتا ہے۔

تیسری فصل ان انوار و مراقبات کے بیان میں جو ذکر اور مراقبہ کی حالت میں ظاہر ہوتے ہیں

مراقبہ کا طریقہ۔ جب انوار جہریہ و سریہ سے سالک منور ہوجاتا ہے۔ اور اس کی رگ و پے میں ذکر سرایت کرجاتا ہے اور ایک محویت اور بے خودی پیدا ہوجاتی ہے تب اس کو مراقبات کی تعلیم دیجاتی ہے اور مراقبہ کی چند قسمیں ہیں جن سے طالب کو فائدہ ہو اور جو اسے منزل مقصود تک پہنچائے اس پر عمل کرے اس میں سے چند ہم بیان کرتے ہیں۔

مراقبہ کا طریقہ

دو زانو جس طرح نماز میں نشست ہوتی ہے، بیٹھ کر سر کو گھٹنے پر رکھ کر قلب کو غیر اللہ سے بالکل خالی کرکے خدا کی درگاہ میں حاضر کرے اور تعوذ یعنی (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) اور تسمیہ یعنی (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کے بعد ۳ اللہ حاضری، ۳ اللہ ناظری، ۳ اللہ معی۔ کہہ کر مراقب ہوکر اس کے معنی کا تصور کرے اور خیال کرے کہ خدا حاضر و ناظر ہے اور ہمیشہ میرے ساتھ ہے اس خیال میں اس قدر منہمک ہوجائے کہ غیر خدا کا یہاں تک کہ اپنا بھی خیال دل سے نکل جائے اور اگر یہ خیال تھوڑی دیر میں زائل ہوجائے تو یقین کرنا چاہئے کہ مراقبہ نہیں ہے ابتدا میں مراقبہ میں زحمت ہوتی ہے لیکن عادت ہوجانے پر کوئی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس سے رجوع مشکل ہوجاتا ہے۔ لیکن اس

لہ جو چیز مطلوب حقیقی تک پہنچانیوالی ہو اس کے خیال رکھنے کو مراقبہ کہتے ہیں تو مراقبہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے مدنظر رکھنے کو کہتے ہیں اور مراقبہ خاص یہ ہے کہ خدا کی ذات میں اس قدر فکر کرے کہ اپنے سے بے فکر اور بے خبر ہوجائے ۱۲ شہیدی

مرتبہ تک رسائی تدریجاً ہوتی ہے اس وجہ سے ابتدا میں عاجز ہو کر چھوڑ نہ دینا چاہیے۔

شعر
ہمہ کارے کہ ہمت بستہ گردد ؎ اگر خارے بود گلدستہ گردد

دوسرا مراقبہ

جن امراض قلبی کی وجہ سے دل غیر خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے ان کے اسباب تین ہیں ایک حدیث نفس یعنی بقصد اپنے دل سے جلوت اور خلوت میں باتیں کرنا۔ دوسرے خطرہ جو بلا قصد دل میں پیدا ہو جاتا ہے، تیسرے نظر بغیر یعنی کثیر التعداد چیزوں کی واقفیت ان امراض کا اصلی علاج شغل باطنی ہے۔ لیکن اس کی چند صورتیں ہیں حدیث نفس کی صورت میں اسم ذات اور خطرہ میں اسمائے صفات امہات کا دل میں تصور کرے اور دل کی توجہ مرشد کی طرف رکھے۔

مراقبۂ رویت

خدا کی رویت کا تصور کرے اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی (کیا نہیں جانتا ہے کہ خدا دیکھتا ہے) پر غور کرے اور اس پر یہاں تک مواظبت کرے کہ اس صورت کے دیکھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

مراقبہ معیت وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ۔ (جہاں کہیں تم ہو خدا تمہارے ساتھ ہے) معنی کے ساتھ تصور کرے اور یقین کرے کہ خلوت و جلوت بیماری صحت غرض ہر حالت میں خدا میرے ساتھ ہے اور اسی خیال میں مستغرق ہو جائے

مراقبہ اقربیت

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ہم انسان کے رگ گلو سے بھی زائد قریب ہیں) پر تصور معنی کے ساتھ غور کرے اور اس خیال میں محو ہو جائے کہ خدا مجھ سے قریب ہے۔

مراقبۂ وحدت ہمہ اوست اور ھو الاول ھو الاٰخر (اس کا وجود ہر جگہ جلوہ فرما ہے اور ابتدا اور انتہا میں وہی ہے) زبان سے کہے اور تصور کرے کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے اور اسی خیال میں مستغرق ہو جائے۔

مراقبۂ فنا کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ الآیۃ۔ (دنیا کی تمام چیزیں فانی ہیں اور بزرگ خدا باقی رہے گا۔ کے معنی کے تصور

سے جو کام ہمت کے ساتھ کیا جائے اس میں اگر کانٹے ہوں گے تو گلدستے ہو جائیں گے ۱۲ شہید

عہ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ط

کے ساتھ خیال کرے کہ تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور ذات باری جو بے عیب ہے ہمیشہ رہیں گی اور چشم دل سے دیکھے اور اس خیال میں محو ہو جائے تاکہ اس کے معنی اور بھی منکشف ہو جائیں اور اس کے وجود کو فنا اور علم و عقل کو اضمحلال حاصل ہو۔

دیگر مراقبات بہت ہیں

جیسے اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ (جدھر منہ پھیرو ادھر ہی خدا ہے) اور کَانَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا (خدا تمہاری حالتوں کا معائنہ فرماتا ہے) اور وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (خدا ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے) اور فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (خدا تم میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔

دوسرا مراقبہ

بعض لوگ آنکھ کھول کر آسمان کی طرف یا اپنے سامنے دیکھتے ہیں اور پلک نہ بند ہونے کی کوشش کرتے ہیں اس شغل میں انوار الٰہیہ متجلی ہوتے ہیں اور ایک پلک سے آگ نکل کر تمام جسم کو گھیر لیتی ہے اور عشق خدا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ مراقبہ ہوا[1] کہلاتا ہے۔ بعض حضرات نظر ہوا پر کر کے مدتوں عالم تحیر میں رہتے ہیں

مراقبہ ۔ تنگ و تاریک حجرے میں بیٹھ کر آنکھ کھول کر ہوا میں ایک جگہ دیکھے اس سے انوار الٰہی ظاہر ہوں گے اور وصال حق نصیب ہو گا۔

مراقبہ ۔ بعض لوگ خاموش رہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ میں موجود نہیں ہوں بلکہ اسی کا وجود ہے اگر پوری توجہ سے اس پر غور کرے گا تو جَاءَ الْحَقُّ[2] وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کے مطابق خودی کا خیال دل سے نکل جائے گا۔ اور یہ راستہ بہت قریب کا ہے۔

مراقبہ ۔ بعض لوگ ذات باری کو صاف اور روشن پانی کا دریا تصور کرتے ہیں اور اپنے کو اس دریا کا قطرہ خیال کرتے ہیں اور اس میں مستغرق ہو جاتے ہیں

مراقبہ ۔ بعض اس نور مطلق کو نور غیر متناہی کا دریا فرض کرتے ہیں اور اپنے کو اس دریا کا ایک قطرہ مستہلک خیال کرتے ہیں۔

---

[1] ہوا میں سر عظیم یہ ہے کہ مستقیم اور مستدیم ہے اور قول اللہ کا فی خلق الرحمٰن من تفاوت اسی کلام کا ہمسر ہے اور ہوا عالم خدا اور عالم صفات ہے کون و مکان و کوان یعنی منزہ ہزار عالم اسی ہوا میں ہیں اور ہوا سے گذر کر سبحان و لامکان ہے جیسا کہ۔ الرحمٰن علی العرش استویٰ اور تو ہوا کہتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ ہوا کیا چیز ہے ۱۲ ارشاد الطالبین [2] حق آگیا اور باطل فنا ہو گیا ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید۔

مراقبہ بعض اس کو ظلمت محض اور اپنے کو تاریکی میں زائل ہو جانے والا سایہ تصور کرتے ہیں غرض یہ مثالیں اس وجہ سے فرض کی جاتی ہیں تاکہ مادی اور کوتاہ عقلیں اس کو تصور کر سکیں ورنہ ذات مطلق جو بے کیف و بے چون اور تمام دنیاوی لوازم سے خالی ہے اور اس سے کوئی نسبت بھی نہیں رکھتی ہے۔ ان تمثیلات سے پاک اور بری ہے تعالیٰ[۱] **اللہ عن ذالک علواً کبیرا** اور ان تمام حیلوں اور طریقوں سے غرض اپنے موہوم ہستی کو فنا کرنا ہے کیونکہ یہ وجود علیٰ حقیقت کے مشاہدہ سے سالک کو روکتا ہے جس قدر سالک استغراق اور محویت کی زیادتی کی وجہ سے اپنی ذات سے فنا ہو جاتا ہے اسی قدر وصال حق نصیب ہوتا ہے۔ غرض سالک کو اپنے افعال وصفات اور وجود کو جناب باری کے صفات افعال اور وجود سمجھنا چاہئے اور اسی میں مستغرق رہے تاکہ اس کی حقیقت اس پر منکشف ہو جائے اور منزل مقصود تک پہونچ جائے۔

فائدہ - جب مذکورہ بالا اذکار جہریہ اور سریہ سے مرید ترقی کر جاتا ہے اور درجہ کمال کو پہونچ جاتا ہے تو اس پر معنوی وحقیقی (جس کو ذکر روحی اور سری اور ذکر مشاہدہ ومعائنہ کہتے ہیں) منکشف ہو جائے تو وہ اس مقام میں غلبہ نور اور خدا کی عظمت سے بیہوش[۲] ہو جائے گا[۳]۔ ہوش میں آنے پر سالک کو اپنے کو عاجز اور کم حیثیت سمجھنا چاہئے اور ترقی کا آرزومند ہونا چاہئے اس کے بعد نور جمالی ظہور فرمائے گا اس نور کا غلبہ اس کے حواس خمسہ کو بیکار اور مضمحل کر دے گا۔ اور باطنی آنکھ کے غلبہ کی وجہ سے اس نور کو ظاہری آنکھ سے دیکھے گا۔ اگر یہ اس کے دل میں ٹھہر جائے گا۔ اور قرار پکڑ لے گا۔ تو اس کا ارادہ اور کام خدا کا ارادہ اور کام ہو جائے گا[۴]۔ **وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ**[۵] دیکھنا سننا غرض اس کے تمام افعال خدا ہی سے ہوں گے اور تمام چیزوں میں خدا کے وجود کو پائے گا۔

---

[۱] خدا ان تمام چیزوں سے بالاتر اور پاک ہے ۱۲ شہید [۲] بے ہوشی کی دو حیثیتیں ہیں ایک تو بے حس وادراک ہو جانا اور دوسرے نیند یا نشہ کی کیفیت کا پیدا ہو جانا ۱۲ شہید [۳] جب حضرت موسیٰ کے ایسے جلیل القدر رسول ایک ادنی تجلی میں بے ہوش ہو کر پہاڑ پر گر پڑے تو یہ بیچارہ کس طرح متحمل ہو سکتا ہے اس کا تو بے ہوش ہو جانا اور ہوش وحواس کا زائل ہو جانا یقینی ہے مولانا محمد صبغت اللہ صاحب شہید لکھنوی فرنگی محلی ۱۲ [۴] تمام موجودات کو خدا گھیرے ہوئے ہے یعنی دنیا اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے اور اس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں ہے اور تم جہاں کہیں اور جس حالت میں ہو خدا تمہارے ساتھ ہے ۱۲ شہید [۵] اس مقصد کو شیخ المتصوفین حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے اپنے شعر میں یوں ادا کیا ہے۔

برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار ✽ ہر ورقے دفتر است معرفت کردگار۔ یعنی سبز درختوں کے چھوٹے چھوٹے پتے عقلمند اور سالک کی نظر میں خدا کی جاننے کے ایک ایک دفتر ہیں وہ انہیں پتوں میں خدا کو دیکھتا ہے یہی ہمہ اوست کے معنی ہیں ۱۲ شہید

اور اس کی توجہ خدا ہی کی طرف ہوگی یہ مرتبہ قرب نوافل و مقام مشاہدہ کا ہے اور اس کی کوئی حد نہیں ہے اس میں سالک بنی ہوئی چیزوں سے بنانے والے یعنی خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جب سالک اس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے۔ اور اس میں کمال حاصل کر لیتا ہے اس کو مجذوب کہنے لگتے ہیں۔ اور [۱] وَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَمْشِیْ وَبِیْ یَعْقِلُ مَا رَأَیْتُ شَیْئاً اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ

شعر۔ علمِ حق[۲] در علمِ صوفی گم شود ✿ ایں سخن کے باور مردم شود

اس مرتبہ میں انوار تجلی کبھی اجسام کی طرح سالک پر ظاہر ہوتے ہیں تو اس کو چاہئے کہ ان انوار کو انوار الٰہی خیال کرے اگر اس حالت پر سالک ٹھہر جاتا ہے تو وہ اس سے بلند مرتبے میں پہونچ جاتا ہے اور تجلی ذاتی اس کے قلب کو حاصل ہوتی ہے اس تجلی میں اس نور کو بے نظیر و بے مثال دیکھے گا اور خدا کے وجود کو جانے گا۔ اور جناب باری کو بے حجاب دیکھے گا۔ اور اس سے یا اور دوسروں سے جو افعال و اوصاف صادر ہوں گے ان کو جناب باری کے اوصاف و افعال خیال کرے گا۔ جو عالم سے ظاہر ہوتے ہیں یہ مقام قرب فرائض کا ہے اس مرتبہ میں کمال حاصل کر لینے کے بعد سالک مجذوب سالک کہلاتا ہے یعنی صفات باری اور اس کی ہستی کو دنیا کی ہر چیز میں مشاہدہ کرتا ہے مَا رَأَیْتُ شَیْئاً[۳] اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ اس مشاہدہ کی کوئی حد نہیں ہے اگر اس مرتبہ سے مزید ترقی حاصل ہو اور تجلی ذات یا تجلی صفات خدا کے فضل سے اس پر ہوں تو اس کو ان تجلیات میں مستغرق ہو جانا چاہئے اس تیسری مرتبہ میں سالک ہمہ تن صانع ہو جائے گا اور کوئی صنعت نہ رہے گی اور [۴] اَلَا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ کا اس سے ظہور ہوگا اور مَنْ[۵] عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا اسرار اس پر منکشف ہو جائے گا۔ اور خدا کی ہستی کے سوا اس میں کچھ نہ رہے گا۔ اور فنا ہو جائے گا اور [۶] کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ کا اس پر ظہور ہوگا۔ اور حق محض باقی رہ جائے گا۔ اگر اس جگہ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ[۷] کا تصور کرے گا نور روح کو جو خدا کا نور ذاتی ہے۔ بے نقاب دیکھے گا اور رَأَیْتُ[۸] رَبِّیْ بِرَبِّیْ ✿

ش حاشیہ صفحہ گزشتہ پر دیکھئے۔ ۱؎ یعنی میرے ہی ذریعہ سے سنتا ہے دیکھتا ہے بولتا ہے پکڑتا ہے چلتا ہے اور ادراک کرتا ہے میں کوئی چیز نہیں دیکھتا جس میں خدا کا جلوہ دکھائی نہ دے ۱۲ شہید ۲؎ خدا کا علم اس کے علم میں غائب ہو جاتا ہے یعنی دونوں علم مخلوط ہو جاتے ہیں لیکن اس کہنے کو ہر شخص یقین نہیں کر سکتا ۱۲ شہید ۳؎ میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس میں خدا کا جلوہ نہ دکھائی دے ۱۲ شہید ۴؎ آگاہ ہو جاؤ کہ خدا تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے سب چیزیں اس کے قبضہ اقتدار میں ہیں ۱۲ شہید ۵؎ جس نے اپنے کو پہچان لیا اس نے اپنے پروردگار کو جان لیا خود انسان خدا کی صنعت اور خدا کی قدرت کا ایک کامل نمونہ ہے اس وجہ سے اگر اپنی حالت پر غور کرے گا تو اس پر قدرت ا (باقی صفحہ ۴۴ پر)

اس پر شاہد ہے سالکِ خدا کو اس کے نور ذات کے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور اپنے کو درمیان میں نہیں پاتا اور اسی کو فنا کہتے ہیں۔

فنا کے مراتب کا بیان

فنا کے چند درجے ہیں اور ہر ایک درجہ کی ایک معیّن حد ہے جس طرح ذکر جسم، ذکر نفس، ذکر دل، ذکر روح، ذکر سر، ذکر کے پانچ درجے ہیں (جن کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے)۔ اسی طرح پر فنا کے بھی پانچ درجے ہیں۔ اول مرتبہ غلبہ ذکر ربانی (جس کو ذکر جسمی کہتے ہیں) اس کے غلبہ کی وجہ سے بُرے اخلاق (جو نفس امارہ کی صفتیں ہیں) صفات حمیدہ (جن کا شرع نے حکم دیا ہے) میں فنا ہو جاتے ہیں دوسرے یہ کہ ذکر فکر ہی کے غلبہ سے (جس کو ذکر نفسی کہتے ہیں) نفسانی خواہشیں[۱] اور جو نفس لوّامہ کی صفتیں ہیں وہ امکانی خواہش میں فنا ہو جاتی ہیں تاکہ وہ احکام شرع کی مضبوطی سے پابندی کر سکے اور مکاشفہ اور الہام کا طریقہ (جو نفس ملہم کا مقام ہے) منکشف ہو جاوے، تیسرے ذکر قلبی کے غلبہ کی وجہ سے موجودات کے اوصاف و افعال موجود مطلق (یعنی اللہؔ) کے اوصاف و افعال میں فنا ہوں تاکہ ہر شئے میں افعال حق کا جلوہ نظر آئے اور اطمینان قلبی (کہ نفس مطمئنہ کا مقام ہے) حاصل ہو جاوے، چوتھے ذکر روح کے غلبہ میں (جس کو مشاہدہ کہتے ہیں) کثرت خدا کی یکتائی میں فنا ہو جائے۔ یہاں تک کہ سالک کے مشاہدے میں ذات مطلق کے مشاہدہ کے سوا کچھ نہ ہو یہ مرتبہ مشاہدہ کا ہے۔ پانچویں ذکر سر کا کی نہایت میں جو انت اذ بار اور معائنہ اور ذات سے نفرت کرنے کو کہتے ہیں۔ نور سالک ذات مطلق میں فنا ہو جائے یہ معائنہ ہے اور رضائے سالک یہی ہے کہ اپنے وجود کو کسی سبب سے اپنے میں نہ پائے پھر کیونکہ اگر پائے گا تو فنا فنائیت بھی فنا ہو جائے گی اور فناء الفناء کا مصداق بنے گا اس مقام میں علم سالک اور اس کی ذات وغیرہ کچھ باقی نہیں رہتا لِی[۲] مع اللہ وقتٌ کی طرف اشارہ ہے۔

(بقیہ ص۳۴) کے اسرار منکشف ہو جائیں گے اور وہ اپنے صانع کو دریافت کر لے گا ۱۲ شہید[۵] تمام موجودہ چیزیں مٹ جائیں گی لیکن خدا موجود بھی فنا نہ ہوگا ۱۲ شہید[۵] اس وقت بھی ویسا ہی ہے جب پہلے تھا اور پہلی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا ۱۲ شہید[۵] میں نے اپنے پروردگار کو اپنے پروردگار سے دیکھا ۱۲ شہید

[۱] یعنی نفس جس کے اثر سے انسان بُرے کاموں میں مشغول ہو جائے اور اپنے پروردگار کو بھول جاتا ہے تو مر جاتا ہے اور انسان کوئی ایسی خواہش نہیں کرتا جو ناجائز اور مذموم ہو بلکہ اس کی خواہشیں وہی ہوتی ہیں جو خدا کی خواہشیں ہیں ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید

اور مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰی الْحَقَّ[1] کا ظہور ہوتا ہے۔

شعر تو دریں گم شود کہ توحید ایں بود[2] گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود

سالک اس مرتبہ میں سیر الی اللہ جو اس کا مقصد ہے اور سیر فی اللہ جس کا اس کو تصور ہے تمام کر کے مقصد اصلی حاصل کرکے تمام موجودات کی علت اپنے ظہور کو جانتا ہے یعنی وجود سالک بالکل فنا ہو جاتا ہے حضرت بایزید بسطامیؒ اسی مقام پر فرماتے ہیں کہ میں جبتک غائب تھا اسے ڈھونڈتا تھا اور اپنے کو پاتا تھا اس وقت تیس سال سے جب اپنی تلاش کرتا ہوں تو خدا کو پاتا ہوں اس مرتبے کی تجلی اگر سالک پر ایک بار بھی پڑجائے تو ولی کامل ہو جائے مگر یہ مرتبہ بہت کم ظاہر ہوتا ہے بعض حضرات کے نزدیک ایک ہفتہ میں یا دو لمحہ یا ایک دن میں ایک دو لمحہ ظاہر ہوتا ہے تین دن یا کم زیادہ اور یہ عارف کی حالت پر مبنی ہے جیسی حالت ہوگی ویسی ہی فنائیت ہوگی ہر شخص اس کو نہیں سمجھ سکتا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ جب سالک کو خدا اس مرتبہ فنا سے بقا دینا چاہتا ہے تو اپنے نور سے باقی رکھتا اس مرتبہ کو جمع الجمع کہتے ہیں اور یہ مقام بڑی حیرت کا ہے اور اسے آخری مقام کہتے ہیں ؛

فائدہ۔ بقا باللہ رجوع الی البدایت کا نام ہے یعنی بدایت میں مبتدی کی نظر مظاہر پر سطحی پڑتی ہے اور یہ مقام باعث بہت بڑی غلطی کا ہوتا ہے اور اپنی بیخودی اور تعینات کے فنا ہو جانے کے بعد پھر تعینات کی طرف رجوع کرتا ہے اس وقت سب سے پہلے ذات مطلق پر نظر پڑتی ہے اس کے بعد ذات مطلق کے نور سے تعینات مظاہر کو دیکھتا ہے اگرچہ تعین کے اعتبار سے دونوں مرتبے ایک ہی ہیں لیکن فرق ظاہر ہے تو عارف ہر حالت اور ہر وقت میں خدا کے وجود کا تصور کرتا ہے اور کوئی چیز اس کو خدا کے دیکھنے سے اور خدا کا دیکھنا اور دوسری چیزوں میں دیکھنے سے نہیں روکتا ہے کیونکہ عارف حقیقت انسانی تک جو کہ الوہیت ہے" پہونچ گیا۔ جس طرح الوہیت کے واسطے وجوب و امکان برابر ہیں اسی طرح عارف کے لئے حق خلقت حق سے کوئی حاجب نہیں۔ وَمَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ اور اس کو خلق معدوم محض اور خدا موجود مطلق معلوم ہوتا ہے اور خدا کے علم کے ذریعہ سے اپنے کو مطلق قید میں آیا ہوا تصور کرتا ہے اور قیود کی وجہ سے اپنے کو بندہ سمجھتا ہے۔ اور کہہ اٹھتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ

---

[1] جس نے مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً خدا کو دیکھ لیا ہے ۱۲ شہید

[2] تم اپنے وجود کو خدا کے وجود میں فنا کردو کیونکہ توحید کے معنی یہی ہیں اپنے فنا کو فنا کردو کیونکہ تفرید یہی ہے ۱۲ شہید

ہو کر لوگوں کو اس تک پہونچا تا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس مقام کو برزخ البرازخ کہتے ہیں اور اس میں وجوب و امکان مساوی ہیں کسی کو کسی پر غلبہ نہیں مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ[1] بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ اس مرتبہ پر پہونچ کر عارف عالم پر متصرف ہو جاتا ہے۔ اور سخر لکم[2] مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ ذی اختیار ہو جاتا ہے اور خدا کی جس تجلی کو چاہتا ہے اپنے اوپر کرتا ہے اور جس صفت کے ساتھ چاہتا ہے متصف ہو کر اس کا اثر ظاہر کر سکتا ہے چونکہ اس میں خدا کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور خدا کے اخلاق سے وہ مزین ہے اور اس نے جمال اسبغ[3] علیکم نعمہ ظاہرۃ وباطنۃ کو دیکھا ہے اور نُورٌ عَلٰی نُور ہو گیا اس وجہ سے حال اس کے تابع ہو گیا ہے۔ **قطعہ**

ہیچ[4] کس ایں دردرا درماں نیافت ہیچ کس ایں راہ را پایاں نیافت

اے برادر بے نہایت درگہے ست ہرچہ بروی می رسی بروی ماست

فائدہ۔ سالک کو ذکر زبانی و دلی میں تنہائی اور مجمع میں باآواز اور بلا آواز رات دن مشغول رہنا چاہئے تاکہ اپنے کو اور اپنے ذکر کو بالکل بھول جائے اور محو کر دے انشاء اللہ ذاکر کے دل پر لا تعداد انوار واسرار الٰہی جلوہ فرما ہوں گے اور ان انوار کی روشنی میں جمال کا لطف اور تجلی حق حاصل ہو گی اور اپنے مقصد میں کامیابی ہو گی۔

فائدہ۔ مگر اس جگہ ہوشیار رہنا چاہئے اور مراقبہ کرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نور کی طرف متوجہ ہو جائے جو مطلوب نہیں ہے اور لطف اٹھا کر خسارہ اٹھائے اور رشک معشوقیت سے جل جائے اگرچہ خدا کے انوار صرف جلالی نہیں ہیں جمالی بھی ہیں مگر حفظ مراتب ضروری ہے اور اچھے برے میں امتیاز کرنا چاہئے ورنہ کفر اور زندیقیت کا ڈر ہے لہذا اچھے برے انوار کے علامات اور آثار جاننا چاہئیں۔

اچھے اور بُرے انوار آثار کی کیفیت

جب سالک کا دل خدا کا ذکر کرنے لگتا ہے اور ذکر تمام اعضاء میں سرایت کر جاتا ہے

---

[1] جو دو دریا ایک دوسرے سے ملتے ہیں انکو ملا دیا ان کے بیچ میں ایک پردہ یعنی حد ہے جس سے تجاوز نہیں کر سکتے ہیں ۱۲ شہید

[2] جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے اس کو تمہارے قبضہ اور تمہارے اختیار میں کر دیا ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید [3] خدا نے اپنی ظاہری اور پوشیدہ نعمتیں تم کو عنایت فرمائیں ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید [4] اس مرض کی کوئی دوا نہیں ہے اس راستہ کی کوئی انتہا نہیں ہے اس درگاہ کی کوئی نہایت نہیں جس پر تم پہنچو اسی پر رک نہ جاؤ یعنی خدا کے عشق کا کوئی علاج سوائے (باقی صفحہ ۱۳۱ پر)

اور غیر خدا سے دل بالکل پاک وصاف ہو جاتا ہے اور روحانیت سے تعلق خاص پیدا ہو جاتا ہے تو انوار الہٰی ظاہر ہونے لگتے ہیں کبھی وہ انوار خود اپنے میں دکھائی دیتے ہیں اور کبھی اپنے باہر تو اچھے انوار وہی ہیں جن کو دل ۔ سینہ یا سر یا دونوں طرف اور کبھی تمام بدن میں پائے اور جو انوار کبھی داہنے بائیں کبھی سامنے سر کے پاس ظاہر ہوتے ہیں وہ بھی اچھے ہیں مگر ان کی طرف توجہ نہ کرنا چاہئے کسی رنگ کا نور اگر داہنے شانے کے برابر ظاہر ہو تو وہ فرشتوں کا نور ہے اور اگر سفید رنگ کا ظاہر ہو تو کراماً[1] کاتبین کا ہے اور اگر سبز پوش خوبصورت آدمی یا کوئی اور اچھی صورت ظاہر ہو تو وہ فرشتہ ہے جو ذاکر کی حفاظت کے لئے آیا ہے اور اگر داہنے شانے سے کچھ ہٹا ہوا یا آنکھ کے برابر ہے تو وہ مرشد کا نور ہے جو راستہ کا رفیق ہے اور اگر سامنے ہے تو وہ نور محمدیؐ ہے جو سیدھے راستے کی تعلیم فرماتا ہے۔

اور اگر بائیں شانے کے متصل ظاہر ہو تو وہ فرشتوں کاتب سیئہ کا ہے اور اگر بائیں شانے سے دور ظاہر ہو خواہ کسی رنگ کا ہو شیطان کا نور ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دنیا کا نور ہے اسی طرح جو صورت یا آواز پیچھے سے یا بائیں طرف سے ہو وہ شیطان کا دھوکہ ہے لاحول سے دفع کرے اور اعوذ باللہ الخ پڑھے اور توجہ نہ کرے اور اگر نور اوپر سے یا پیچھے سے آئے تو وہ ان فرشتوں کا ہے جو حفاظت کے واسطے مقرر ہیں اور اگر بلا کسی جہت کے ظاہر ہو اور دل میں خوف پیدا کرے ۔ اور اس کے دفع ہو جانے کے بعد باطنی حضور نہ رہے تو وہ نور شیطان کا ہے ۔ لاحول پڑھنا چاہئے اور اگر اسی طرح بلا جہت ظاہر ہو اور اس کے زوال کے بعد حضور باطنی کی لذت نہ جائے ۔ اور اشتیاق وطلب اسی طرح غالب رہے تو وہی نور مطلوب ہے رَبَّنَا اٰتِنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ اور اگر دھوئیں یا آگ کے رنگ کا نور سینہ یا ناف کے اوپر سے ظاہر ہو تو خناس کا نور ہے ۔ اعوذ باللہ الخ پڑھنا چاہئے اور اگر سینے کے اندر یا دل پر ظاہر ہو تو وہ صفائے دل کا ہے اور اگر سرخ یا سفید زردی مائل نور دل سے ظاہر ہو تو دل کا ہے اور اگر خالص سفید ہے تو روح کا ہے جس نے طالب کے دل میں تجلی کر کے اپنی ہستی کو ظاہر کیا ہے اور اگر سر کی جانب سے ہے تو وہ نور بھی

(بقیہ صفحہ ۳۷) وصل کے نہیں ہے اور سالک جس انتہائی مرتبہ پر پہونچ جائے اور خیال کرے کہ
وہ دراصل انتہائی مرتبہ نہیں بلکہ خدا اس سے بھی بالاتر ہے ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید فرنگی محلی

[1] کراماً کاتبین لسان شرع میں دو فرشتے ہیں جو انسان کی اچھائیوں اور برائیوں کے لکھنے کے واسطے انسان کے دونوں شانوں پر متعین فرمائے گئے ہیں ۱۲ شہید

روح کا ہے اور آفتاب کے رنگ کا نور بھی روح کا ہے اور بعض اس کو نور ذات ٹھیراتے ہیں تو اگر یہ اوپر سے ہے تو ذات کا ہے اور اگر سامنے ہے تو روح کا ہے اور اگر چاند ایسا ہو تو دل کا ہے اور بعضوں کے نزدیک سامنے کا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جو **سلطانا نصیرا** **و سلطانا محمودا** کی طرف سے ظاہر ہو وہ بھی نور ذات ہے مگر سالک کو چاہیے کہ انوار میں سوائے مطلوب کے کسی طرف نہ متوجہ ہو اور سرور اور لطف نہ حاصل کرے بلکہ صرف نور الٰہی میں ترقی کرے کیونکہ خدا کی تجلیوں کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ اور اگر کاجل کی سیاہی کی ایسی تاریکی اور اس کے گرداگرد باریک اور مکدر نورانی خطوط ہوں تو وہ نور نفی کا ہے اگر اس طرف توجہ کریگا تو نفی حاصل ہوگی اور ماسوائے اللہ سے قلب کا صاف ہو جانا اور ہر آثاری افعالی وصفاتی تجلی (جس کا رنگ سفید اور سبز اور سرخ ہے) میں محویت اور فنا کا حاصل ہونا مقصد اصلی ہے جس ہوش میں آئے گا تو درد اور شوق اور بیقراری عشق ترقی کرے گی اور ہر تجلی سے ترقی کرکے دوسری تجلی سے لطف حاصل کرے گا۔ اس کی کیفیت کا بیان غیر ممکن ہے اور عروجی سیر کے پورا ہونے کے بعد تجلی ذات کا جلوہ دکھاتی ہے اور تجلی ذاتی کا آنکھ کی سیاہی کے مانند رنگ ہے اور اس میں عارف کی فناء الفنا ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہاں تجلیات کی ابتدا میں (عالم ناسوتی کے انوار و اوصاف کے مناسب) سالک کے قلب پر انوار مختلف حیثیتوں سے ظاہر ہوتے ہیں اور سالک ان انوار کی طرح مجسم نور بن کر عالم انوار کی سیر کرتا ہے تو سالک کو ان سے لذت نہ حاصل کرنا چاہیے اور نہ ان میں مشغول ہو اور اس کو خدا کی قدرت سمجھ کر صانع کی طرف متوجہ ہو پھر انشاء اللہ مرشد کی مدد سے سالک آسمان پر پہنچے گا۔ اور آسمان کی عجیب و غریب چیزوں کا معائنہ کرے گا اور انبیاء اولیاء اور فرشتوں کی روحوں سے نیاز حاصل کرے گا۔ اور فرشتوں کو مختلف صورتوں میں دیکھے گا اور انھیں کی طرح ان کے ساتھ آسمانوں پر صعود کرکے عجیب عجیب چیزوں کا نظارہ کرے گا۔ تو مرید کو ان سے لطف نہ اٹھانا چاہیے اور درد عشق اور شوق کے ساتھ ترقی کرے پھر ارشاد الٰہی اور مرشد کی توجہ سے عرش و کرسی پر پہنچے گا۔ اور کرسی کو نور عرش سے منور اور آفتاب کی مانند روشن پائے گا سالک کو اس سے لذت نہ اٹھانا چاہیے اور سب کو نفی کے تحت میں رکھنا چاہیے اس مرتبہ میں مرید عنصریت[۱] سے

---

[۱] انسان کے متعلق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ وہ چار عنصر آگ، ہوا، پانی، مٹی سے بنایا گیا ہے اور اسی سبب سے عنصری مادی کہلاتا ہے تو مصنف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مرتبہ کے حاصل کر لینے پر وہ عنصری نہ رہے گا۔ بلکہ اطلاق اور تجرد مادہ کی حالت پیدا کرلے گا۔ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ۱۲ شبیر

ترقی کر کے اطلاق کی حالت پیدا کر لے گا مگر اس حالت پر بھی اس کو مطمئن نہ ہونا چاہئے اور خدا کے مختلف اوصاف کا نظارہ کر کے اس کے دل میں عشق الٰہی کی آگ اور تیز ہو جائے گی اور اس کے ہوش و عقل کو بالکل جلا دے گی ہوش میں آنے پر شوق و محبت کی وجہ سے بیباکی سے گفتگو کرے گا لیکن اس کو خود اس کا احساس نہ ہوگا، نیز اسمالت کی وجہ سے وہ تمام چیزوں سے سوائے خدا کے قطع تعلق کر دے گا از روئے وصل اور درد عشق اور زائد ہو جائے گا۔ اگر خدا نے فضل کیا تو وہ ان تجلیات کیفی سے ترقی کر جائے گا اور اس پر تجلّی حقیقی بے کیفی ہوگی اور ان میں محو ہو جائے گا۔ اور ان تمام چیزوں سے بیخبر ہو جائے گا۔ اور سوائے خدا کے کسی کو بھی نہ دیکھے گا اور وجود خدا کا اس کو یقینی ثبوت پہنچ جائے گا۔ پھر ہوش میں آنے پر اپنی فنا کی وجہ سے وصال حق کے اشتیاق کی ایک خاص کیفیت محسوس کرے گا اور خدا کو اپنے وجود میں پا کر منصور[۱] کے ایسے کلمے کہنے لگے گا اور خود نہ جانے گا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ یہ تو تجلیات افعالی اور صفاتی تھے مگر اس کے بعد خدا کے فضل اور مرشد کی توجہ سے عشق بیقراری کے باوجود مطلوب حقیقی کی تجلّی ذاتی اس پر ہوگی اس مرتبہ میں وہ اپنے وجود سے اس قدر بے خبر ہو جائے گا۔ کہ اپنے فنا کا احساس بھی نہ کرے گا اور فناء الفنا حاصل ہوگی۔ اس کے بعد اس کو فنائے حقیقی حاصل ہوگی اور حفظِ مراتب کا پاس کرے گا اور خدا کی خلافت پائے گا۔

دوسرا باب حضرات قادریہ جیلانیہ کے اذکار و اشغال کے بیان میں

اس خاندان میں کلمۂ طیبہ معمولی آواز سے اس طرح تعلیم فرمایا جاتا ہے کہ لا الٰہ کو پوری طاقت سے بدن کے اندر سے کھینچ کر الا اللہ کی دل پر ضرب لگائے اس طرح خلوت میں روز و شب مشق کرے اور جس قدر ہو سکے اس کی تکرار کرے اور ہر سو کے بعد ایک بار محمد رسول اللہ کہے اور ایک نشست میں ایک ہزار ایک سو گیارہ بار پڑھنا بہتر ہے اس میں مزاولت کے بعد اسے ایک خاص قسم کی محویت اور لطف حاصل ہو گا اس کے بعد نفی و اثبات کا طریقہ اس طرح تعلیم کرتے ہیں کہ رو بہ قبلہ دو زانو باادب بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے پوری قوت سے لا کو ناف کے نیچے سے کھینچ کر باہر لائے اور داہنے شانے تک پہنچا کر الٰہ کو ام الدماغ سے نکالے اور الا اللہ کی بہت

[۱] حضرت منصور رحمہ اللہ انا الحق یعنی میں خدا ہوں فرمایا کرتے تھے اسی رتبہ کے حاصل ہونے پر جب خدا کے وجود کو اپنے میں پائے گا تو بے اختیاری سے ایسے دعوے کرنے لگے گا۔ مولانا صبغت اللہ شہید فرنگی محلی ۱۲۔

زور سے قلب پر ضرب لگائے اور لا الہ کہتے وقت خیال کرے کہ سوائے خدا کے نہ کوئی موجود ہے نہ کوئی مقصود ہے اور نہ کوئی معبود ہے تاکہ غیر کی ہستی کا خیال جاتا رہے اور الا اللہ سے وجود مطلق کے اثبات کا خیال کرے۔

حبس نفی و اثبات کا طریقہ

سانس کو ناف کے نیچے روکے اور غیر خدا کی نفی کا تصور کر کے لا کو داہنے پستان کے متصل لیجا کر لفظ الٰہ کو دماغ سے نکال کر دل پر الا اللہ کی ضرب لگائے اور سانس باہر نکالتے وقت چپکے سے محمد رسول اللہ کہے اور سینہ کی طرف اشارہ کرے پہلے دن یہ عمل تین دفعہ کرے پھر ہر روز ایک ایک زائد کرتا جائے یہاں تک کہ دو سو یا اس سے زائد ہو جائے اس کا فائدہ اوپر گذر چکا ہے۔

پاس انفاس کا طریقہ

سانس باہر کرتے وقت لا الہ اور لیتے وقت الا اللہ دل سے کہے

اسم ذات با ضربات کا طریقہ

اس کے بعد اسم ذات کو ضربات کے ساتھ کہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ یک ضربی میں لفظ اللہ کی پوری طاقت اور زور سے دل پر ضرب لگائے پھر ٹھہر جائے تاکہ سانس ٹھہر جائے پھر ضرب لگائے اسی طرح مشق کرے اور دو ضربی میں پہلی ضرب داہنے گھٹنے پر اور دوسری قلب پر لگائے۔ اور سہ ضربی میں پہلے داہنے گھٹنے پر اور دوسری بائیں پر اور تیسری ضرب دل پر لگائے اور چار ضربی میں پہلی دوسری دائیں بائیں گھٹنے پر اور تیسری سامنے اور چوتھی ضرب دل پر لگائے۔ لیکن یک ضربی دو ضربی اور سہ ضربی میں تو دو زانو اور چہار ضربی میں چوزانو بیٹھنا چاہئے۔

دوسری فصل اشغال قادریہ کے بیان میں اسم ذات خفیہ کا طریقہ

ان اذکار کے بعد اسم ذات خفیہ تعلیم فرماتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے ملائے اور جس قدر ہو سکے قلب سے اللہ اللہ کہے اور رات دن یہی تصور رکھے تاکہ پختہ خیالی حاصل ہو اور ذکر میں کوئی زحمت نہ ہو اور اگر اسم ذات سے پاس انفاس کرے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ناف

پر اسم ذات کا تصور کر کے لفظ ہو کو خیالی طریقہ سے دراز کر کے آسمان پر لے جائے اسی طرح ہر سانس میں کرے اور اس خاندان کے ذکر آرہ کا مخصوص طریقہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

برزخ اکبر کا شغل

اس کے چند طریقے ہیں اوّل یہ کہ حبس دم کر کے دونوں ابروؤں کے بیچ میں نظر رکھے دوسری نظر ہوا میں رکھے تیسرے داہنی آنکھ کھلی اور بائیں بند رکھے اور ناک کے داہنے نتھنے پر وجود مطلق (خدا) کے نور کا جو تمام قیدوں سے پاک ہے) تصور کرے تاکہ وہ نور ظاہر ہو اور فنائے حقیقی حاصل ہو مگر اس عمل میں پلک نہ جھپکنا شرط ہے اور یقین کرے کہ میں جو دیکھتا ہوں اور جس کو پاتا ہوں وہی میرا مقصود ہے انشاء اللہ مقصود جلد حاصل ہوگا۔

اسم ذات کا شغل

اسم ذات کے شغل کا طریقہ یہ ہے کہ کاغذ پر قلب[1] صنوبری کی سرخ یا نیلی تصویر کھینچکر اس میں اللہ سونے یا چاندی کے پانی سے لکھ کر اس پر نظر رکھے یہاں تک کہ یہ نام دل پر منقوش ہو جائے یا لفظ اللہ کی صورت دل پر لکھے اور اس کی طرف متوجہ رہے تاکہ اس کے حواس سے غیب ظاہر ہو۔

شغل دورہ قادریہ کا طریقہ

سالک کو چاہئے ادب سے دوزانو قبلہ رو بیٹھے اور آنکھیں بند کرے زبان کو تالو سے لگا کر اللہ سمیع کا حضور قلب سے تصور کرے اور خط نورانی ناف سے نکال کر وسط سینہ تک (جو لطیفہ سر کا مقام ہے) پہنچائے اور اللہ بصیر کو سینہ سے نکال کر دماغ تک پہنچائے اور اللہ علیم کو ام الدماغ سے نکال کر عرش تک پھر عرش سے دماغ تک اور اللہ بصیرؒ کو دماغ سے سینہ تک اور اللہ سمیع کو سینہ سے ناف تک لائے اس دورہ کے بعد پھر ناف سے شروع کرے تدریجاً عروج و نزول کے طریقہ سے مشغول رہے بعضے اس شغل میں اللہ قدیرؒ کو شامل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ قدیرؒ کو چوتھے آسمان تک اور اللہ علیمؒ کو عرش تک پہنچائے اور وہاں ٹھہر جائے اس شغل کی کیفیتیں بہت مشغول ہونے سے معلوم ہوتی ہیں۔ اس شغل کے فوائد و ثمرات حاصل

---

[1] اس کی شکل یہ ہے (اللہ)

ہونے کے بعد مراقبہ تلقین فرماتے ہیں۔

تیسری فصل مراقبات قادریہ کے بیان میں

مراقبہ رقیب سے مشتق ہے اور عربی میں رقیب نگہبان اور محافظ کو کہتے ہیں تو گویا سوائے اللہ کی یاد اور غیر حق سے دل کو محفوظ رکھے اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس آیت یا کلمہ کا مراقبہ منظور ہو اس کو زبان سے کہے اور اپنے کو ذلیل و کمتر سمجھ کر اور بہ قبلہ رو دو زانو بیٹھے اور غیر خدا سے دل کو صاف کرکے اس کے معنی کے تصور میں منہمک ہو جائے حدیث شریف میں معنی کے متعلق ہے الاحسان[1] ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک اور قرآن مجید کی آیت کل من علیھا[2] فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام گویا تمام مراقبوں کی اصل ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے کو بالکل مردہ اور بوسیدہ اور خاک خیال کرے اور آسمان کو شگاف دار اور تمام دنیا کو درہم برہم (جیسا کہ قیامت کے دن ہو جائے گی) تصور کرے اور خدا کی ذات کو موجود باقی خیال کرے جس وقت تک محویت اور بے خودی نہ پیدا ہو جائے اسی شغل میں مشغول رہے اور اس کے حاصل ہونے کے بعد دوسرے مراقبوں میں مشغول ہو۔

دوسرا مراقبہ

اَللّٰہُ نُوْرُ[3] السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خیال کرے کہ جس طرح خدا کا وجود ہر جگہ ہے اس طرح اس کا نور تمام عالم پر ہے اور مستغرق ہو جائے اور ایسا ہی اس اِنَّ الْمَوْتَ[4] الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ

آیت کا مراقبہ

اور اَیْنَمَا[5] تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ کا مراقبہ کرے اس کے علاوہ اور دیگر کلمات مذکورہ بالا کا مراقبہ کرے جب ان مراقبات سے فائدہ حاصل ہونے لگتا ہے اور انوار

۱؎ بہتر اور اچھائی یہ ہے کہ تم اس طرح عبادت کرو گویا خدا کو تم دیکھتے ہو اگر اس خیال پر قدرت نہ ہو تو یہ خیال کرو کہ خدا تم کو دیکھتا ہے ۱۲ مولانا [illegible] شہید ۲؎ دنیا میں جو کوئی ہے وہ ختم ہونا ہوگا اور بزرگی اور بڑائی والا خدا باقی رہے گا ۱۲ شہید ۳؎ خدا زمین اور آسمان کا نور ہے ۱۲ ۴؎ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو ضرور پالے گی ۱۲ ۵؎ تم جہاں کہیں ہو گے تم کو ضرور پالے گی خواہ مستحکم گھروں میں ہوئے برجوں میں ہو ۱۲ شہید۔

وکیفیات ظاہر ہونے ہوں تو مراقبہ توحید تعلیم کیا جاتا ہے اور اس کی چند قسمیں ہیں۔

اوّل مراقبۂ توحید افعالی

اس کا طریقہ یہ ہے کہ تمام دنیا کے حرکات وسکنات کو بندگی کے حرکات وسکنات جانے اور ظاہری کام کرنے والوں کو آلہ اور خدا کو فاعلِ حقیقی خیال کرے اس پر پورے طریقہ سے پابندی کرنے پر عجیب ثمرہ اور بہتر اخلاق ظاہر ہوں گے اور اچھائی برائی ہیں کوئی فرق ظاہر نہ ہوگا۔ رباعی

مردانِ راہ[1] نفس ہوا شکستند از نیک وبد زمانہ رستند
در بحر فنا چو غوطہ خوردند جز حق ہمہ را وداع کردند

دوسرا مراقبہ توحید صفاتی کا ہے

اور وہ یہ ہے کہ اپنے اور تمام دنیا کے وجود کو خدا کے صفات کا عکس سمجھے اور اسی خیال ہیں مستغرق ہوجائے اس کے فوائد بھی کل کے کل نہیں قلمبند کئے جاسکتے مختصراً یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ مراقبہ کرنے والا اپنے کو کثرت فی العالم کا منبع سمجھتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے جسم کو وسیع اور چوڑا پاتا ہے اور اس مرتبہ زمین سے عرش تک تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور تمام عالم کا وجود اپنے میں پاتا ہے اور ہر چیز کی حقیقت اس پر منکشف ہوجاتی ہے اور یہ کشف غلط نہیں ہوتا بلکہ واقعی ہوتا ہے لیکن اس میں نہ ٹھیرے اور ان انوار کا قصد کرے جو ذات کے حجاب ہیں اور بعض وقت جو مختلف قسم کے نور ظاہر ہوتے ہیں وہ بھی وجود مطلق کے حجاب ہیں۔ دربارِ الٰہی میں عجز وانکساری سے دعا کر کے خیالی طریقہ سے اس سے گذر جائے اور ان پردوں کے بعد ایک جمالی پردہ ہے (جو لطیف اور بے رنگ ہے) کبھی اس پر توقف ہوجاتا ہے۔ اور بعضے اس کو غرض اصلی سمجھ کر ٹھیر جاتے ہیں مگر خدا کی مدد شامل ہے تو یہ پردے باآسانی طے ہوجائیں گے اور ذات مطلق کی معرفت کا فخر حاصل ہوگا اور اس جگہ عجیب وغریب حالات پیش آئیں گے اس کو اصطلاح میں سیر فی اللہ کہتے ہیں اور اس کی کوئی انتہا نہیں اور یہ مقام سلوک ومعرفت کا منتہا خیال کیا جاتا ہے۔

[1] جو لوگ دنیاوی لوازمات سے بری ہوجاتے ہیں ان کو اچھائی برائی کا امتیاز نہیں رہتا غوطہ لگاتے ہیں تو سوائے خدا کے دنیا کی تمام چیزوں سے جدا ہوجاتے ہیں۔ ۱۲ شہید

تلبیس امر اقبہ

توحید ذاتی کے مراقبہ سے محققین نے منع کیا ہے اور توحید ذاتی یہ ہے کہ تمام چیزوں کو خدا جانے اور غیر خدا کو معدوم سمجھے اور وجہ اس کی یہ ہے یہ سمجھنا بغیر وجدان کامل کے نہیں ہو سکتا ہے مجملاً یوں سمجھنا چاہئے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے انشاء اللہ تدریجاً پورے طور پر کشف ہونے لگے گا۔ اور ابتدا میں تحقیق اور تلاش نہ کرنا چاہئے۔

ذکر برائے شفائے مریض

در راست یا اَحَدُ چپ یا صَمَدُ طرف آسمان یَا وِتْرُ در دل یَا نُوْرُ دو ہزار بار بگوید۔

فائدہ مراقبہ میں پابندی اور مشق کرنی چاہئے تاکہ یہ حالت ہو جائے کہ دل مراقبہ سے بمشکل ہٹے اور مراقبہ سے دل پھیرنا ناممکن ہو اور اس سے حضوریت اور محویت حاصل ہو اور اپنے اور تمام عالم کا عدم بعد وجود حق ثابت ہو جائے اور اس کے ایک لمحہ بھی موقوف ہو جانے میں جان کی ہلاکت کا ڈر ہے

ارواح اور ملائکہ کے کشف کا طریقہ

سالک داہنے سُبُّوْحٌ اور بائیں قُدُّوْسٌ اور آسمان کی طرف رَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ اور قلب پر وَالرُّوْحِ کی ہزار بار ضرب لگائے اور مقصود کی طرف متوجہ ہو جائے توجس روح سے ملاقات کرنی مقصود ہوگی وہ بیداری یا خواب میں ملاقات کرے گی دو ہزار ضربیں لگانے سے مقصود جلد حاصل ہوگا۔

آیندہ کے حالات سے باخبر کر دینے والا ذکر

داہنے یا اَحَدُ اور بائیں یَا صَمَدُ اور سر شانے کی طرف پھیر کر یَا حَیُّ اور دل میں قیوم کی ایک ہزار ضربیں لگائے اور بلاؤں کے دور کرنے کے لئے اسی طرح ایک ہزار ضربیں لگانا مجرب ہے۔

بیمار کی شفا کے لئے ذکر

داہنے یا اَحَدُ اور بائیں یَا صَمَدُ اور آسمان کی طرف یا وِتْر دل میں یا فرد ایک ہزار بار کہے

مشکل چیزوں کے حاصل کرنے اور آیندہ کے متعلق واقفیت حاصل کرنیکا ذکر

نماز تہجد کے بعد ہزار ہزار بار داہنی طرف یا حی بائیں طرف یا قیوم اور آسمان کی طرف یا وھاب اور دل میں یا اللہ کی ضرب لگائے اور دعا کرے۔

کشف قبور کے واسطے ذکر

پہلے اکیس بار یا رب کہے اور آسمان کی طرف یا روح اور قبر پر یا روح اور دل پر یا روح الروح کی ضرب لگائے۔ انشاء اللہ خواب یا بیداری میں میت کا حال معلوم ہو جائے گا۔
دوسرا طریقہ۔ پہلے قبر کے پاس بیٹھ کر میت پر فاتحہ پڑھے اور پھر آسمان کی طرف اکشف لی یا نور اور دل پر اکشف لی یا نور اور قبر پر عن حالہ کی ضرب لگائے اور قلب کی طرف متوجہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے کشف کا ذکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ کا تصور کر کے درود شریف پڑھے اور داہنی طرف یا احمدُ اور بائیں طرف یا محمدؐ اور یا رسول اللہ ایک ہزار بار پڑھے انشاء اللہ بیداری یا خواب میں زیارت ہوگی۔

حاجت براری کا ذکر

جو کوئی مشکل یا ضرورت پیش آئے اس کے موافق اسمائے حسنیٰ میں سے کوئی نام لے کر سہ ضربی یا چہار ضربی میں مشغول ہو جائے مثلاً کشایش رزق کے واسطے یا رزاق اور مریض کی شفا کیواسطے یا شافی اور موذی جانوروں سے بچنے کے واسطے یا حفیظُ اور فاتحہ کے لیے یا صمدُ اور دشمن کے دفع کرنے کے لئے یا قوی اور بلا کے دفع کرنے اور دل کی تفریح کے لئے یا حیّ یا قیوم وعلیٰ ہذا القیاس

باب ۳ حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ کے اذکار و اشغال

جب سچا طالب خدا کی عنایت سے اس سلسلہ کے بزرگوں میں سے کسی کو اپنا وسیلہ کرتا ہے پہلے

استخارہ فرماتے ہیں پس اجازت ملے گی یا نہ ملے گی اجازت مل جانے پر اس میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور ممانعت کی صورت میں جواب دیتے ہیں کیونکہ اس کی قیمت دوسری جگہ متعلق ہے اور مرشد کی توبہ بھی استخارہ کی قائم مقام ہوتی ہے۔

استخارہ کا طریقہ

عشاء کی نماز کے بعد تازہ وضو کر کے صدق دل سے [1] استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحیّ القیوم واتوب الیہ ایک سو ایک بار پڑھے اور اپنے تمام اندرونی اور ظاہری گناہ سے توبہ کرے اور خیال کرے کہ میں پھر مسلمان ہوا اس کے بعد دو رکعتیں نماز استخارہ کی اس نیت سے پڑھے کہ میں خدا سے آرزو کرتا ہوں کہ مرشد کے وسیلہ سے مجھ کو شریعت محمدیؐ کا پابند کر دے اور پہلی رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد قل یا ایہا الکافرون خشوع و خضوع سے پڑھے۔ اور بارگاہ الٰہی میں روئے اور سلام پھیر کے ایک سو ایک بار کلمہ تمجید پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے اور جب نیند کا غلبہ ہو تو وہیں زمین پر سو رہے اور اگر کوئی عذر ہو تو جہاں چاہے سو رہے اور سوتے میں جو کچھ خواب دیکھے مرشد سے بیان کرے اور حالت استخارہ میں اپنے دل کی حالت پر غور کرے اگر قلب میں اعتقاد کی وہی مضبوطی ہے۔ تو یہی بشارت ہے پس مرشد کو چاہئے کہ مرید کر کے اسم ذات بواسطۂ لطائف ستہ کی اس طرح تعلیم دے کہ زبان کو تالو سے ملا کر آنکھیں بند کر کے خیالی زبان سے قلب صنوبری سے اس طرح کہے کہ خدا کے اسم کو اس کی ذات کا غیر نہ تصور کرے اور اٹھتے بیٹھتے حتی الوسع یہ خیال قائم رکھے۔

لطائف ستہ کا بیان اور ان کے ذکر کا طریقہ

انسان کے جسم میں چھ [۶] جگہیں انوار اور برکتوں سے پر ہیں اور یہی لطائف [2] کہلاتے ہیں۔ اول لطیفہ قلبی اس کی جگہ بائیں پستان سے دو انگل نیچے ہے اور اس کا نور سرخ ہے دوسرے لطیفہ روحی اس کی جگہ داہنے پستان سے دو انگل نیچے ہے اور اس کا نور سفید ہے تیسرے لطیفہ نفس اس کی جگہ

---

[1] میں اس خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو زندہ اور قائم ہے اور میں اسکی درگاہ میں توبہ کرتا ہوں ۱۲ شہید

[2] مختلف کشفوں کی وجہ سے لطائف کا بھی رنگ بدل جاتا ہے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ لطیفہ قلبی کا نور سرخ ہے لیکن بعضوں کے نزدیک زرد بھی ہوتا ہے اس وجہ سے تحقیق یہی ہے کہ انوار کا پابند نہ ہونا چاہئے بلکہ مقصود اصلی کی طرف متوجہ ہونا چاہئے ۱۲ شہید۔

ناف کے نیچے ہے اور اس کا نور زرد ہے۔ چوتھے لطیفہ سری اس کی جگہ سینہ کے درمیان ہے۔ اور اس کا نور سبز ہے۔ پانچویں لطیفہ خفی اس کی جگہ ابرو کے اوپر ہے۔ اور اس کا نور نیلگوں ہے۔ چھٹے لطیفہ اخفی اس کا مقام ام الدماغ اور اس کا نور سیاہ ہے آنکھ کی سیاہی کے مانند۔

فائدہ۔ سالک کو ان چھ لطیفوں کا یہاں تک ذاکر ہونا چاہئے کہ خود ان کے ذکر سے واقف ہو جائے اور مرشد اس ذکر کو لطیفہ مریدین میں ڈالنے کی طرف توجہ کرے۔ اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرے اور مرید سے زبان کو تالو میں چمٹوا کے بغیر زبان ملائے قلب سے اسم ذات ادا کرنے کو کہے اور خود ہمت سے توجہ کرے یعنی اپنے قلب کے منہ کو مرید کے قلب پر تصور کرے اور غیر خدا کے خیال کو اس کے دل میں آنے سے روک کر اس کے قلب کو اپنی طرف جذبۂ قلبی سے مائل کرے۔ تاکہ اس توجہ کے اثر سے اس کے لطیفہ میں حرکت پیدا ہو اور ذکر جاری ہو جائے اسی طرح ایک گھنٹہ سے کم و بیش مرید کی طرف متوجہ رہے اور خیال کرے کہ یہ تصرف جو مجھ کو حاصل ہوا ہے بزرگان سلسلہ کی اعانت اور توجہ سے ہے۔

فائدہ: قلب صنوبری قلب حقیقی (جو عالم امر سے ہے) کا نشیمن ہے اور اس کو حقیقت جامع بھی کہتے ہیں اور خدا کی عادت جاری ہے کہ جب مرید اپنے قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو مبدء فیض سے قلب حقیقی کے واسطے سے اس کو فیض پہنچتا ہے۔

جب لطیفہ قلبی کی مشق کامل ہو جائے اور فنائے قلبی حاصل ہو جائے تو باقی لطائف کی الگ الگ مشق کرنی چاہئے اور فنائے لطائف یہی ہے کہ لطیفہ میں مستغرق ہو جائے اور اس میں تکلیف کی ضرورت نہ ہو۔

اور کبھی مرید پر لطیفہ میں انوار اور تجلیاں ظاہر ہوتی ہیں ایسی حالت میں اس کو ان میں محو نہ ہونا چاہئے بلکہ خدا کے منزہ اور پاک ہونے کا خیال کرنا چاہیے اور لطیفہ قلبی میں نفی و اثبات صغیر بھی تعلیم کیا جاتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں اور ہونٹ بند کر کے سانس ناف کے نیچے سے نکال کر قلب میں روکے اور لا کو ناف سے نکال کر گلے تک پہنچا کہ اِلٰہَ کو گلے سے لطیفہ روحی تک لا کر اِلَّا اللّٰہ کی دل پر اس طرح ضرب لگائے کہ اس کا اثر تمام لطیفوں پر پہونچے اور غیر اللہ کی نفی اور خدا کی ذات کے اثبات کا تصور کرے پہلے ایک سانس میں ایک دفعہ کرے اور تدریجاً ترقی دیتا جائے یہاں تک کہ اکیس مرتبہ تک پہنچائے لیکن طاق عدد کا اور مدو شد کا خیال رکھے تاکہ اثر۔

ظاہر ہو اور اگر اثر نہ ہو تو یہ بے حاصلی کی دلیل ہے پھر از سر نو شروع کرنا چاہئے اور ذکر کا اثر یہ ہے کہ نفی کے وقت وجود انسانی کی بالکل نفی ہو جائے اور حالت اثبات میں جذبات الہٰی کا ظہور رہو اس ذکر میں ایسا منہمک ہونا چاہئے کہ مذکور یعنی خدا کا ذکر انسان کے دل پر غائب ہو جائے وہ معشوق کا نام بھول کر جلوۂ معشوق میں محو ہو جائے۔

لطائف ستہ کے شغل کا بیان

ناف کے نیچے سے سانس کھینچ کر جس لطیفہ کا شغل منظور ہو اس پر ٹھہرائے اور جس قدر ممکن ہو اسم ذات میں اس کے معنی اور اس جگہ کے نور اور واسطہ کے ساتھ منہمک ہو جائے اور اسم کو ذات کا غیر نہ سمجھے بعض لوگ ان مقامات کا ذکر بغیر حبس دم کے کرتے ہیں اور ذکر وہی اسم ذات ہے۔

ذکر جاروب کا طریقہ

ان لطائف میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ اسم ذات کے تصور کے ساتھ سانس کو پوری قوت سے (بغیر سانس روکے ہوئے) جس لطیفہ کی جاروب مقصود ہو اس سے کھینچ کر ہو کی ضرب اسی لطیفہ پر لگائے مثلاً اگر لطیفۂ قلبی کی جاروب کرتا ہے تو اسم ذات کے تصور کے سانس کو قلب سے کھینچ کر موضوع روح تک لا کر ہو کی ضرب قلب پر لگائے یہی ہر لطیفہ کی جاروب میں ہونا چاہئے اور ذکر ارّہ کا طریقہ ان لطائف میں یہ ہے کہ اسم ذات کے تصور کے ساتھ سانس کو جو لطیفہ مقصود ہے اس سے الٹا کھینچ کر اسی لطیفہ پر ہو کی ضرب لگائے چنانچہ جاروب لطیفہ قلب کے بیان میں ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن جب چھوں لطیفوں کی مشق سے فارغ ہو جائے اور ان میں کمال حاصل ہو جائے تو مرشد کو تمام لطائف کی طرف یکبارگی توجہ کرنے کو فرمانا چاہئے اور خود بھی، توجہ کرنا چاہئے تاکہ تمام لطیفے بآسانی جاری ہو جائیں اگر لطائف کی سیر کی کچھ تجلیاں ظاہر ہوں تو ان میں مشغول ہو کر بے پروا نہ ہو جائے بلکہ ترقی کی خواہش کرنا چاہئے۔

فائدہ

اصطلاح صوفیہ میں اس سیر کو سیر لطائف کہتے ہیں اور اس کے تمام ہونے پر اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں۔

سلطان الاذکار کا طریقہ

مرید کو سر سے پیر تک اپنے جسم کے ہر ہر بال کی طرف متوجہ ہو کر اسم ذات کا تصور کرنا چاہئے اور مرشد کو بھی ہر ہر جز کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور شغل میں اس قدر منہمک ہو جائے کہ جسم کا ہر ہر بال ذکر کرنے لگے یہاں تک کہ اگر اس کی طرف سے توجہ ہٹانا چاہے تو قدرت نہ رکھے یہاں تک نو وہی اذکار بیان کئے گئے ہیں جو لطائف ستہ کے ضمن میں ہیں کیونکہ اس سلسلہ کے مشائخ عظام کے نزدیک اس راستہ میں منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے سات قدموں کی ضرورت ہے ان میں سے پانچ قلب، روح، سر، خفی، اخفی عالم امر سے ہیں اور نفس اور قلب دو عالم خلق سے ہیں۔ اور قالب چار عنصر سے مرکب ہے اب اس صورت میں دس لطیفے ہوئے سالک کو قلب سے جو عالم امر سے ہے شروع کراتے ہیں نصف دائرہ اس وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے کہ بہت قریب ہے اور لطائف قالب یعنی عناصر رابعہ کو نفس کے ضمن میں سلوک فرماتے ہیں اس کے بعد نفی واثبات کا ذکر تعلیم فرماتے ہیں

نفی واثبات کا طریقہ

ہمیشہ سے کمالات اور ولایت اور اس طریقہ کی بنا اسی ذکر پر ہے اور لطائف ستہ میں اسم ذات کا ذکر قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی کی تجویز سے ہے

شغل نفی واثبات کا طریقہ

آنکھیں بند کر کے زبان کو تالو سے اچھی طرح ملا کر سانس کو ناف کے نیچے سے کھینچ کر دماغ میں لائے اور لا کو ناف سے کھینچ کر ام الدماغ تک لے جائے اور وہاں سے الٰہ کو لطیفہ روحی کی طرف لا کر الا اللہ کی ضرب دل پر لگائے اور لا الٰہ سے غیر کی نفی کا خیال کرے اور الا اللہ سے ذات باری (جو بے کیف ہے) کے ثابت کرنے کا خیال کرے اور مبتدی لا معبود الا اللہ اور متوسط لا مقصود الا اللہ اور منتہی لا موجود الا اللہ کا تصور کرے اور ایک سانس میں زائد سے زائد اکیس بار کہے اگر اس ذکر کا اثر (یعنی غیر اللہ سے بے تعلقی) دل میں پیدا ہو جائے تو خدا کا شکر ادا کرے۔ ورنہ پھر شروع سے ابتدا کرے تاکہ اس کا اثر پیدا ہو مگر اسی کے افکار کا طریقہ ختم ہوا اور اکثر مشائخ نقشبندیہ کا یہ سلوک

یہیں تک ہے اس کے بعد مراقبات اور اذکار ہیں جواب بیان ہوتے ہیں پہلے مرید کو فنائے افعال (جس کو توحید افعالی کا مراقبہ کہتے ہیں) تعلیم فرماتے ہیں۔

توحید افعالی کا مراقبہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرید اپنے افعال اور تمام موجودات کو خدا کے افعال کا مظہر سمجھے اور تمام چیزوں کا فاعل حقیقی سمجھے تو غیر کی فاعلیت کا خیال جاتا رہے گا۔ اور اس کے فنائے صفات کا مراقبہ (جس کو توحید صفاتی کا مراقبہ بھی کہتے ہیں) تعلیم کرے یعنی اپنے اور تمام موجودات کے صفات کو خدا کی صفات میں مستہلک سمجھے یہاں تک کہ حدیث کُنْتُ لَہٗ سَمْعُہٗ وَبَصَرُہٗ[۱] کا مصداق ہو جائے اس کے بعد فنائے ذاتی کا مراقبہ (جس کو توحید ذاتی کا مراقبہ کہتے ہیں) تعلیم فرماتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ قلب حقیقی جو سراسر نور ہے کو دیکھ کر اپنے کو تمام موجودات کو خدا کی ذات کا مظہر خیال کرے اور اس کے سوا کسی نہ دیکھے اس توجہ سے کبھی غافل نہ ہو جائے۔ تو اس مقصد کی طرف پھر متوجہ ہو جائے یہاں تک کہ اس کے مشاہدے کے نور میں مستغرق ہو جائے اور سوائے ذات خدا کے اپنے اور اپنے غیر کو معدوم سمجھے۔

معلوم کرنا چاہئے کہ اس نسبت کو مکمل کرنے کے لئے بعضے ذکر فوار یر تعلیم فرماتے ہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ حقیقت جامع کو آفتاب کے مانند اور تمام موجودات کو شیشہ کے مانند خیال کرے اور تصور کرے کہ یہ شیشے ہیں آفتاب کے مقابلے اور اس کے نور کی وجہ سے روشن ہیں اور ان میں اس نور کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس مراقبہ میں کامل ہونے پر وہ تمام موجودات میں وجود مطلق کو ساری دیکھ کر کسی دوسرے کو موجود مطلق نہ سمجھے گا۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ[۲] اسی حالت کی خبر دیتا ہے اور غلبۂ شہود اور حق معیت کی وجہ سے تمام چیزوں کو حق پائے گا اس کو صوفیہ کی اصطلاح میں توحید وجودی کہتے ہیں۔ ولایت لطیفہ قلبی (جو عالم امر سے ہے) سے متعلق ہے یعنی یہ ولایت اس سے شروع ہوتی ہے اور تمام چیزوں سے بے خبر اور غافل ہونے پر خدا کے جمال کا مشاہدہ ہو تو اس نسبت کو توحید شہودی کہتے ہیں۔ اور یہ ولایت

---

[۱] حدیث شریف میں ہے جو بندہ میرا ہو جاتا ہے اور مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے میں اس کے کان اور آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا اور دیکھتا ہے ۱۲ شہید [۲] جس نے اپنی ذات کی واقفیت حاصل کرلی اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا ۱۲ شہید

لطیفۂ روح اعظم (جو محض نور ہے) سے متعلق ہے اور یہ دونوں ولایت کے رتبے اولیا کے ساتھ مخصوص ہیں اس مرتبہ پر علم لدنی و مرتبۂ قطبیت و ابدالیت حاصل ہوتے ہیں وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ جب یہ نسبت مکمل ہوجائے تو مرید کو ان تجلیوں اور مشاہدوں سے لطف حاصل کرکے سکون نہ لینا چاہیئے بلکہ ترقی کا آرزو مند رہنا چاہئے اگرچہ یہ بھی ولایت کا کمال ہے لیکن اس میں ایک گونہ شرک منصور ہوتا ہے تاکہ مطلوب حقیقی کا حصول بغیر کسی چیز کے میاں کے ہو اس کے بعد مرید کو چاہیئے کہ مرشد کی توجہ سے اپنے کو ان تجلیوں اور مشاہدات اور واردات (اگرچہ یہ سب لطیف ہوں) کے غلبہ اور تمام خیالات اور ذہنی باتوں سے خواہ حق ہوں خواہ ناحق ہوں خالی اور پاک کرے اور مرشد کی تلقین سے مراقبۂ نایافت و وراء الوراء میں منہمک ہوجائے۔

مراقبہ نایافت

کا طریقہ یہ ہے کہ لطیفہ سری کو مذکورۂ بالا واردات سے خالی کرکے اس پر باطنی نظر رکھے اور خدا کو تمام باتوں سے پاک تصور کرے اور جو کچھ اس کے ذہن میں ہو اس کو سب سے پاک اور بے جہت اور بے کیف سے مانگے تاکہ اس کی نظر میں مطلوب کے سوا کچھ نہ رہے یہاں تک کہ نور یقین کے سوا سب چیزوں سے بے خبر ہوجائے اسی طرح پاکی اور صفائی کو درجہ کمال تک پہنچائے اور کہیں سکون نہ لے۔ شعر

اے برادر بے نہایت درگہیست[1]　　ہر چہ بروے میرسی بروے مایست

اور جب نفی کی حاجت باقی نہ رہے اور آئینہ سری تصورات اور توجہ سے صاف اور روشن ہوجائے تو رتبہ نایافت اور وراء الوراء اور ولایت اخص (جو ملائکہ اور مقربین کی ولایت ہے) حاصل ہوجاتا ہے اور یہ ولایت لطیفہ سری سے متعلق ہے۔ واللہ اعلم۔ شعر

ہر کہ را از فضل حق باشد مدد[2]　　؎　　ایں ہمہ نعمائے حق اورا رسد

جب مرید لطیفہ سری کو تجلیات (خواہ مشاہدہ ہی کیوں نہ ہوں) خالی کر لیتا ہے تو دائرۂ حقیقی میں داخل ہوجاتا ہے لیکن چونکہ حقیقت سے ناواقف ہے اس وجہ سے جاہل ہے پس اگر امداد الٰہی اور امداد معنوی اس کی دستگیر ہے تو تمام عنصری اور نوری مرتبہ طے کر جائے گا اور نایافت اور

[1] اے بھائی اس درگاہ کی کوئی انتہا نہیں ہے جس مرتبے کو تم سمجھتے ہو کہ یہاں مطلوب ہے وہاں مطلوب نہیں ہے بلکہ اس سے بالاتر ہے ۱۲ شہید [2] خدا کا فضل اور اس کی عنایت جس کی مدد کرتی ہے اس کو یہ سب ہمتیں حاصل ہوجاتی ہیں ۱۲ شہید

وراء الوراء کے بعد حقیقت نایافت کہ مرتبۂ ولایت اخص الخواص جو ولایت انبیا علیہم السلام کی ہے منکشف ہوگی تو اس نسبت کا حاصل ہونا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ذہن کو خدا کے وصل اور غیر وصل سے خالی بنایا جائے مختصر یہ ہے کہ یہ ولایت خاص اگرچہ ولایت ہے لیکن اس میں غیر کی ہستی پر نظر ہوتی ہے یعنی مظاہر اور ظاہر میں تمیز باقی رہتی ہے تو اس میں اور بلند ترین مرتبوں کی بہ نسبت کچھ نہ کچھ شرک کی بو ضرور ہے اور ولایت اخص میں اگرچہ پاکی ہے یعنی اپنے مراتب اور صفات اور کمالات کو باری تعالیٰ کے کمالات اور صفات کا مظہر سمجھتا ہے اور بجز خدا کی مظہریت کے کچھ نہیں پاتا اور اس کی پاکی کرتا ہے۔ مگر تمام انسانوں کی تنزیہ انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ کے آگے تشبیہہ کی شان رکھتی ہے تو دل عینیت کے تصور سے (جو ان کے نزدیک غیر حق ہے) اور خدا کی تنزیہ کے تصور سے بھی پاک مدے (تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً) (خدا ان سے بالا اور پاک ہے) اور خالی کرے اور ترقی کا آرزو مند ہو۔ تاکہ بے کیف اور بے جہت تجلی اس کے دل پر ہو اور انوار قدم کی تجلیاں منور ہوں اور جس قدر خلو زیادہ ہوگا اسی قدر دائرہ ولایت میں دخل زائد ہوگا۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کے کمالات ہیں اس مرتبہ کی حقیقت اور ماہیت بیان نہیں کی جا سکتی ہے۔ محققین فرماتے ہیں کہ انبیاء ولایت اور ان کی ثبوت اگرچہ اصالت کے دائرے میں ہیں اور دونوں ظلی کلی ہونے سے مبرا ہیں لیکن صرف فرق اتنا ہے کہ ولایت سے باری تعالیٰ کے صفات کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اور نبوت میں حسب حیثیت ذات مطلق کی حقیقت معلوم ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔ تلک[1] الرسل فضلنا بعضھم علی بعض جب اس نسبت میں کمال حاصل ہو جائے گا تو ملاحظہ اور تصور درمیان سے دفع ہو جائے گا اور حضور در حضور و نور علی نور (جو بقا باللہ کا مرتبہ ہے) کے مرتبہ پر رسائی ہوگی یہاں تو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے اذکار و اشغال کے مراتب مجملاً بیان کئے گئے ہیں اگر تفصیل سے دیکھنا ہے تو متبرک کتاب انوار محمدی جو حضرت مولانا استاذنا شیخ محمد فاروقی تھانوی سلمہ اللہ خلیفہ خاص حضرت مرشد و ہادیم قطب الاقطاب مولانا میانجیو نور محمد شاہ جھنجھانوی قدس اللہ سرہٗ کی تصنیف ہے دیکھنا چاہیے۔

مگر طریقہ احمدیہ کے اشغال کے بیان میں شیخ عبدالاحد صاحب کے چند رسائل ہیں اور ان میں ایک رسالہ کحل الجواہر بہت اچھا ہے اور طریقہ احمدیہ کے مراتب سلوک کے حاصل کرنے کے طریقے

---

[1] یہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فوق اور فضیلت دی ہے ۱۲ شہید۔

انہار اربعہ مولفہ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جو پسندیدہ کتاب ہے) میں عمدہ طریقہ سے مفصل تحریر ہیں۔

اب چند اصطلاحات جن پر حضرات نقشبندیہ کے طریقہ کی بنا ہے لکھے جاتے ہیں یاد رکھنا چاہئے اور ان کو اپنا مطمع نظر سمجھنا چاہئے اور وہ ہوش در دم، نظر بر قدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یاد کرد، بازگشت، نگہداشت، یادداشت، وقوف زمانی، وقوف عددی، وقف قلبی گیارہ ہیں۔ ہوش در دم اس کو کہتے ہیں جو ہمیشہ اپنے سے باخبر اور ہوشیار رہے تاکہ غفلت سے سانس نہ آئے اور یہ تفرقہ نفسی کو دفع کرتا ہے۔ نظر بر قدم یہ ہے کہ ہر جگہ آمد و رفت میں پاؤں پر نظر رکھے تاکہ نظر پراگندہ نہ ہو جائے اور جمعیت خاطر حاصل ہو ابتداً میں دل نظر کے تابع ہوتا ہے اور نظر کی پراگندگی دل پر اثر کرتی ہے اور نظر بر قدم سے شاید سفر ہستی کی مسافت اور خود پرستی کی وادیاں طے کرنے میں جلدی کرنے کی طرف اشارہ ہے یعنی جہاں کہیں اس کی نظر ختم ہو اس وقت وہیں قدم رکھے۔

سفر در وطن یہ ہے کہ سالک انسانی طبیعت میں سفر کرے یعنی صفات کو اچھے اخلاق سے بدل دے اور یہی تخلقوا باخلاق اللہ[1] کے معنی ہیں اور خلوت در انجمن یہ ہے کہ ظاہر میں خلقت کے ساتھ اور باطن میں اللہ کے ساتھ ہو یعنی ہر حال میں خدا کی طرف متوجہ رہے۔ یاد کرو سے ذکر زبانی قلبی مراد ہے یعنی خدا کی یاد میں غفلت کو دور کرنا بازگشت یہ ہے کہ جب بار کلمہ طیبہ زبان سے ادا کرے اتنی ہی بار دل سے دعا کرے کہ بار الہا تو اور تیری رضا جوئی میرا مقصد ہے اور میں نے تیرے ہی لئے دنیا اور آخرت کو چھوڑ دیا تو مجھے نعمتیں اور اپنی بارگاہ کی رسائی عنایت فرما۔ اور ذکر میں اس سے غفلت نہ کرنا چاہئے بہت بڑی شرط ہے۔

اور نگاہداشت، مراقبہ، قلب کو کہتے ہیں یعنی دل کو غیر خدا کے خیال سے خالی رکھے مثلاً اگر ایک سانس میں سو بار کلمہ طیبہ کہے تو غیر کی طرف دل نہ متوجہ ہو بلکہ اسماء و صفات باری تعالیٰ سے بھی غافل ہو جائے اور وحدت مطلق اور وراء الوراء کو مدِ نظر رکھے یادداشت ہر حالت میں اور ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہنا بعضے حضور قلب کو یادداشت کہتے ہیں اور اہل تحقیق

---

[1] خدا کے اخلاق سے متصف یعنی خدا کے اوصاف اپنے میں پیدا کرو ۱۲ شہید [2] اسی مقصد کو ایک شاعر نے یوں ادا کیا ہے۔

شعر ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل ؛ مثال اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا ۱۲ شہید

کے نزدیک محبت ذاتی رجو یاد داشت کے حاصل ہونے سے کنایہ ہے، کے واسطے سے خدا کا شہود
اور اس کا اس کا ظہور دل پر غالب ہوتا ہے اور اس کو مشاہدہ کہتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ مقام مذکور
ذکر خدا کی طرف پوری توجہ ہے، پوری فنا اور بقائے کامل کے بغیر نہیں حاصل ہوتا ہے **وقوف زمانی** یہ
ہے کہ انسان ہر حالت میں اپنے سے باخبر رہے خدا کی اطاعت کرتا ہے تو شکر کرے اور اگر گناہ
میں ہے تو عذر اور توبہ کرے یا پاس انفاس کا خیال رکھے کہ حضور میں گذرتا ہے یا غفلت میں
اور اسی طرح قبض و بسط میں شکر اور استغفار کرنا چاہئے اور اسی کو محاسبہ کہتے ہیں **وقوف عددی**
نفی و اثبات طاق عدد کے خیال رکھنے کو کہتے ہیں جیسا اوپر بیان ہو چکا ہے اور ذکر قلبی میں عدد کی
رعایت کرنے سے پریشانی خاطر دفع ہوتی ہے **وقوف قلبی** یہ ہے کہ ذکر کرنے والا خدا سے باخبر اور واقف رہے
یا خدا کے حضور میں دل کے اس طرح حاضر رکھنے کو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے کوئی تعلق نہ رہے، اور
بعض حضرات نے کہا ہے کہ ذکر کے وقت ارتباط اور تنبیہ شرط ہے۔ کیونکہ محققین نے فرمایا ہے
اگر طالب میں ذکر قلبی قرار نہ کرے اور اثر نہ کرے تو اس کو ذکر سے روک کر وقوف قلبی کا مرشد حکم
فرمائے تاکہ ذکر جلد اثر کرے۔

مشائخ کے تصرفات اور توجہ کا طریقہ

شیخ تمام باتوں سے خالی ہو اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا القا مرید پر منظور ہو متوجہ
ہو اور توجہ قلبی مرید کی طرف مائل کرے کہ میری کیفیت جذب مرید میں اثر کر رہی ہے خیال کرے انشاء اللہ
حسب استعداد نور برکتیں حاصل ہوں گی اور لطیفہ قلب کے جاری کرنے کے بعد ہر لطیفہ پر تدریجاً توجہ کرے
اور اس طرح انوار مراقبات و لطائف کے القا میں توجہ کرے اور اگر مرید موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کر
کے غائبانہ توجہ کرے اور اسے فائدہ پہنچائے۔

مرض کے سلب کر لینے کا یہ طریقہ ہے

کہ دل کو تمام خیالات سے صاف کرے اور اپنے کو اسی مرض میں مبتلا سمجھے جو مرید کو ہے۔ تو وہ مرض
اس کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور یہ انسان میں خدا کی عجیب صفتوں میں سے ہے اور دوسرا
طریقہ مرض کے دور کرنے اور توبہ بخشی کا یہ ہے کہ صاحب نسبت وضو کر کے دو نفلیں پڑھے

اور درود واستغفار پڑھ کر نہایت ہی خشوع وخضوع سے درگاہ الٰہی میں ملتجی ہو کے مریض اور گناہگار سے مرض اور گناہ دور ہو جائے اس کے بعد مریض یا گناہ گار کے سامنے بیٹھے اور پوری ہمت سے سانس لیتے وقت خیال کرے کہ مریض یا گناہ گار کے قلب سے مرض یا گناہ دور ہوتا ہے ایک لمبی سانس لے اور سانس نکالتے وقت تصور کرے کہ اس کے قلب سے مرض یا گناہ دفع کر کے زمین پر گرا رہا ہے خدا کی مدد سے مریض شفا پائے گا اور گناہ گار توبہ کرے گا۔

زندہ اور مردہ اہل اللہ کی نسبت دریافت کرنے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ زندہ ہے تو اس کے سامنے بیٹھے اور اگر مردہ ہے تو اس کی قبر کے سامنے بیٹھے اور اپنے کو ہر نسبت سے خالی کرے اور علام الغیوب کی بارگاہ میں دعا کرے کہ اے علیم اے خبیر اے مبین مجھ کو آگاہ کر اور اس کی باطنی کیفیت بتا۔ اور متوجہ ہو اس کی روح کی طرف اور تھوڑی دیر اپنی روح کو اس کی روح سے ملا دے پھر تھوڑی دیر کے بعد اپنی طرف متوجہ ہو تو اگر اپنے میں کچھ کیفیتیں پائے تو سمجھے کہ نسبت اسی شخص کی ہے اور خطرہ کے پہچان نے کا بھی یہی طریقہ ہے۔

خطرہ معلوم کرنے کا طریقہ

اپنے قلب کو خطرہ اور خیال اور حدیث نفس سے خالی کر کے اس کی طرف متوجہ ہو پھر جو کچھ اچھا برا خیال دل میں آئے اسی کی طرف سے خیال کرے۔

آیندہ واقعات کی واقفیت کا طریقہ

مقررہ طریقہ پر اپنے دل کو تمام خیالات سے صاف کر کے بارگاہ الٰہی میں دعا کرے کہ اے اللہ اے علیم اے خبیر اے مبین مجھ کو اس واقعہ کی واقفیت دے تو اگر تمام خیالات دفع ہو جائیں اور اس واقعہ کے کشف کا انتظار (جس طرح پیاسے کو پانی کی طلب ہوتی ہے) حاصل ہو جائے تو پوری ہمت اور توجہ سے اپنی روح کو لمحہ بلمحہ ملاء اعلیٰ یا ملاء اسفل کی طرف حسب حیثیت متوجہ کرے تو وہ واقعہ آواز غیبی یا خود مشاہدہ سے یا خواب میں معلوم ہو جائے گا۔

بلا کے دفع کرنے کا طریقہ

مقررہ طریقہ پر اس بلا کی صورت مثالیہ کا تصور کر کے ہمت اور توجہ سے اس بلا کے دفع کرنے کی طرف مائل ہو خدا کی مدد سے دور ہو جائے گی اور یہ باتیں اکثر متوسط درجہ کے سالکوں سے واقع ہوتی ہیں اور چونکہ منتہی لوگ دنیا کی چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں اس واسطے ان سے کم واقع ہوتی ہیں اور یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ عارف کے تمام مکشوفات کا صحیح اور واقعہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ واقعات کا کشف ظنی چیزوں سے ہے غلطی کا بھی احتمال ہے اور کبھی بالکل خلاف واقع بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسی باتوں کو ہر شخص کے سامنے ظاہر نہ کرنا چاہئے

باب ۷ قرآن شریف پڑھنے اور نماز ادا کرنے اور دیگر اعمال کی کیفیت

سلوک الی اللہ کے تین طریقے تعلیم ہوئے ہیں اوّل کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ[۱] کا ذکر اور دوسرے قرآن شریف کی تلاوت تیسرے نماز پڑھنا اور باقی تمام ذکر ان ہیں شامل ہیں اور ان اذکار کی خوبیاں قرآن شریف واحادیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں یہ مختصر رسالہ اس قابل نہیں ہے کہ اس میں اس کی خوبیاں بیان کی جائیں اور اس کے لا انتہا فضائل اور برکتیں انسان سے نہیں بیان ہو سکتیں اس واسطے سچے طالب کو کلمہ طیبہ کی فضیلت بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ایک قدم لا اِلٰہ سے غیر خدا کی نفی پر رکھے اور دوسرا اِلَّا اللّٰہ سے جناب الٰہی میں رکھ کر خدا سے مل جائے اور قرآن شریف کی خوبیوں سے بھی جان لینا کافی ہے کہ اس کے پڑھنے سے خدا کی درگاہ کی حضوری اور اس سے ہم کلامی حاصل ہوتی ہے اور نماز میں یہ دونوں اور تمام دعائیں اور عبادتیں اور تسبیحیں موجود ہیں اور اس کے مراتب بھی لاتعداد ہیں ان کو بھی انسان نہیں بیان کر سکتا اور جو سالک استغراق اور جذبہ کی زیادتی میں نماز نہیں پڑھتے ہیں بہت سے مرتبوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ان کو مقصد اصلی بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اور نماز بندہ اور پروردگار کے درمیان ایک سیڑھی ہے کہ مسلمان اس میں مشغول ہونے سے غیر خدا سے جدا اور خدا سے قریب ہو جاتا ہے وہ سلوک کا

---

[۱] کوئی معبود اور قابل پرستش خدا کے سوا نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور اس کے رسول ہیں ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید

طریقہ جو کلمہ طیبہ کے ذریعہ سے تھا بیان کیا جاچکا اب کچھ طریقے اور کیفیت قرآن شریف کی تلاوت اور نماز پڑھنے کے طالبان حق کے طریقہ پر بیان کئے جاتے ہیں۔

اوّل قرآن شریف کی تلاوت کا طریقہ

قرآن شریف پڑھنا ایک بہت بڑی عبادت ہے اور خدا کی قربت کے لئے سوا فرض کے ادا کرنے کے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں تو اس کے آداب اور اس کا استحباب یہ ہے کہ پوری طہارت سے نہایت اخلاص کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے اعوذ اور بسم اللہ کے بعد خشوع اور خضوع سے ترتیل[1] کے ساتھ پڑھے اور خیال کرے کہ میں خدا کی باتیں کر رہا ہوں اور اس کو دیکھ رہا ہوں اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو یہ جانے کہ وہ مجھ کو دیکھتا ہے اور امر و نواہی کا حکم دیتا ہے اور بشارت کی آیت پر مسرور ہو اور وعید کی آیت پر ڈرے اور روئے اور بلند آواز سے خوش آوازی (جس سے طبیعت کو لطف آتا ہے اور غفلت دور ہوتی ہے) سے پڑھے یہ عام طریقہ ہے اور خاص طریقہ یہ ہے کہ پہلے شرائط کو مد نظر رکھے خلوت (جس میں کوئی شخص مخل نہ ہو) میں دو نفلیں ادب سے پڑھ کر حضور قلب سے بیٹھے۔ اور قرآن شریف سامنے رکھ کر خدا کے کلام کی بڑائی اور اپنی ذلت کا تصور کرے اور دل کو تمام خیالات سے صاف کر لے قرآن کی حقیقت (جو خدا کے کلام نفسی کی صفت ہے) کی طرف متوجہ ہو اور اس مراقبہ میں تھوڑی دیر ٹھیر لے تاکہ اطمینان حاصل ہو اور حضور حق (جیسے شاگرد کو استاد کے سامنے ہوتا ہے) حقیقی طریقے سے حاصل ہو جائے اور اعوذ اور بسم اللہ کے بعد ترتیل اور تجوید کے ساتھ (جس طرح استاد کے سامنے پڑھتے ہیں) اور قرات کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے اور خیال کرے کہ منہ کی زبان اور دل صنوبری کی زبان برابر پڑھ رہی ہے اور اس خیال سے غافل نہ ہو اور اگر غفلت ہو جائے فوراً اعوذ باللہ پڑھ کر قلب کو حاضر کرے جب اس مشق سے اطمینان خاطر اور حضوری حق حاصل ہو جائے تو خیال کرے کہ ہر ہر رونگٹا جسم کا قرآن شریف پڑھ رہا ہے اور جسم کے ہر حصہ سے الفاظ نکل رہے ہیں اور تمام جسم موسوی درخت کا حکم رکھتا ہے عین پڑھنے کی حالت میں اس

---

[1] ترتیل اس کو کہتے ہیں کہ قرآن شریف اس طرح پڑھا جائے کہ ہر ہر لفظ آسانی سے سمجھ میں آجائے اور ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ رہے مخلوط نہ ہو۔ اور حرف اپنے مخرج سے نکالا جائے اور اگر خوش آوازی سے پڑھا جائے تو بہتر ہے۔ ۱۲ شہید

میں مستغرق ہو جب اس میں مل کر پیدا ہو جائے تو خیال کرے کہ خدا میری زبان سے پڑھ رہا ہے اور سن رہا ہے اور خیال کرے کہ سالک پڑھتا ہے اور خدا سالک کے کانوں سے سنتا ہے اور جب اس میں ملکہ پیدا ہو جائے تو اپنے پڑھنے میں خیال کرے کہ خود خدا پڑھتا ہے اور خود ہی سنتا ہے اور نہ سالک کا وجود ہے اور نہ دنیا کے دیگر موجودات کا بلکہ ایک آواز ہے جو ہر طرف سے آتی ہے اور سالک اس میں محو ہے اور جب اس مرتبہ میں بھی کمال ہو جائے گا تو خدا کے فضل سے امید ہے کہ حقیقی معنی اور قرآن شریف کے بھید اس پر ظاہر ہو جائیں اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

سالک کو چاہئے کہ ہر عمل میں اور خصوصاً نماز میں ان کی روح اور مغز (جس سے مراد محبت قلبی اور خلوص نیت اور درگاہ الٰہی میں قبولیت اور خدا کے سامنے محبوبیت ہے) کی حفاظت کرے لیکن اگرچہ حقیقت نماز اہل حقیقت کی نماز ہے اور اسے ادا کرنا اور وہاں تک پہنچنا مشکل اور اس میں بہت دقت ہے لیکن ہمت اور کوشش کرنا چاہئے شاید خدا آسانی پیدا کر دے والذین[۱] جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اس کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نماز کی ایک صورت خیال کہ نماز کا دل خالص نیت اور اس کی روح حضور قلب اور اس کا جسم رکوع و سجود وغیرہ اور اس کے اعضائے رئیسہ ارکان اور حواس ٹھہر ٹھہر کے پڑھنا اور قرأت کی درستی ہیں جبتک کہ ان میں سے ایک بھی نہ ہوگا اہل اللہ کے نزدیک نماز نہ ہوگی اور نماز کے لئے پوری پاکی کی بھی شرط ہے کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور وہ پاکی دل کو غیر خدا سے صاف کرنا ہے کیونکہ خدا کی نظر عنایت اور قبولیت دل پر ہے۔

ان[۲] اللہ لا ینظر الی صورکم واعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم نجس قلب ناپاک ہے تو جسم

---

[۱] جو ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم خود ان کو اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں اور ان کو مطلوب تک پہنچا دیتے ہیں ۱۲ شہید ؛

[۲] خدا تمہاری صورتوں اور کارگذاریوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ دنیا میں بہت سے ایسے مکار ہیں جو جامۂ سالوس زیب جسم کرتے ہیں لیکن ان کے قلب حد درجہ تاریک اور ان کے اندرونی افعال بہت ذلیل ہوتے ہیں تو خدا چونکہ علام الغیوب ہے اسواسطے وہ اندرونی حالتوں اور خلوص کو دیکھتا ہے کوئی وہ نماز ہو رات بھر پڑھی جائے اور اس میں خلوص نیت نہ ہو ہرگز قبول نہ کی جائیگی اور صرف ایک ہی کلمہ جو خلوص نیت اور صرف دو ہی رکعتیں جو حضور قلب سے خدا ہی کے لئے پڑھی جائیں ضرور قبول کی جائینگی ۱۲ شہید ؛

کس طرح پاک ہو سکتا ہے کیونکہ جسم قلب کے تابع ہے تو ایسا کرنا چاہئے کہ دل غیر خدا سے پاک ہو جانے اور کسی کو بزرگی اور تعظیم کے قابل سوا خدا کے نہ سمجھے تاکہ اللہ اکبر کہنا درست ہو اور جب تکبیر کے واسطے ہاتھ اٹھائے تو خیال کرے کہ میں دونوں جہان سے دست بردار ہو گیا۔ اور وَجَّهْتُ وَجْهِيَ کہتے وقت قلب کا منہ ہمت سے خدا کی طرف کرے اور الحمد للہ کہتے وقت خیال کرے کہ کوئی تعریف کے قابل عالم میں نہیں ہے اور تمام تعریفیں خدا ہی کی طرف رجوع کرتی ہیں اور رب العالمین میں خیال کرے کہ خدا کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے اور الرحمٰن الرحیم میں اس کی عنایت اور رحم کی امید کرے اور اس کو راسخ کرے اور مالک یوم الدین میں ڈر اور قیامت کے دن کا خیال کرے اور الامر یومئذ للہ (قیامت کے دن صرف خدا کا حکم ہوگا) کا یقین کرے ایاک نعبد کہتے وقت لا موجود الا اللہ کا یقین کرے اور ایاک نستعین کہتے وقت لا فاعل الا اللہ کا تصور کرے اور اھدنا الصراط المستقیم سے وہ راستہ جو خدا تک پہنچا دے اور صراط الذین انعمت علیھم سے وہ راستہ انبیاء اور اولیاء کا تھا طلب کرے اور غیر المغضوب علیھم ولا الضالین سے خدا کے غصہ اور اپنی گمراہی سے پناہ مانگے اور کثرت ... شریعت وطریقت پر استقامت کی آرزو کرے اور رکوع میں بڑائی اور اپنی حقارت کا اور سجدہ میں اپنی فنا اور خدا کے ثبات اور بقا کا اور تشہد میں اپنی محویت کا خیال کرے۔

اور اس بات کی کوشش کرو کہ جو نمازیں پڑھو اسکو اپنے اوپر ہموار کرو ورنہ فمن[۱] اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق کے مصداق بن جاؤ گے۔

اور حضور اور خلوص میں کوشش کرو اور جو نماز پڑھو اس میں مراقبہ کرو اور اگر اس میں حضور قلب نہ ہو اور کوتاہی ہو تو پھر لوٹاؤ جب چند بار ایسا کرو گے تو یقین ہے من[۲] طلب شیئاً وجد وجد کے مطابق بہ ضرورت حاصل ہو جائے گی لیکن اسی پر صبر نہ کرو بلکہ ہمیشہ اس کی اعلیٰ صفت کے متمنی رہو تاکہ صلوٰۃ حقیقی حاصل ہو اور خدا کو یاد رکھو۔ شعر

دست از طلب ندارم تا کار من برآید ۔۔۔ یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید[۳]

پر عمل کرو انشاء اللہ خدا کے فضل سے کامیابی حاصل ہوگی۔

---

[۱] کیا اس سے بھی زائد کوئی شخص حد سے زائد تجاوز کرنے والا ہے جو خدا پر اتہام لگاتا ہے اور صدق دل کو جھٹلاتا ہے [۲] جو شخص کسی چیز کی تلاش کرتا ہے اور اسی میں کوشش کرتا ہے یقیناً وہ اس کو پاتا ہے ۱۲ شہید [۳] جب تک میرا مقصود نہ حاصل ہو جائے گا میں کوشش سے دست بردار نہ ہوں گا۔ یا تو میں اس تک پہنچ جاؤں گا یا میری جان نکل جائے گی ۱۲ شہید

نماز ادا کرنے کا دوسرا طریقہ

نماز پڑھتے وقت قلب کے منہ کو حقیقت کعبہ (جو موجودیت خدا کی صفت ہے) کی طرف اور نماز کے نور حقیقت کا (جو خدا کے الوہیت کی صفت ہے) تصور کرے اور اپنی حقیقت (جو عبدیت کا مرتبہ ہے) کا تصور پوری عاجزی سے کرے اور غلامی کی خدمت کی خالص نیت کرے اور تکبیر کے واسطے ہاتھ اٹھائے اور خیال کرے کہ میں دونوں جہان سے دست بردار ہو کر خدا کی طرف پھرا اور اللہ اکبر کہکر خیال کرے کہ میں نے اپنے نفس کو تکبیر سے ذبح کرکے فنا کردیا اور تسبیح (یعنی سبحانک اللھم الخ) اور تحمید (الحمد پڑھنا) کے بعد قرأت شروع کرے اور قرأت میں خدا کی قبولیت کا تصور کرے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت بندہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے نے میری تعریف کی اور جب الرحمن الرحیم کہتا ہے تو فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے نے بزرگی اور بڑائی کی اور جب ایاک نعبد وایاک نستعین کہتا ہے تو فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور جو کچھ اس نے مانگا خاص اسی کے واسطے ہے اور جب اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہتا ہے تو فرماتا ہے کہ یہ میرے بندہ کے واسطے ہے اور جو کچھ اس نے مانگا وہ سب اس کے لئے ہے تو جواب کے تصور میں مستغرق ہو جائے اور رکوع میں پاؤں کی پیٹھ پر نظر رکھے اور خدا کی کبریائی اور بڑائی اور اپنی ذات کا تصور کرے اور سجدہ میں ناک کے نتھنے پر نظر رکھے اور اس کی بلندی اور اپنی حقارت اور خاکساری کا تصور کرے اور بیٹھنے میں سینہ پر نظر رکھے اور التحیات کے معنی کا خیال کرے اور اس حالت میں خیال کرے کہ خدا کے سامنے انبیاء کی مجلس میں داخل ہو گیا نیز ہر نماز میں ان تعبد اللہ کانک تراہ کا تصور کرے اور اگر کوئی خیال ذہن میں آئے تو لا صلوٰۃ الا بحضور القلب کے تصور سے دور کرے اور اس قدر آواز بلند کرے کہ خود سن سکے بلکہ پاس والا بھی سن لے مگر اتنا پکار کر نہ پڑھے کہ آواز حلق سے باہر نکلے لیکن جہری نماز میں بیشک بلند آواز سے پڑھے۔

نماز کا دوسرا طریقہ

مقررہ شرطوں کے ساتھ حالت نماز میں حقیقت کے نور پر (جو ستارے کی مانند چمکتا ہے

۱؎ الحمد کا ترجمہ: سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جو دونوں عالم کا پروردگار ہے جو بہت رحمت کرنے والا ہے قیامت کے دن کا مالک ہے اے خدا ہم کو سیدھا راستہ دکھلا ان لوگوں کا راستہ جن پر تم نے انعام کئے نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے غصہ کیا اور جو گمراہ ہیں ۱۲ شہید

کھڑے ہونے کی صورت میں سجدہ گاہ رکوع میں پیشانی پر اور سجدہ میں نتھنے پر اور بیٹھنے میں سینہ پر نظر رکھے اور مستغرق ہو جائے تو جب نماز میں اس طرح مشق کرے گا تو خدا کی مدد سے نماز حقیقی حاصل ہو جائے گی اور مختلف قسم کی حقیقتیں اور معرفتیں ظاہر ہوں گی الصلوٰۃ معراج المومنین کا یہی مرتبہ ہے مقصد اصلی دنیا و مافیہا کو چھوڑ دینا اور خدا سے ملجانا ہے واللہ یرزق من یشاء اے خدا ہم کو اور تمام دوستوں کو اور تمام طالبان حق کو اس دولت سے مشرف فرما اور اسی میں موت دے اور اٹھا بمنہ وکرمہ بحرمۃ النبی وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین آمین آمین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا طریقہ

عشا کی نماز کے بعد پوری پاکی سے نئے کپڑے پہنکر خوشبو لگا کر ادب سے مدینہ منورہ کیطرف منھ کرکے بیٹھے اور خدا کی درگاہ میں جمال مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہونے کی دعا کرے اور دل کو تمام خیالات سے خالی کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کی داہنے اور الصلوٰۃ والسلام یا نبی اللہ کی بائیں اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ کی ضرب دل پر لگائے اور متواتر جس قدر ہو سکے درود شریف پڑھے اس کے بعد طاق عدد میں جس قدر ہو سکے اللھم صلی علی محمد کما امرتنا ان نصلی علیہ اللھم صلی علی محمد کما ھو اھلہ اللھم صلی علی محمد کما تحب وترضیٰ لہ اور سوتے وقت اکیس[۲۱] بار سورہ نصر پڑھ کر آپؐ کے جمال مبارک کا تصور کرے اور درود شریف پڑھتے وقت سر قلب کی طرف اور منھ قبلہ کی طرف داہنی کروٹ سے سوئے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھ کر داہنی ہتھیلی پر دم کرے اور سر کے نیچے رکھ کر سوئے۔ یہ عمل شب جمعہ یا دوشنبہ کی رات کو کرے اگرچہ چند بار کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ مقصد حاصل ہوگا۔

نماز کن فیکون کا طریقہ

مشکلوں کے دفع کرنے میں یہ سریع الاثر ہے جس شخص کو کوئی حاجت یا دشواری پیش آئے شب

ؔلہ اے خدا صلوٰۃ بھیج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرح تونے ہم کو حکم دیا کہ ہم ان پر درود بھیجیں اے خدا آنحضرتؐ پر ایسا درود بھیج جس کے وہ قابل ہیں اور ان پر ایسا درود بھیج جیسا تو پسند کرتا ہے اور جس سے تو رضامند ہوتا ہے ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید فرنگی محلی

چہار شنبہ اور پنجشنبہ کو پوری طہارت اور پورے خلوص سے دو رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں الحمد ایک بار اور قل سو اسو بار اور دوسری رکعت میں الحمد سو بار اور قل ہو اللہ ایک بار پڑھے اور سو بار کہے اے دشواریوں کے آسان کرنے والے اور اے تاریکیوں کے روشن کرنے والے اور سو بار استغفار اور سو بار درود شریف پڑھے اور حضور دل سے خدا کی درگاہ میں دعا کرے اور تیسری رات میں نماز وغیرہ پڑھ کر برہنہ سر ہو کر داہنی آستین نکال کر گردن میں ڈالے اور گریہ وزاری سے درگاہ الٰہی میں پچاس بار دعا کرے انشاء اللہ تعالےٰ اس کی دعا ضرور قبول ہوگی اور خاندان چشتیہ میں یہ عمل بہت مؤثر اور مجرب ہے اسی سبب سے اس کا نام صلوٰۃ کن فیکون ہے کہ مقصد پورا کرنے میں بہت جلد تاثیر کرتی ہے۔

نماز استخارہ کا طریقہ

جس کام کو شروع کرنا ہو پہلے اس میں استخارہ دیکھ لے مسنون استخارہ میں خواب وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے صرف قلبی اطمینان کافی ہے اگر وقت نہ ہو تو صرف دعا کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں استخارہ کی نیت سے پڑھے پہلی رکعت میں الحمد کے بعد قل یا[عہ] الآیۃ اور دوسری میں قل ہو اللہ الآیۃ پڑھے سلام پھیرنے کے بعد اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ[1] اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ

[1] اے خدا میں تیرے علم سے اچھائی طلب کرتا ہوں اور قدرت مانگتا ہوں تیری قدرت سے اور تیری بڑی عنایت سے مانگتا ہوں اس لئے کہ تجھ کو قدرت ہے مجھ کو نہیں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں اور تو غیب کا بڑا جاننے والا ہے اے خدا اگر تو یہ جانتا ہو کہ یہ کام میرے دین اور معاشرت اور میری آخرت اور جلد پیش آنے والی بات اور دیر میں آنیوالی بات میں اچھا ہے تو مجھ کو اس کی قدرت دے اور میرے واسطے کر دے پھر اس میں مجھ کو برکت دے اور اگر تو یہ جانتا ہے ان سب چیزوں میں یہ کام میرے واسطے برا ہے تو اسے مجھ سے دور رکھ مجھ کو اس سے علیحدہ کر دے، اور جہاں کہیں اچھائی ہو اس پر قدرت دے پھر مجھ کو اس سے راضی کر دے

۱۲ عسٰی یعنی آخر صورت تک ۱۲ عبدہٗ۔

استخارہ کا دوسرا طریقہ

مشائخ چشتیہ نے کہا ہے کہ عشا کی نماز کے بعد استخارہ کی نیت سے دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل ہو اللہ تین بار پڑھے سلام کے بعد اوّل و آخر تین تین بار درود شریف پڑھ کر یاسلام سلمنی تین سو ساٹھ ۳۶۰ بار پڑھے اس کے بعد یا علیم علمنی یا بشیر بشرنی یا خبیر خبرنی یا مبین بین لی[1] چار چار سو بار پڑھے اس کے بعد منھ قبلہ کی طرف کر کے اور سر قطب کی طرف اور پیر رکسن کی طرف کر کے زمین پر سو رہے اگر معذور ہے تو اس کو اختیار ہے لیکن کسی سے گفتگو نہ کرے اور درود شریف پڑھتا ہوا سو جائے اور اس عمل کو دو شنبہ یا جمعرات کی رات کو کرے اگر ایک شب میں نہ معلوم ہو تو تین یا سات رات تک کرے انشاء اللہ جو کچھ مقصد ہو گا حاصل ہو جائے گا۔

دوسرا طریقہ

سورۂ فاتحہ ایکبار سورۂ ناس تین بار سورۂ فلق تین بار سورۂ اخلاص تین بار سورۂ کافرون تین بار (چاروں قل اور الحمد) سورۂ اذا جاء نصر اللہ پچیس بار اس کے بعد جس قدر ہو سکے درود شریف پڑھے یہاں تک کہ درود شریف پڑھتے پڑھتے سو جائے اور سوتے وقت داہنے ہاتھ پر پھونک کر اور ہاتھ گلے کے نیچے رکھ کر سوئے۔

صبح و شام کے مختلف اعمال کا بیان

قلبی اشغال میں مشغول ہونیوالے کو واجبات فرائض اور سنتوں کے علاوہ بعض عبادتیں اور اوراد و وظائف زبانی بھی (جو قلب کی صفائی میں مددگار اور معاون ہوں) ضروری کرنا چاہیے چنانچہ تہجد کی بارہ رکعتیں اور چھ یا دو اشراق کی رکعتیں اور چاشت کی رکعتیں اور صلوٰۃ الزوال کی چار رکعتیں اور صلوٰۃ الاوابین کی چھ رکعتیں (اور بعض لوگ بیس ۲۰ بھی کہتے ہیں) اور چار سنتیں نماز عصر سے پہلے اور چار سنتیں عشاء سے پہلے اور فرصت ہونے کی صورت میں جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح اور ایام بیض کے تین روزے اور جمعرات اور دو شنبہ کے دو روزے اور شوال کے چھ روزے

---

[1] اے جاننے والے مجھ کو بتادے اے خوشخبری دینے والے مجھ کو خوشخبری دے اے خبر رکھنے والے مجھ کو خبر دے اے بیان کرنیوالے مجھ سے بیان کر دے ۱۲ شہید عفی عنہ اے سلامتی والے مجھ کو محفوظ رکھ ۱۲ شہید

اور ابتدائے ذالحجہ کے نو روزے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو عرفہ کا روزہ ضرور رکھے اور عاشورے کا روزہ اور اوائل رجب و شعبان کے آٹھ روزے رکھے اور قرآن شریف اسقدر پڑھے کہ چالیس روز میں ختم ہو جائے اور نماز صبح کی فرض اور سنت کے درمیان بسم اللہ کے ساتھ الحمد اکتالیس بار پڑھے اور نماز صبح کے بعد سورۂ یٰسین اور دس بار کلمہ چہارم اور سو بار سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ اکتالیس بار اور اللھم صلی علی سیدنا محمد الخ جس قدر ہو سکے پڑھے اور ظہر کی نماز کے بعد انا فتحنا اور اگر ہو سکے ایک منزل دلائل الخیرات پڑھے، اور عصر کی نماز کے بعد سورۂ عم یتساءلون اور سو بار آیۂ کریمہ اور مغرب کی نماز کے بعد سورۂ واقعہ اور عشاء کی نماز کے بعد سورۂ ملک یا سورۂ سجدہ اور ایک سو بار یا حی یا قیوم برحمتک استغیث اور اول و آخر درود شریف معنی کے خیال اور حضور قلب سے پڑھے اور صبح و شام سید الاستغفار ایک بار اور خدا کے ننانوے نام ایک بار اور اللھم انت السلام ومنک السلام وعلیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت ربنا وتعالیت یا ذا الجلال والاکرام اور آیۃ الکرسی اور آمن الرسول آخر سورۃ تک ایک ایک بار اور اعوذ بکلمات اللہ التامات کلھا من شر ما خلق تین بار اور سورۂ حشر کی آخر آیتیں ایک بار اور بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم تین بار اور رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا صلی اللہ علیہ وسلم تین بار اور حزب البحر ایک بار اگر ہو سکے ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۴ بار اور چوتھا کلمہ یعنی لا[1] الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیٔ قدیر پڑھے اور کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللھم بارک لنا فیہ اور کھانے کے بعد الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین پڑھے اور سوتے وقت الحمد اور آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور معوذتین تین تین بار اور سورۂ کہف کی آخر کی آیتیں پڑھے اور سو کے اٹھے تو کلمہ چہارم پڑھے اور پائے خانے جاتے وقت اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث اور نکل کر غفرانک اور ہر وقت اٹھتے بیٹھتے بسم اللہ واللہ اکبر و اللھم انی اسئلک رضاک

---

[1] کوئی پروردگار سوائے خدا کے نہیں ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی ملک اور اسی کے واسطے تعریف ہے وہ مارتا ہے اور وہ زندہ کرتا ہے اور وہ زندہ ہے اور نہ فنا ہوگا اس کے قبضہ میں اچھائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۲ شہید

کہنے کی عادت ڈالے اور کبھی نماز فجر و عصر کے مسبعات عشر[1] پڑھے اور بہت سے اوراد ہیں اگر کرنا چاہے تو دوسری حدیثوں میں جیسے حصن حصین میں دیکھے باقی ہر حالت میں اشغال قلبی میں مشغول رہے اور بعض بزرگ سکون طبیعت اور اطمینان کے واسطے نماز ظہر یا نماز چاشت کے بعد ختم خواجگان بھی پڑھتے ہیں۔

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سات بار الحمد اس کے بعد سورۂ الم نشرح اناسی بار درود شریف سو بار پڑھے اور اس کے بعد ایک ہزار بار سورۂ اخلاص اس کے بعد سات بار الحمد اور سو بار درود شریف اور سو بار یا قاضی الحاجات و یا کافی المھمات یا دافع البلیات یا حل المشکلات یا رافع الدرجات یا شافی الامراض یا مجیب الدعوات یا ارحم الراحمین پڑھے۔

ختم خواجگان چشت کا طریقہ

ہر مشکل اور مہم کے واسطے وضو کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے پہلے دس بار درود شریف اس کے بعد تین سو ساٹھ بار لا ملجا و لا منجا من اللہ الا الیہ پڑھ کر الم نشرح تین سو ساٹھ بار پڑھے اور پھر دعائے مذکور تین سو ساٹھ بار درود شریف پڑھ کر ختم کرے اپنی مراد خدا سے مانگے۔

ختم خواجگان قادریہ کا طریقہ

کسی بڑی بات کے حاصل ہو جانیکے لئے پہلے دو نفلیں پڑھے اس کے بعد ایک سو گیارہ بار سورۂ الم نشرح بعد کلمہ تمجید ایک سو گیارہ بار اور سورۂ یٰسین ایک بار پڑھے اور اگر بڑا ختم کرنا ہے تو سورۂ الم نشرح ایک ہزار گیارہ مرتبہ پڑھے اور چھوٹے ختم کی صورت میں ایک سو اکتالیس بار لیکن ہر صورت میں اس کے بعد ایک سو گیارہ بار درود شریف پڑھے اور خدا سے اپنی مراد مانگے۔

سلوک کے راستوں کے موانع کا بیان اور ان کے دفعیہ کا بیان

حدیث نفس اور بیکار خیالات اور لغو فکریں اور تشویشیں ہر طالب کی راہ سلوک میں مانع ہوتی

[1] یعنی وہ دس چیزیں جو سات سات بار پڑھی جاتی ہیں سورہ فاتحہ سورۂ ناس سورۂ فلق سورۂ اخلاص سورۂ کافرون آیۃ الکرسی کلمہ تمجید درود شریف اور اللھم اغفرنا الاحیاء منھم والاموات اور اللھم یا رب افعل لی ولھم عاجلا واٰجلا فی الدین والدنیا والاخرۃ انت اھل ولا تفعل بنا یا مولینا ما نحن لہ اھل انک غفور حلیم جواد کریم ملک بر رؤف رحیم ۱۲ شہید

ہیں اور یہ بہت سخت مرض ہے بزرگوں نے اس کے علاج تجویز کئے ہیں اگر برے خیالات کی وجہ سے اشتغال اور نسبت قلبی میں کوئی خلل واقع ہو تو نہائے اور نئے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے اور خلوت (جس میں شور وغل کی آواز نہ آسکے) میں بیٹھے اور معوذتین اور قل ہو اللہ تین تین بار پڑھے اور استغفر اللہ من جمیع الخ تین بار پڑھے اور تین مرتبہ اعوذ پڑھ کر بائیں شانے کی طرف پھونک کر اور کھڑے ہو کر دوگانہ پڑھے اور جتنی بار ہو سکے اللھم طھر قلبی عن غیرک ونور قلبی بنور معرفتک ابدا یا اللہ یا اللہ یا اللہ اس کے بعد بائیں طرف یا نور اور داہنی طرف یا نور اور دل میں یا نور کی ضرب لگائے اور تکرار کرے اور اگر پھر طبیعت میں گھبراہٹ ہو تو فوراً وضو کر کے اسی ذکر میں مشغول ہو جائے اور اگر پھر تشویش ہو تو پھر ایسا کرے انشاء اللہ دو تین دفعہ میں قلب کو تسکین ہو جائے گی پھر نفی اثبات کے ذکر میں لا فاعل الا اللہ ولا موجود الا اللہ کے تصور کے ساتھ مشغول ہو جائے اور مدو شد اور خوش آوازی کا خیال رکھے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مقررہ طریقہ پر یا اللہ یا فتاح (یا فعال) یا باسط میں سے کوئی نام لیکر سہ ضربی یا چہار ضربی میں مشغول ہو جائے اگر پھر بھی خیالات نہ دور ہوں اور طبیعت پریشان رہے چند بار مذکور تصور کے ساتھ نفی و اثبات کی مشق کرے کہ یہ خیالات خواہ اچھے ہوں یا برے خدا ہی کے ساتھ قائم ہیں بلکہ عین خدا ہیں کیونکہ بعضوں کے نزدیک برائی بھی خدا کے ظہور سے ہے اور ھو الاول ھو الآخر ھو الظاھر ھو الباطن وھو بکل شیئ علیم پڑھے یقیناً اس سے شوق و اشتیاق زائد ہو جائے گا۔ اور تمام خیالات دور ہو جائیں گے۔

تفرقوں کی کیفیت اور ان کا علاج

تفرقہ اور پریشانی طبیعت کے چند اسباب ہیں کبھی زیادتی شوق کے فساد سے اس کی یہ صورت ہے کہ عاشق خدا کے وصل کے آرزو مند ہیں اور وہ بغیر طالب کے ذات خدا میں فنا ہوئے حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور فنا موقوف ہے مستی اور طبیعت کے سکون پر جب بعض طالب شوق کی زیادتی میں بڑی بڑی ریاضتوں کا بار اپنے سر لیتے ہیں اور اپنے نفس کو یک لخت اس کی لذتوں اور خواہشوں سے روک دیتے ہیں اور بے انتہا بھوک اور پیاس اور آرام تنگ کرنا اختیار کر لیتے ہیں تو یہ باتیں طبیعت میں انقباض پیدا کر دیتی ہیں اور حواس کے فتور کی وجہ سے فرحت و انبساط پریشانی اور غم سے بدل جاتے ہیں اس کا علاج یہ ہے کہ نفس کو اس کے مباح چیزوں کی خواہش میں خود مختار کر دے اور اس وقت ریاضت چھوڑ دے۔

جب تک کہ شوق اور انشراح طبیعت اور مستی پھر پیدا ہو جائے اور کبھی اس کا سبب نامردی اور کمزوری ہوتی ہے یعنی نفس اپنی خواہشوں کے چھوڑنے کی جرأت نہیں کرتا اور تفرقہ اور پریشانی پیدا ہو جاتی ہے اس کا علاج نصیحت ہے کیونکہ مسلمان اور طالب حق کی ہمت ریاضت اور اطاعت ہے اور خدا کے دشمن اور منافق کی ہمت کھانا پینا اور اپنے نفس کی خواہشوں اور لذتوں میں مشغول ہونا ہے اور حق کے طالب اپنی جان اور دل خدا کے دین پر فدا کر دیتے ہیں اور منافق اپنے دین ایمان کو مال و زر پر فدا کر دیتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔[1]

یا تفرقہ کا باعث وہ فکر ہے جو شیطان اس میں پیدا کر دیتا ہے جس سے دل ناامیدی اور کم ہمتی کی طرف مائل ہو جاتا ہے یا مرشد کی باتوں پر اعتراض کرنا شروع کرتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ ہمت جمع کرے اور لا تقنطوا من رحمۃ اللہ[2] پڑھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا تھا یاد کرے یا تفرقہ کا سبب نفس کی رگ کا باقی رہتا ہے جس کی تاریکی طالب حق میں باقی رہتی ہے اور اس کے سبب سے پریشانی اور رنج و ناامیدی پیدا ہو جاتی ہے اس کا علاج کسر نفسی اور وہ ذلت برداشت کرنا ہے جو نفس پر شاق ہو یا ہمیشہ ذکر اور خلوت کرنا ہے یا اس کا سبب رنج اور ارادہ کی پریشانی ہے کہ جس قدر وہ قلب کی صفائی اور روح کے جلا کرنے میں مشغول ہونا چاہتا ہے اسی قدر اس کا نفس نافرمانی کرتا ہے تو اس کا سبب مزاج کا مختل ہونا ہے کہ سوداوی اخلاط دل پر غلبہ کر لیتے ہیں اس کا علاج فصد اور قے کر کے صفائی اور مزاج کا معتدل کرنا ہے یا اس کا سبب بے وضو ہونا اور ناپاکی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے کو خوب پاک اور طاہر رکھے یا اس کا سبب غربا پر ظلم کرنا اور اہل حق کا حق غصب کرنا ہے اسکا علاج اس خلل کا دور کر دینا ہے یا تفرقہ کا سبب حرام اور مشکوک غذاؤں کا کھا لینا ہوتا ہے اسکا یہ علاج ہے کہ ان کو چھوڑ دے اور توبہ کرے اور کبھی تفرقہ جادو اور دیوانگی جو شیطان سے ہوتی ہے اکیوجہ سے ہوتا ہے اس کا علاج معوذتین پڑھنا اور جسقدر ہو سکے یا اللہ یا اللہ کا ذکر کرنا اور کبھی مشائخ طریقت سے بے ادبی کرنے سے پیدا ہو جاتا ہے اسکا علاج اس سبب کا دور کر دینا ہے علاوہ اس کے تفرقہ اور تشویش کے دور کرنیکے واسطے بدن اور کپڑوں کی پاکی کے ساتھ نفی و اثبات کرنا چاہئے۔

چلہ کا طریقہ

مقصد حاصل ہونیکے لئے حضرات اہل طریقت نے چلے[3] مقرر کئے ہیں اور اس کے فائدے اور سندیں

[1] اللہ ہم کو اس سے بچائے ۱۲ شبیر [2] اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو ۱۲ شبیر

سلوک کی کتابوں میں موجود ہیں اس مختصر رسالہ میں نہیں بیان کئے جا سکتے طریقہ یہ ہے کہ پہلے نیت خالص کرے یعنی صرف خدا کی رضامندی کا سنت کی اتباع میں قصد کرے اور غیر خدا سے بغرض عبادت فراغ حاصل کرے اور خدا کے ذکر کا قصد کرے اور خلوت کیواسطے جامع مسجد بہتر ہے تاکہ جمعہ اور جماعت کی فضیلت سے محروم نہ رہ سکے تو نہائے اور نئے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے پھر شعبان کی بیسویں تاریخ عصر کی نماز کے پہلے جو نوافل کے پڑھنے کا وقت ہے اعوذ بسم اللہ اور معوذتین اور کلمہ تجید پڑھکر مرشد کے واسطہ سے مشائخ طریقت کی مقدس روحوں سے مدد مانگ کر خلوت میں آجائے اور خلوت میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ اور داہنا قدم رکھے اسکے بعد اللھم افتح لی ابواب رحمتک کہہ کر داخل خلوت ہو اور دو نفلیں ماسوی اللہ سے جدا ہونے اور خدا کی طرف لوٹنے کی نیت سے پڑھے اور اگر عصر کی نماز کے بعد خلوت میں داخل ہو تو نفل نہ پڑھے[۱] اور قبلہ کی طرف منھ کرکے بیٹھے اور ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اطہر پر فاتحہ پڑھے اور حضور کی روحانیت سے استقامت حاصل ہونے میں مدد مانگے اس کے بعد ذکر و شغل اور مراقبہ جو کچھ اس کو مرشد سے پہنچا ہے اس میں مشغول ہو جائے۔

اور خلوت کی شرطیں یہ ہیں ہمیشہ روزہ رکھنا، کم سونا، لوگوں سے کم ملنا اور طہارت اور عبادت پر ہمیشگی کرنا، اور درود شریف پڑھنا، اور ہمیشہ ذکر کرنا ان تمام شرطوں اور ارکان خلوت کا خیال رکھنا چاہیے اور ان میں سے کسی سے غفلت نہ کرے تاکہ خلوت کے مفید نتائج مرتب ہوں اور رمضان کے آخر دس دن کی طاق راتوں یعنی اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس، انتیس میں تمام رات جاگا کرے تاکہ لیلۃ القدر کی برکت سے فائدہ اٹھا سکے۔

اس کے سوا اور راتوں میں رات کے تہائی حصہ تک جاگے اور ذکر کرتا ہوا سو جائے۔ جب آخر کی تہائی رات آئے اٹھ کر جلدی استنجا اور وضو کرے پھر تہجد کی نماز پڑھے اور ذکر و شغل اور مراقبہ میں صبح تک مشغول رہے جب عید کا چاند دکھائی دے مغرب کی نماز کے بعد دوگانہ پڑھ کر خلوت سے باہر آئے۔

خلوت کی شرطیں

مجتہد طریقت حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ نے خلوت کی چند شرطیں بیان کی ہیں

[۱] کیونکہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال و آفتاب نکلتے وقت اور عصر کی نماز کے بعد قبل غروب آفتاب کے نماز پڑھنے کو منع فرمایا ہے ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید فرنگی محلی۔

پہلے ہمیشہ باوضو رہے اور جس وقت ٹوٹ جائے فوراً کرے کیونکہ اس سے انشراح طبیعت اور قلب کی نورانیت بڑھتی ہے۔

دوسرے ہمیشہ روزہ رکھنا اور نماز مغرب[1] کے پہلے افطار کرے اور عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھانا اگر اس سے پریشان ہو جاتا ہو تو مغرب اور عشاء کے درمیان میں بھی کھا سکتا ہے۔

تیسرے کھانا کم کر دینا کہ معدہ کا تہائی خالی رہے اور اگر قدرت ہو تو اس سے بھی کم کر دے اور اسقدر کم نہ کرے کہ ضعف کیوجہ سے انشراح اور خوشی تشریف لے جائے اور عبادت کا لطف جاتا رہے غرض کھانا کم کھانے سے قلب کی رقت اور دل کی صفائی اور قوت ملکیہ زائد ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے بھوک اللہ کا کھانا ہے چوتھے سوائے خدا کے ذکر کے زبان سے کچھ نہ نکالے تو سالک کو خلوت میں کسی سے گفتگو نہ کرنی چاہئے ہاں اگر کوئی شرعی ضرورت پیش آئے تو بقدر ضرورت ملازم سے گفتگو کرے بلکہ سوائے ملازم کے کسی کو خلوت میں آنے بھی نہ دے کیونکہ خاموشی سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور بیکار گفتگو کرنے سے ذکر کرنے کا نور ضائع ہو جاتا ہے۔

پانچویں ہمیشہ ذکر اور مراقبہ کرنا اور انا جلیس من ذکرنی کا تصور کرنا ہے اس طرح کہ غفلت نہ آنے پائے اور خلوت کی اصلی غرض بھی یہی ہے۔

چھٹے خطرات کا دور کرنا اور حدیث نفس کو دفع کرنا ہے تو غیر خدا کے خواہ اچھا ہو یا برا خیال کے روکنے کی کوشش کرے کیونکہ حدیث نفس کا آجانا ذکر سے روکتا اور قلب کو تاریک اور خلوت کے فائدہ کو ضائع کر دیتا ہے ساتویں دل کا شیخ سے ربط رکھنا اس خیال سے کہ اس سے مدد حاصل کرے اور اس اعتقاد سے کہ شیخ خدا کا مظہر ہے خدا نے فیض پہنچانیکے لئے میرے اوپر اسکو متعین کیا ہے اور شیخ ہی کے ذریعہ سے خدا تک رسائی ہو سکتی ہے تو ہمیشہ محبت اور انقیاد سے شیخ کی طرف متوجہ رہے یہاں تک کہ فیض کا دروازہ اسی پر کھل جائے اور اپنے دل میں شیخ کی نسبت کوئی اعتراض نہ لائے کیونکہ اس سے خدا تک رسائی رکجاتی ہے نعوذ باللہ من الجود بعد الکود

نصیحت اور وصیت آمیز کلمے

حق کے طالب کو پہلے فرقہ ناجیہ کے عقائد کی تصحیح کے لئے ضروری مسائل سیکھنا چاہئے کتاب اور سنت اور آثار صحابہ کی پیروی کرنا چاہئے اس کے بعد نفس کی پاکی اور اس کے غیر خدا سے خالی کرنے کی طرف متوجہ

[1] لیکن اگر ابر ہو تو مغرب کی نماز کے بعد احتیاطاً روزہ کھولنا افضل ہے ۱۲ شہید

ہونا چاہیے چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ رباعی

خواہی[1] کہ شود دل تو چوں آئینہ ⁘ دہ چیز بروں کن از درون سینہ

حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت ⁘ بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

اس کے بعد قلب کو صاف کرنا اور جلا دینا (جس سے مراد اچھی عادتیں اختیار کرنا ہے) چاہیے چنانچہ اس دوسری رباعی میں اس طرف اشارہ ہے۔ رباعی

خواہی[2] کہ شوی بمنزل قرب مقیم ⁘ نہ چیز بہ نفس خویش فرما تعلیم

صبر و شکر و قناعت و علم و یقین ⁘ تفویض و توکل و رضا و تسلیم

فائدہ سالک کو چاہیے کہ شرع کے احکام کا مضبوطی سے پابند ہو اور اس کے ممنوعات سے پرہیز کرے اور پرہیزگاری اور خوف خدا اپنا طریقہ کرے اور تمام حالتوں میں سنتوں کا خیال کرے اور ان چیزوں سے جن کو خدا نے منع کیا ہے اور مشتبہ چیزوں سے بچے اور اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے اور استغفار اور اچھی باتوں سے اس کا تدارک کرے اور دوسرے وقت پر نہ اٹھا رکھے اور باجماعت مسجد میں نماز پڑھے اور جو وقت فرائض اور واجبات اور سنتوں کے پورا کرنے سے بچے اسے باطنی اشغال میں صرف کرے اور اوراد و نوافل کے زیادہ کرنے کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ باطنی اشغال کو اپنے اوپر فرض سمجھے اور کبھی غافل نہ ہو جب ان میں لطف اور مزا پائے خدا کا شکر ادا کرے اور تھوڑے لطف کو زائد سمجھے اور ہر کام خدا کی رضامندی کے لئے کرے کشف و کرامات میں لطف نہ حاصل کرے بلکہ اس سے بیزار ہو اور بسط کی حالت میں شکر ادا کرے اور شرع کی حدوں کا خیال رکھے اور جب انقباض ہو مایوس اور پریشان نہ ہو جائے اپنے کام میں مصروف رہے اور اپنی غلطی تسلیم کرے اور تمام عبادتوں میں اپنے کو قاصر خیال کرے اور باطنی حالتوں کو کسی جاہل کے سامنے نہ بیان کرے اور غیر محرم سے بھی نہ کہے۔ اور محرم سے بھی تنہائی اور علیحدگی میں کہے اور اوقات کی پابندی کرے اور غیر مستقل مزاجی سے علیحدہ رہے اور دل سے دنیا اور تمام دنیا کی چیزوں کی محبت چھوڑ دے ورنہ ایک ہزار برس تک بھی عبادت کرنا فائدہ نہ دے گا۔

---

[1] اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا قلب آئینہ کی طرح صاف اور روشن ہو جائے تو یہ دس خبیث عادتیں اپنے سینہ سے نکال ڈالو[1] لالچ[2] آرزو[3] غضب[4] جھوٹ[5] غیبت[6] کرنا کنجوسی[7] حسد[8] ریا[9] کبر[10] کینہ ۱۲ شہید۔ [2] اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی قربت حاصل کرو... تو اپنے نفس کو نو چیزوں کی تعلیم دو صبر کرنے شکر کرنے قناعت کرنے اور خدا پر یقین کرنے اور اپنے کو اس کے سپرد کر دینے اور حوالہ اختیار کر دینے اور اسکی رضامندی پر راضی ہونے اور اس پر بھروسہ کرنے کی ۱۲ شہید۔

دل ایک آئینہ ہے اس میں غیر اللہ کو نہ دیکھے اور مرتبہ اور غیرت کی خواہش کرنا اپنے کو گمراہ کرنا ہے اس سے پناہ مانگے اور وقت کو غنیمت سمجھے اور غفلت اور بیکاری میں ضائع نہ کرے کیونکہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں اور مردانہ وار کام زنی کرے اور خوشی و غم کو بالائے طاق رکھے اس واسطے کہ یہ ایک حجاب ہے اور جو شخص سنت رسولؐ کا پابند اور ہم جنس نہ ہو اس کی صحبت میں شریک نہ ہو اگرچہ اس شخص سے کرامتیں اور خرق عادات ظاہر ہوں اور وہ آسمان پر بھی اڑے اور لوگوں سے بقدر ضرورت ملے اور اچھے برے سے خوش اخلاقی سے پیش آئے اور لوگوں سے عاجزی اور انکساری کا برتاؤ کرے اور خاکساری اور نیستی کو اپنا طریقہ بناوے اور کسی پر اعتراض نہ کرے اور گفتگو نرمی سے کرے اور خاموشی اور خلوت پسند ہو اور اطمینان سے اپنے کاموں میں مشغول رہے اور پریشان نہ ہو اور جو باتیں پیش آئیں ان کو خدا کی طرف سے سمجھے اور ہمیشہ دل کی حفاظت کرے تاکہ غیر خدا کا خیال نہ آنے پائے اور دینی باتوں میں لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور ہر کام کو خالص نیت سے سرانجام دے اور کھانے پینے میں اعتدال مد نظر رکھے نہ اس قدر کھائے کہ کاہل ہو جائے اور نہ اتنا کم کہ ضعف کی وجہ سے عبادت نہ کر سکے اسیطرح ہر کام میں افراط و تفریط سے پرہیز کرے اور اگر نفس کی خواہش پوری کرے تو اس سے کام بھی لے اور بہتر تو کما کر کھانا ہے اور اگر توکل کرے تو یہ بھی اچھا ہے لیکن کسی سے طمع نہ کرے اور دل کو غیر خدا کے تعلق سے علیحدہ رکھے اور کسی سے امید خوف نہ رکھے اور غیر خدا سے محبت نہ کرے اور حق کی جستجو میں پریشان اور بے آرام رہے اور ہر جگہ خدا کے ساتھ رہے اور تھوڑی اور زائد نعمت کا شکر ادا کرے اور تنگدستی اور فاقہ اور روپیہ کی کمی سے پریشان نہ ہو جائے بلکہ اس میں اپنی عزت اور فخر[1] خیال کرے اور خدا کا شکر ادا کرے کہ اس نے اولیاء اور انبیاء کا مرتبہ مجھ کو عنایت فرمایا اور اپنے متعلقین سے مہربانی اور نرمی سے پیش آئے اور ان کی غلطیوں سے درگذر کرے اور ان کے عذر قبول کرے اور لوگوں کی غیبت[2] سے بچے اور لوگوں کا عیب چھپائے اور اپنے عیبوں پر غور کرے اور سب مسلمانوں کو اپنے سے بہتر سمجھے اور کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے اگرچہ حق بجانب ہو اور مسافر پروری اور مہمانوازی اپنی عادت کرے اور غریب اور مسکین لوگوں کی صحبت پسند کرے اور علماء[3] اور صلحاء کی خدمت میں اپنی عزت اور فخر خیال کرے اور جو کچھ اپنے پاس ہو اس کو

---

[1] آنحضرت صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے الفقر فخری یعنی فقیری پر مجھ کو فخر ہے ۱۲ شہید [2] قرآن شریف میں اس کی سخت ممانعت ہے اور فرمایا گیا ہے ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا غیبت کرنا، اور اپنے مردہ بھائی کا کچا گوشت کھانا برابر ہے ۱۲ شہید [3] حدیث میں ہے تم پر علماء کی صحبت میں بیٹھنا ضروری ہے کیونکہ جس طرح مردہ زمین پانی سے سیراب و شاداب ہو جاتی ہے اسیطرح مردہ دل حکمت کے نور سے زندہ ہو جاتے ہیں ۱۲ شہید

اچھے مصرف میں خرچ کرے تاکہ وہ روپیہ نقصان نہ پہونچا سکے اور کسی چیز سے قلبی تعلق نہ رکھے اور ہستی نیستی کو برابر سمجھے اور فقیروں کے کپڑوں کو پسند کرے اور جس قدر کپڑا اور کھانا میسر ہو اسی پر قناعت کرے اور ایثار کی عادت ڈالے اور پیاس اور بھوک (جو خدا کا کھانا ہے) کو دوست رکھے اور ہنسے کم اور روئے زائد۔ اور خدا کے عذاب اور اس کی بے نیازی سے ڈرتا رہے اور موت کو جو غیر خدا کی فنا کرنے والی ہے ہمیشہ مدنظر رکھے اور جدائی کی جگہ یعنی جہنم سے پناہ مانگے اور وصل کی جگہ یعنی جنت کی آرزو کرے اور دن کا حساب مغرب کے بعد اور رات کا حساب[سلہ] فجر کی نماز کے بعد کرے۔

اور اچھائیوں پر خدا کا شکر ادا کرے اور برائیوں پر صدق دل سے توبہ کرے اور استغفار کرے اور سچ بولنا اور حلال چیز کھانا اپنے اوپر لازم کرے اور بیہودہ اور کھیل کود کی مجلس میں نہ شریک ہو اور جہالت کی رسموں سے بچے اور دوستی اور دشمنی اور خوشی اور غصہ محض خدا کے لئے کرے۔

بخیل اور لالچی نہ ہو اور شرم کرنیوالا اور کم بولنے والا اور بے رنج اور صلح جو ہو اور خدا کی اطاعت کرنے والا اور نیکوکار اور باوقار اور یہی خوش خلقی اور نیکی کی دلیل ہے اور چاہئے کہ غرور نہ کرے اور اپنے کو اچھا نہ سمجھے اور اولیا اور مشائخ کی قبروں[سلہ] کی زیارت سے مشرف ہوا کرے اور فرصت کے وقت ان کی قبروں پر آکر روحانیت سے ان کی طرف متوجہ ہو اور ان کی حقیقت کو مرشد کی صورت میں خیال کر کے فیض حاصل کرے اور کبھی کبھی عام مسلمانوں کی قبروں پر جاکر اپنی موت کو یاد کیا کرے اور ان پر ایصال ثواب کرے اور مرشد کے حکم اور ادب کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور ادب کی جگہ سمجھے کیونکہ مرشدین خدا اور رسول کے نائب ہیں۔

نیز جو شخص مجھ سے محبت و عقیدت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو (جو کمالات ظاہر و باطنی کے جامع ہیں) میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے۔ اگرچہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں۔ اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان کے ایسے لوگ اس زمانے میں نہیں پائے جاتے ہیں اور ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے طریقے (جو اس کتاب میں ہیں) ان کے سامنے حاصل کرے انشاء اللہ بے بہرہ نہ رہے گا۔ خدا ان کی عمر میں برکت دے۔ اور معرفت کی تمام نعمتوں

سلہ گناہوں کا حساب ۱۲ شہید سلہ کیونکہ حدیث میں ہے کہ پہلے میں نے تم کو قبروں پر جانے سے روکا لیکن اب اجازت دیتا ہوں کیونکہ قبروں پر جانے سے آخرت اور موت یاد آتی ہے۔ ۱۲

اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند رتبوں تک پہنچائے اور ان کے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں قیامت تک اُن کا فیض جاری رکھے۔

اللّٰھم[1] اغفر لنا ولوالدینا ولاسنادنا ولمشائخنا ولاحبابنا ولجمیع المومنین والمؤمنات الاحیاء منھم والاموات برحمتك ویا ارحم الراحمین آمین آمین آمین آمین یا رب العالمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

مشائخ طریقت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سلسلوں کی کیفیت

سلسلۂ حضرات چشتیہ صابریہ قدوسیہ کا بیان

جاننا چاہیئے کہ حقیر فقیر ننگ خاندان بزرگان طریقت کا نام بدنام کرنے والا رو سیاہ امداد اللہ عفا اللہ عنہ کو حضور فیض گنجور قطب دوراں پیشوائے عارفاں نور الاسلام حضرت مولانا و مرشدنا و ہادینا میاں جیو شاہ نور محمد صاحب جھنجھانوی قدس اللہ سرہ سے نسبت بیعت اور تعلق صحبت و اجازت اور خرقہ حاصل ہے اور ان کو شیخ المشائخ حاجی شاہ عبد الرحیم شہید ولایتی سے اور ان کو حضرت عبد الباری اور ان کو شاہ عبد الہادی امروہی اور ان کو شاہ عضد الدین اور ان کو شاہ محمد مکی اور ان کو شاہ محمدی اور ان کو شاہ محب اللہ الہ آبادی اور ان کو شیخ ابو سعید گنگوہی اور ان کو شیخ نظام الدین بلخی اور ان کو شیخ جلال الدین تھانیسری اور ان کو قطب العالم عبد القدوس گنگوہی اور ان کو شیخ محمد عارف ردولوی اور ان کو شیخ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی اور ان کو شیخ شرف الدین ترک پانی پتی اور ان کو مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابرؒ اور ان کو شیخ فرید الدین گنج شکر مسعود اجودھنی اور ان کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور ان کو خواجہ معین الدین حسن سنجری اور ان کو خواجہ عثمان ہارونی اور ان کو خواجہ حاجی شریف زندنی اور ان کو خواجہ مودود چشتی اور ان کو خواجہ ابو یوسف چشتی اور ان کو خواجہ ابی احمد ابدال چشتی اور ان کو خواجہ ابو اسحاق شامی اور ان کو خواجہ ممشاد علو دینوری اور ان کو خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری اور ان کو خواجہ حذیفہ

[1] اے خدا بخشدے ہم کو اور ہمارے والدین کو استادوں کو مشائخ دوستوں اور تمام زندہ اور مردہ مسلمانوں مردوں اور عورتوں کو اپنی رحمت سے اے سب رحم کرنے والوں میں زائد رحم کرنے والے ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید انصاری۔

مرعشی اور ان کو خواجہ ابراہیم ادھم بلخی اور ان کو خواجہ اجمال الدین فضیل بن عیاض اور ان کو خواجہ عبد الواحد بن زید اور ان کو امام العارفین خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہم سے اور ان کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے اور ان کو سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین سے۔

سلسلۂ چشتیہ نظامیہ قدوسیہ

طریقہ نظامیہ کی اجازت حضرت عبد القدوس گنگوہی کو اپنے مرشد شیخ درویش ابن محمد قاسم اودھی سے حاصل ہے اور ان کو سیّد بڈھن بہڑائچی اور ان کو سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیان جہاں گشت سے اور ان کو خواجہ نصیر الدین روشن چراغ دہلی اور ان کو سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا ابن احمد بدایونی اور ان کو خواجہ فریدالدین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ قدوسیہ

حضرت قطب العالم القدوس گنگوہیؒ کو طریقہ قادریہ کی اجازت اور خرقہ اپنے مرشد درویش بن محمد قاسم اودھی سے اور ان کو سید بڈھن بہڑائچی اور ان کو مخدوم جہانیاں جہاں گشت سیّد جلال الدین بخاری سے ان کو شیخ علبید بن علیثی سے ان کو شیخ علبید بن ابو القاسم سے ان کو شیخ ابو المکارم فاضل سے ان کو شیخ قطب الدین ابو الغیث سے ان کو شیخ شمس الدین حداد سے ان کو امام الاولیا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی سے ان کو شیخ ابو سعید مخزومی سے ان کو شیخ ابو الحسن قرشی علی الہنکاری سے ان کو شیخ جنید بغدادی سے ان کو شیخ سری سقطی سے ان کو شیخ معروف کرخی سے ان کو شیخ داؤد طائی سے ان کو شیخ حبیب عجمی سے ان کو امام حسن بصری سے ان کو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

ایضاً نیز فقیر کو اس سلسلہ قادریہ میں اپنے مرشد حضرات مولانا میانجیو نور محمد جھنجانویؒ سے ان کو سیّد عبد الحی سے ان کو سید محمد غوث سے ان کو سید ابو محمد سے ان کو سید شاہ محمد سے ان کو سیّد قمیص العالمؒ سے ان کو سیّد الیاسی مغربیؒ سے ان کو سیّد عبد الحق مغربیؒ سے ان کو مولانا مغربیؒ سے ان کو سیّد احمد قدسیؒ سے ان کو سید عبد القادر راسیؒ سے ان کو سیّد عبد الوہاب سے ان کو

سیّد یحییٰ زاہد سے ان کو سیّد زین الدین سے ان کو سیّد عبدالرزاق سے ان کو غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے اور باقی سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک وہی ہے۔

سلسلۂ عالیہ قدوسیہ نقشبندیہ

حضرت میران اجمل بہڑائچی کو اپنے پیر شاہ عبدالحق سے اور ان کو خواجہ عبید اللہ سے ان کو خواجہ مولانا یعقوب چرخی سے ان کو خواجہ علاء الدین عطار سے ان کو خواجہ امیر کلال سے ان کو خواجہ محمد بابا سماسی سے ان کو خواجہ عزیزان علی رامیتنی سے ان کو خواجہ محمود ابوالخیر فغنوی سے ان کو خواجہ محمد عارف ریوگری سے ان کو خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے ان کو خواجہ یوسف ہمدانی سے ان کو خواجہ ابوعلی فارمدی[۱] سے ان کو خواجہ امام ابوالقاسم قشیری سے ان کو خواجہ ابوعلی دقاق سے ان کو خواجہ ابوالقاسم نصیر آبادی سے ان کو خواجہ ابوبکر شبلی سے ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے ان کو شیخ سری سقطی سے ان کو شیخ معروف کرخی سے ان کو شیخ داؤد طائی سے ان کو خواجہ حبیب عجمی سے ان کو امام الاولیاء حسن بصری رح سے ان کو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے ان کو سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

نیز اس سلسلہ میں فقیر کو اجازت اور خرقہ اپنے پیر میانجیو نور محمد شاہ سے حاصل ہے اور ان کو حضرت سید احمد شہید رح سے ان کو شاہ عبدالعزیز رح سے ان کو شاہ ولی اللہ سے ان کو شاہ عبدالرحیم رح سے ان کو شاہ عبداللہ رح سے ان کو سید آدم بنوری سے ان کو امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی رح سے ان کو خواجہ باقی باللہ رح سے ان کو خواجہ ملنگی رح سے ان کو مولانا درویش رح سے ان کو مولانا زاہد رح سے ان کو خواجہ عبید اللہ رح احرار سے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک۔

نیز فقیر کو بیعت اور اس قسم کی اجازت اپنے پہلے مرشد حضرت مولانا و ہادینا حضرت مجاہدین نصیر الدین دہلوی رح سے حاصل ہے اور ان کو شاہ محمد آفاق دہلوی رح سے ان کو خواجہ ضیاء اللہ رح سے ان کو خواجہ محمد زبیر رح سے ان کو خواجہ حجت اللہ محمد نقش بند ثانی رح سے ان کو خواجہ محمد معصوم رح سے ان کو حضرت مجدد رح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہے۔

[۱] نیز ابوعلی فارمدی کو بیعت اور اجازت خواجہ ابوالحسن خرقانی اور ان کو بایزید بسطامی سے ان کو امام جعفر صادق رح سے ان کو حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر سے ان کو سلیمان فارسی رض سے انکو امیر المومنین حضرت ابوبکر بن الصدیق سے انکو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کما قال المعض ۱۲ شہید

سلسلہ سہروردیہ قدوسیہ

نیز قطب العالم عبد القدوس گنگوہیؒ کو اپنے مرشد مرشد مرشد سید احمل بہرائچی سے اجازت حاصل ہے اوران کو اپنے والد شیخ جلال الدین بخاریؒ سے ان کو شیخ رکن الدین ابوالفتح سے ان کو اپنے والد صدر الدین سے ان کو اپنے والد شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے ان کو امام الطریقہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے ان کو شیخ ابو نجیب سہروردی سے ان کو شیخ وجیہ الدین عبد القاہر سہروردی سے ان کو شیخ ابو محمد بن عبد اللہ سے ان کو شیخ احمد دینوری سے ان کو ممشاد علو دینوری سے ان کو حضرت جنید بغدادی سے ان کو معروف سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

سلسلہ کبرویہ قدوسیہ

نیز جلال الدین بخاری کو اس طریقہ کی اجازت شیخ حمید الدین سمرقندی سے ان کو شمس الدین بن امام محمد بن محمود بن ابراہیم بن ادھم سے ان کو شیخ عطایائے خالدی سے ان کو شیخ احمد بابا کمال خجندی سے ان کو شیخ نجم الدین کبریٰ سے ان کو عمار یاسر سے ان کو ابو النجیب سہروردی سے ان کو شیخ احمد غزالیؒ سے ان کو ابوبکر نساجؒ سے ان کو ابو القاسم گرگانی سے ان کو خواجہ ابو عثمان مغربیؒ سے ان کو ابو علی کاتبؒ سے ان کو شیخ علی رودباریؒ سے ان کو سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

۵؎ نیز حضرت مجددؒ کو اجازت بیعت تمام طریقہ چشتیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ۔ کبرویہ۔ مداریہ۔ قلندریہ کی اپنے پیر و مرشد شیخ عبد الاحد سے ان کو اپنے مرشد شیخ رکن الدین گنگوہی سے ان کو عبد القدوسؒ گنگوہی قدس سرہم سے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک کما قال بعض الفضلاءؒ ۱۲۔ مولانا صبغت اللہ شہید انصاری فرنگی محلی۔

تمت بالخیر

فیصلۂ ہفت مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأٰت اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ ونشہد انّ سیدنا ومولانا محمد اعبدہٗ ورسولہٗ۔

اما بعد فقیر امداد اللہ الحنفی الچشتی عموماً سب مسلمانوں کی خدمت میں اور خصوصاً جو اس فقیر سے ربط وتعلق رکھتے ہیں۔ عرض رسا ہے کہ یہ امر مسلمات سے ہے کہ باہمی اتفاق باعثِ برکاتِ دینوی ودینی اور نا اتفاقی موجب مضرت دینوی ودینی ہے۔ اور آج کل بعض مسائل فرعیہ میں ایسا اختلاف واقع ہوا ہے۔ جس سے طرح طرح کے شر اور فتنیں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور خواص کا وقت اور عوام کا دین ضائع ہو رہا ہے۔ حالانکہ اکثر امور میں محض نزاع لفظی ہے اور مقصود متحد چونکہ عموماً مسلمانوں کی خصوصاً اپنے متعلق والوں کی یہ حالت دیکھ کر بہت صدمہ ہوتا ہے اس لئے فقیر کے دل میں آیا کہ مسائل مذکورہ کے متعلق مختصر سا مضمون قلم بند کر کے شائع کر دیا جائے امید قوی ہے کہ یہ نزاع وجدال رفع ہو جائے۔ ہر چند کہ اس وقت میں اختلافات اور مختلفین کثرت سے ہیں۔ مگر فقیر نے انہیں مسائل کو لیا جن میں اپنی جماعت کے لوگ مختلف تھے دو وجہ سے اوّل تو کثرت اختلافات اس درجہ پہنچی ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔ دوسرے ہر شخص سے امید قبول نہیں اور اپنی جماعت میں جو اختلافات ہیں۔ اوّلاً وہ معدود۔ دوسرے امید قبول غالب پس ایسے مسائل جن میں ان صاحبوں میں زیادہ قیل وقال ہے سات ہیں۔ پانچ عملی دو علمی ترتیب بیان میں اس کا لحاظ رکھا ہے کہ جن میں سب سے زیادہ گفتگو ہے ان کو مقدم جن میں اس سے کم ہے اس کے بعد علیٰ ہٰذا القیاس اور اپنا مشرب اور ایسے مسائل پر جو عمل درآمد مناسب ہے لکھدیا۔ حق تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ تحریر باعث رفع فساد باہمی ہو جاوے اور حضرات بھی اگر اس کو قبول فرما کر منتفع ہوں تو دعا سے یاد فرما دیں اور کوئی صاحب اس تحریر کے جواب کی فکر نہ کریں کہ مقصود میرا مناظرہ کرنا نہیں۔

واللہ ولی التوفیق

پہلا مسئلہ مولود شریف کا

اس میں تو کسی کو کلام ہی نہیں کہ نفس ذکر ولادت شریف حضرت فخر آدم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
موجب خیرات و برکات دنیوی و اخروی ہے صرف کلام بعض تعینات و تخصیصات و تقلیدات میں
ہے جن میں بڑا امر قیام ہے بعض علماء ان امور کو منع کرتے ہیں بقولہ علیہ السلام کلُّ بدعۃٍ ضلالۃٌ اور
اکثر علماء اجازت دیتے ہیں لاطلاق دلائل فضیلۃ الذکر اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر
دین کو دین میں داخل کر لیا جاوے کما یظہر من التامل فی قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ
فہو ردٌّ الحدیث پس ان تخصیصات کو اگر کوئی شخص عبادت مقصود نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہ مباح جانتا ہے
مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں مثلاً
قیام کو لذاتہا عبادت نہیں اعتقاد کرتا مگر تعظیم ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت جانتا ہے اور
کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت معیّن کر لی اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر کسی مصلحت
سے خاص ذکر ولادت کا وقت مقرر کر لیا مثلاً ذکر ولادت کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر بہ مصلحت سہولت دوام
یا اور کسی مصلحت سے بارہ ۱۲ ربیع الاوّل مقرر کر لی اور کلام تفصیل مصالح میں از بس طویل ہے ہر محل میں جدا
مصلحت ہے رسائل موالید میں بعض مصالح مذکور بھی ہیں اگر تفصیلاً کوئی مطلع نہ ہو تو مصلحت اندیشاں
پیشین کا اقتدا ہے اس کے نزدیک یہ مصلحت کافی ہے۔ ایسی حالت میں تخصیص مذموم نہیں تخصیصات
اشغال و مراقبات و تعینات رسوم و مدارس و خانقاہ جات اسی قبیل سے ہیں اور ان تخصیصات کو قربت مقصود
جانتا ہے مثل نماز روزہ کے تو بے شک اسوقت یہ امور بدعت ہیں مثلاً یوں اعتقاد کرتا ہے کہ اگر تاریخ معیّن
پر مولود نہ پڑھا گیا یا قیام نہ ہوا یا بخور و شیرینی کا انتظام نہ ہوا تو ثواب ہی نہ ملا تو بیشک یہ اعتقاد
مذموم ہے کیونکہ حدود شرعیہ سے تجاوز ہے جیسے عمل مباح کو حرام اور ضلالت سمجھنا بھی مذموم ہے
غرض دونوں صورتوں میں تعدی حدود ہے اور اگر اُن امور کو ضروری بمعنی واجب شرعی نہیں سمجھتا
بلکہ ضروری بمعنی موقوف علیہ بعض البرکات جانتا ہے جیسے بعض اعمال میں تخصیص ہوا کرتی ہے
کہ ان کی رعایت نہ کرنے سے وہ اثر خاص مرتب نہیں ہوتا مثلاً بعض عمل کھڑے ہو کر پڑھے جاتے ہیں اگر
بیٹھ کر پڑھیں تو اثر خاص نہ ہو گا۔ اس اعتبار سے اس قیام کو ضروری سمجھتا ہے اور دلیل اس
توقف کی موجدان اعمال کا تجربہ یا کشف و الہام ہے اسی طرح کوئی عمل مولد کو بہیئت کذائیہ
موجب بعض برکات یا آثار کا اپنے تجربہ سے یا کسی صاحب بصیرت کے وثوق پر سمجھے اور اس معنی کر
قیام کو ضروری سمجھے کہ یہ اثر خاص بدون قیام نہ ہو گا اس کے بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ

اعتقاد ایک امر باطن ہے اسکا حال بدون دریافت کئے ہوئے یقیناً معلوم نہیں ہو سکتا محض قرائن تخمینہ سے کسی پر بدگمانی اچھی نہیں مثلاً بعض لوگ تارکین قیام پر ملامت کرتے ہیں تو ہر چند کہ یہ ملامت بیجا ہے کیونکہ قیام شرعاً واجب نہیں پھر ملامت کیوں بلکہ اس ملامت سے شبہہ اصرار کا پیدا ہوتا ہے جسکی نسبت فقہانے فرمایا ہے کہ اصرار سے مستحب بھی معصیت ہوتا ہے مگر ہر ملامت سے یہ قیاس کر لینا کہ یہ شخص معتقد وجوب قیام کا ہے درست نہیں کیونکہ ملامت کی بہت سی وجہیں ہوتی ہیں کبھی اعتقاد وجوب ہوتا ہے کبھی محض مخالفت رسم و علوت خواہ عادت دنیوی ہو یا مبنی کسی سبب دینی پر ہو کبھی وجہ ملامت یہ ہوتی ہے کہ وہ فعل اس لائم کے زعم میں خواہ زعم صحیح ہو یا فاسد کسی قوم بدعقیدہ کا شعار ٹھہر گیا ہے اس فعل سے وہ استدلال کرتا ہے کہ یہ بھی ان ہی لوگوں میں ہے اسلئے ملامت کرتا ہے مثلاً کوئی بزرگ مجلس میں تشریف لاویں اور سب لوگ تعظیم کو کھڑے ہو جاویں ایک شخص بیٹھا رہے تو اس پر ملامت اسوجہ سے کوئی نہیں کرتا کہ تو نے واجب شرعی ترک کیا بلکہ اسوجہ سے کہ وضع مجلس کی مخالفت کی یا مثلاً ہندوستان میں عموماً عادت ہے کہ تراویح میں جو قرآن مجید ختم کرتے ہیں شیرینی تقسیم کرتے ہیں اگر کوئی شیرینی تقسیم نہ کرے تو ملامت کرینگے مگر صرف اسی وجہ سے کہ ایک رسم صالح کو ترک کیا یا مثلاً بحق کہنا کسی زمانے میں مخصوص معتزلہ کے ساتھ تھا کوئی ناواقف کسی شخص کو بحق کہتا ہوا سنکر اس خیال سے ملامت کرتا کہ یہ شخص بھی اسی قسم کا اور اس سے اس کے دوسرے عقائد پر استدلال کر کے مخالفت کرتا بہر حال صرف ملامت کو دلیل اعتقاد وجوب ٹھہرانا مشکل ہے اور فرضاً کسی عامی کا یہی عقیدہ ہو کہ قیام فرض و واجب ہے تو اس سے صرف اس کے حق میں بدعت ہو جائیگا۔ جن لوگوں کا یہ اعتقاد نہیں ان کے حق میں مباح و مستحسن رہے گا مثلاً متشددین رجعت قہقری کو ضروری سمجھتے ہیں تو کیا یہ رجعت سب کے حق میں بدعت ہو جائیگی اور بعض اہل علم صرف جاہلوں کی بعض زیادتیاں دیکھ کر جیسے موضوع روایات پڑھنا گانا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ مجالس جہلا میں واقع ہوتا ہے عموماً سب موالید پر ایک حکم لگا دیتے ہیں یہ بھی انصاف کے خلاف ہے مثلاً بعض مواعظین موضوع روایات بیان کرتے ہیں یا ان کے وعظ میں بوجہ اختلاط مردوں و عورتوں کے کوئی فتنہ ہو جاتا ہے تو کیا تمام مجالس وعظ ممنوع ہو جاوے گی ؏ بہر کیکے نتوان سوختن گلیمے را مسوز۔ رہا اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ امر ممکن عقلاً و نقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے رہا یہ شبہہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہہ ہے آپ کے علم در وحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنی سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جاویں بہر حال ہر طرح یہ امر ممکن ہے اور اس سے آپ کی نسبت

اعتقاد علم غیب لازم نہیں آتا جو کہ خصائص ذات حق سے ہے کیونکہ علم غیب وہ ہے جو مقتضا ذات کا ہے اور جو باعلام خداوندی ہے وہ ذاتی نہیں بالسبب ہے وہ مخلوق کے حق میں ہے ممکن بلکہ واقع ہے اور امر ممکن کا اعتقاد شرک و کفر کیونکہ ہو سکتا ہے البتہ ہر ممکن کے لیئے وقوع ضروری نہیں ایسا اعتقاد کرنا محتاج دلیل ہے اگر کسی کو دلیل ملجاوئے مثلاً خود کشف ہوجاوے یا کوئی صاحب کشف خبر کردے تو اعتقاد جائز ہے ورنہ بے دلیل ایک غلط خیال ہے غلطی سے رجوع کرنا اس کو ضرور ہے مگر شرک و کفر کسی طرح نہیں ہو سکتا پس تحقیق مختصر اس مسئلہ میں یہ ہے جو مذکور ہوئی اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں رہا عملدرآمد جو اس مسئلے میں رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہرگاہ یہ مسئلہ اختلافی اور ہر فریق کے پاس دلائل شرعی بھی ہیں گو قوت وضعف کا فرق ہو جیسا کہ اکثر مسائل اختلافیہ فرعیہ میں ہوا کرتا ہے پس خاص کو تو یہ چاہیئے کہ جو ان کو تحقیق ہوا ہو اس پر عمل رکھیں اور دوسرے فریق کے ساتھ فیض و کینہ نہ رکھیں نہ نفرت و تحقیر کی نگاہ سے اس کو دیکھیں نہ تفسیق و تضلیل کریں بلکہ اس اختلاف کو مثل اختلاف حنفی و شافعی کے سمجھیں اور باہم ملاقات و مکاتبت و سلام و موافقت و محبت کی رسوم جاری رکھیں اور تردید و مباحثہ سے خصوصاً بازاریوں کے بذ یانات سے کہ منصب اہل علم کے خلاف ہے پرہیز رکھیں بلکہ ایسے مسائل میں نہ فتویٰ لکھیں نہ مہر و دستخط کریں کہ فضول ہے اور ایک دوسرے کی رعایت رکھے مثلاً اگر مانع قیام عامل قیام کی محفل میں شریک ہوجائے تو بہتر ہو کہ اس محفل میں قیام نہ کریں بشرطیکہ کسی فتنے کا برپا ہو۔ محتمل نہ ہو اور جو قیام ہو تو مانع قیام بھی اس وقت قیام میں شریک ہو جائے اور عوام نے جو غلو اور زیادتیاں کرلی ہیں ان کو نرمی سے منع کریں اور یہ منع کرنا ان کا زیادہ مفید ہوگا اور جو خود مولد اور قیام میں شریک ہوتے ہیں اور جو مانع اصل کے ہیں ان کو سکوت مناسب ہے ایسے امور میں مخاطبت ہی نہ کریں اور جہاں ان امور کی عادت ہو وہاں مخالفت نہ کریں جہاں عادت نہ ہو وہاں ایجاد نہ کریں غرض فتنے سے بچیں قصہ حطیم اس کی دلیل کافی ہے اور مجوزین مانعین کے تبلیغ کی تاویل کر لیا کریں کہ یا تو ان کو یہی تحقیق ہوا ہوگا یا انتظاماً منع کرتے ہونگے کہ بعض موقع پر اصل عمل سے منع کرتے ہیں تب ان سے بچتے ہیں اگرچہ اس وقت میں اکثر یہ تدبیر غیر مفید ہوتی ہے اور جو مانع ہیں وہ مجوزین کی تاویل کرلیا کریں کہ یا ان کو تحقیق یہی ہوا ہے یا غلبۂ محبت سے یہ عمل کرتے ہیں اور حسن ظن اور بالمسلمین کیوجہ سے لوگوں کو بھی اجازت دیتے ہیں اور عوام کو چاہیئے کہ جس عالم کو متدین و محقق سمجھیں اس کی تحقیق پر عمل کریں اور فریق کے لوگو سے تعرض نہ کریں خصوصاً دوسرے فریق کے علماء کی شان میں گستاخی کرنا چھوٹا منہ اور بڑی بات کا مصداق ہے غیبت اور حسد سے اعمال حسنہ ضائع ہوتے ہیں ان امور سے پرہیز کریں اور تعصب اور عداوت سے بچیں اور ایسے مضامین کی کتابیں اور رسالے مطالعہ نہ کیا کریں گویا کام علماء کا ہے

عوام کو علما پر بدگمانی اور مسائل میں شبہہ ہوتا ہے اور اس مسئلہ میں جو تحقیق اور عملدرآمد کیا گیا ہے کچھ اس مسئلہ ہی کیساتھ مخصوص نہیں نہایت مفید اور کار آمد مضمون ہے جو اکثر مسائل اختلافیہ خصوصاً جنکا یہاں ذکر ہے اور جو اسکے امثال ہیں مثل مصافحہ یا معانقہ عیدین یا مصافحہ بعد وعظ و بعد نماز فجر و عصر یا نماز ہائے پنجگانہ ذکر از تہلیل بعد نماز پنجگانہ و دست بوسی و پابوسی اور انکے سوا بہت امور ہیں جنمیں شور و شر پھیل رہا ہے ان سب امور میں اس مضمون کا لحاظ رکھنا مفید ہوگا سب اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ فاحفظہ متنفع انشاء اللہ

دوسرا مسئلہ فاتحہ مروّجہ کا

اسمیں وہی گفتگو ہے جو مسئلہ مولود میں مذکور ہوئی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں اسمیں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا بمصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنیکو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے اور تامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلادیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کرلی متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب و لسان کیلئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اسیطرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہونچ جائے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اسکا مشارٌ الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو کھانا روبرو لانے لگے کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاویگا کہ جمع بین العبادتین ہے ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں کسی نے خیال کیا دعا کیلئے رفع یدین سنت ہے ہاتھ بھی اٹھانے لگے کسی نے خیال کیا کھانا جو مسکین کو دیا جاویگا اسکے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے پانی پلانا بڑا ثواب ہے اس پانی کو بھی کھانے کیساتھ رکھ لیا پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہوگئی رہا تعیین تاریخ یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمولی ہو اسوقت وہ یاد آجاتا ہے اور ضرور ہو رہتا ہے اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں جنکی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان کیا گیا ذہین آدمی غور کرکے سمجھ سکتا ہے اور قطع نظر مصالح مذکورہ کے اسمیں بعض اسرار بھی ہیں پس اگر یہی مصالح بتائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں رہا عوام کا غلو اولاً اسکی اصلاح کرنی چاہئے اس عمل سے کیوں منع کیا جائے ثانیاً انکا غلو اہل فہم آپ کے فعل میں مؤثر نہیں ہو سکتا اَنَا اَغْنَا الشُّرَکَاءِ لَکُمْ اَغْنُهَا الکُمْ یا

شبہ تشبیہ کا اسمیں بحث از بس طویل ہے مختصر اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ تشبہ اسوقت تک رہتا ہے جبتک وہ عادات اس قوم کیساتھ ایسی مخصوص ہوں کہ جو شخص وہ فعل کرے اُسی قوم سے سمجھا جاوے یا اسپر حیرت ہو اور جب دوسری قوموں پر پھیل کر عام ہو جاوئے تو وہ تشبہ جاتا رہتا ہے ورنہ اکثر امور متعلق عادات و ریاضات جو غیر قوموں سے ماخوذ ہیں مسلمانوں میں کثرت سے پھیل گئے کہ کسی عالم درویش کا گھر بھی اس سے خالی نہیں یہ امور مذموم نہیں ہو سکتے قصہ تطہیر اہل قبا اسمیں کافی حجت ہے البتہ جو ہیئت عام نہیں ہوئی وہ موجب تشبہ ہے اور ممنوع پس یہ ہیئت مروجہ ایصال کسی قوم کیساتھ مخصوص نہیں اور گیارھویں حضرت غوث پاک قدس سرہٗ کی دسویں بیسویں چہلم ششماہی سالانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بو علی قلندر کی رحمۃ اللہ علیہ وحلوائے شب برأت اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں اور مشرب فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے مگر کرنیوالونپر انکار نہیں کرتا اور عملدرآمد اس مسئلہ میں ایسا رکھنا چاہئے یعنی دو فریقوں کا باہم مل جلکر رہنا اور مباحثہ وقیل وقال نہ کرنا اور ایک دوسرے کو وہابی بدعتی نہ کہنا اور عوام کو غلو اور جھگڑوں سے منع کرنا سب بحث مولد میں گذر چکا

تیسرا مسئلہ عرس وسماع کا

لفظ عرس ماخوذ اسحدیث سے ہے نم کنومة العروس یعنی بندۂ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کیطرح آرام کر کیونکہ موت مقبولان الٰہی کے حق میں وصال محبوب حقیقی ہے اس سے بڑھکر کونسا عروسی ہوگی چونکہ ایصال ثواب بروح اموات مستحسن ہے خصوصا جن بزرگوں سے فیوض وبرکات حاصل ہوئے ہیں ان کا زیادہ حق ہے اور ہر اپنے پیر بھائیوں سے ملنا موجب ازدیاد محبت وتزاید برکات ہے اور نیز طالبوں کا یہ فائدہ ہے کہ پیر کی تلاش میں مشقت نہیں ہوتی بہت سے مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں اسمیں جس سے عقیدت ہو اسکی غلامی اختیار کر لے اس لئے مقصود ایجاد رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلہ کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں باہم ملاقات بھی ہو جاوے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن وطعام کا ثواب بھی پہنچایا جاوے یہ مصلحت ہے تعیین یوم میں رہا خاص یوم وفات کو مقرر کرنا اسمیں اسرار مخفیہ ہیں انکا اظہار ضرور نہیں چونکہ بعض طریقوں میں سماع کی عادت ہے اسلئے تجدید حال اور ازدیاد ذوق وشوق کیلئے کچھ سماع بھی ہونیلگا پس اصل عرس کی اس قدر ہے اور اسمیں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا بعض علمانے بعض حدیثوں سے بھی اسکا استنباط کیا ہے رہگیا شبہ حدیث لا تتخذوا قبوری عیدًا کا سو اسکے صحیح معنی یہ ہیں کہ قبر پر میلا لگانا اور خوشیاں کرنا اور زینت اور آرائش دو دھوم دھام کا اہتمام یہ ممنوع ہے کیونکہ زیارت مقابر واسطے عبرت وتذکرۂ آخرت کے ہے نہ غفلت اور نہ زینت کیلئے اور یہ معنی نہیں کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع ہے ورنہ مدینہ طیبہ قافلوں کا جانا واسطے زیارت روضہ اقدس کے بھی منع ہو دوفی بالخصوص

حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز اور ایصال ثواب قرأت و طعام بھی جائز اور تعیین بہ مصلحت بھی جائز سب مل کر بھی جائز رہا یہ شبہہ کہ وہاں پکار کر سب قرآن شریف پڑھتے ہیں اور آیۂ فاستمعوا لہ وانصتوا کی مخالفت ہوتی ہے سواوّلاً تو علماء نے لکھا ہے کہ خارج نماز کے یہ امر استحباب کیلئے ہے ترک مستحبات پر اسقدر شور و غل نامناسب ہے ورنہ لوگوں کا مکاتب میں پڑھنا ممنوع ہوگا دوسرے اگر کسی کو یہی تحقیق ہو کہ یہ وجوب عام ہے تو اصل کرنے سے یہ بہتر ہے کہ امر تعلیم کر دیا جائے یہی جواب ہے سوم میں قرآن پکار کر پڑھنے کا البتہ جس مجلس میں امور منکرہ مثل رقص مروجہ و سجدۂ قبور وغیرہ ہوں اسمیں شریک نہ ہونا چاہئے رہا مسئلہ سماع کا یہ بحث از بس طویل ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے سماع محض میں بھی اختلاف ہے جس میں محققین کا یہ قول ہے کہ اگر شرائط جواز مجتمع ہوں اور عوارض مانعہ مرتفع ہوں تو جائز ورنہ ناجائز کہا فصلہ الامام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ اور سماع بالآلات میں بھی اختلاف ہے بعض لوگوں نے احادیث منع کی تاویلیں کی ہیں اور نظائر فقہیہ پیش کئے ہیں چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ سماع میں اسکا ذکر فرمایا ہے مگر آداب شرائط کا ہونا باجماع ضروری ہے جو اسوقت کثرت مجالس میں مفقود ہے مگر تاہم ع

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد۔ بہر حال وہ احادیث خبر واحد ہیں اور محتمل تاویل گو تاویل بعید ہے اور غلبہ حال کا بھی احتمال موجود ہے ایسی حالت میں کسی پر اعتراض کرنا از بس دشوار ہے۔ مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں اوّل قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اسکا ثواب بخشدیا جاتا ہے اور زوائد امور فقیر کی عادت نہیں نہ کبھی سماع کا اتفاق ہوا نہ خالی نہ بالآلات مگر دل سے اہل حال پر کبھی اعتراض نہ کیا ہاں جو محض ریاکار و مدعی بیہودہ ہو اگر تعیین اسکی کہ فلاں شخص ریاکار ہے بلا حجت شرعیہ نادرست ہے اسمیں بھی عملدرآمد فریقین کا یہی ہونا چاہئے جو ادب پر مذکور ہوا کہ جو لوگ نہ کریں ان کو کمال اتباع سنت کا شائق سمجھیں جو کریں ان کو اہل محبت میں سے جانیں اور ایک دوسرے پر انکار نہ کریں جو عوام کے غلو ہوں ان کا لطف اور نرمی سے انسداد کریں۔

چوتھا مسئلہ ندائے غیر اللہ کا

اسمیں تحقیق یہ ہے کہ یہ اسے مقاصد و اغراض مختلف ہوتے ہیں کبھی محض اظہار شوق کبھی تحسر کبھی مناذی کو سنانا کبھی اسکو پیام پہنچانا سو منادی غائب کو پکارنا اگر محض واسطے تذکرہ اور شوق وصال اور حسرت فراق کے ہے جیسے عاشق اپنے محبوب کا نام لیا کرتے ہیں اور اپنے دل کو تسلی دیا کرتے ہیں اسمیں تو کوئی گناہ نہیں مجنوں کا قصہ مثنوی میں مذکور ہے اشعار:- دید مجنوں را یکے صحرا نورد ❊ در بیابان غمش بنشستہ فرد ❊ ریگ کاغذ بود و انگشتاں قلم ❊ می نمودے بہر کس نامہ رقم ❊ گفت اے مجنون شیدا چیست ایں ❊ می نویسی نامہ بہر کیست ایں ❊ گفت مشق نام لیلیٰ میکنم

خاطر خود را تسلی فرمید سیم ۔ ایسی ندا صحابہ سے بکثرت روایات میں منقول ہے کما لا یخفی علی المتبحر المتسع النظر اور اگر مخاطب کا اسماع و سنانا مقصود ہے تو اگر تصفیہ باطن سے منادی کا مشاہدہ کر رہا ہے تو بھی جائز ہے اور اگر مشاہدہ نہیں کرتا لیکن سمجھتا ہے کہ فلاں ذریعہ سے اسکو خبر پہنچ جاویگی اور وہ ذریعہ ثابت بالدلیل ہو تب بھی جائز ہے مثلاً ملائکہ کا درود شریف حضور اقدس میں پہنچانا احادیث سے ثابت ہے اس اعتقاد سے کوئی شخص الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہے کچھ مضائقہ نہیں اور اگر نہ مشہود ہو نہ پیغام پہنچانا مقصود ہو نہ پیغام پہنچانیکا کوئی ذریعہ دلیل سے موجود ہو وہ ندا ممنوع ہے مثلاً کسی ولی کو دور سے ندا کرنا اسطرح کہ اسکو سنانا منظور ہے اور رد برد نہیں نہ ابھی تک اس شخص کو یہ امر ثابت ہوا کہ انکو کسی ذریعہ سے خبر پہنچیگی یا ذریعہ متعین کیا مگر اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں یہ اعتقاد افترا علی اللہ اور دعویٰ علم غیب ہے بلکہ مشابہ شرک کے ہے مگر بید صرف کہ اسکو شرک و کفر کہدینا جراءت ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اس بزرگ کو خبر پہنچا دے ممکن ہے اور ممکن کا اعتقاد شرک نہیں گر چونکہ ارکان کو وقوع لازم نہیں اسلئے ایسی ندائے لایعنی کی اجازت نہیں ہے البتہ جو ندا نص میں وارد ہے مثلاً یا عباد اللہ اعینونی وہ باتفاق جائز ہے اور یہ تفصیل حق عوام میں ہے اور جو اہل خصوصیت ہیں انکا حال جدا ہے اور حکم بھی جدا کہ ان کے حق میں یہ فعل عبادت ہو جاتا ہے جو خواص میں سے ہوگا خود سمجھ لیگا بیان کی حاجت نہیں یہاں سے معلوم ہو گیا حکم وظیفہ یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ کا لیکن اگر شیخ کو متصرف حقیقی سمجھے تو منجر الی الشرک ہے ہاں اگر وسیلہ یا ذریعہ جانے یا ان الفاظ کو بابرکت سمجھ کر خالی الذہن ہو کر پڑھے کچھ حرج نہیں یہ تحقیق ہے اس مسئلہ میں اب بعض علما اس خیال سے کہ عوام فرق مراتب نہیں کرتے اس ندا سے منع کرتے ہیں انکی نیت بھی اچھی ہے انما الاعمال بالنیات مگر مصلحت یوں ہے کہ اگر ندا کرنیوالا سمجھدار ہو تو اسپر حسن ظن کیا جاوے اور محض عامی جاہل ہو تو اس سے دریافت کیا جاوے اگر اسکے عقیدے میں کوئی خرابی ہو تو اس کی اصلاح کر دی جائے اور کسی وجہ سے اصل عمل سے منع کرنا مصلحت ہو تو بالکل رد کر دیا جائے لیکن ہر موقع پر اصل عمل سے منع کرنا مفید نہیں ہوتا ایک بات کہ وہ بھی بہت جگہ کار آمد ہے یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عمل فاسد میں مبتلا ہوا اور بہ قرائن قویہ سے یقین ہو کہ یہ شخص اصل عمل کو ترک نہ کریگا تو اس موقع پر نہ تو اصل عمل کے ترک کرنے پر اسکو مجبور کرے کہ بجز فساد و عناد کوئی ثمرہ نہیں نہ اسکو بالکل مہمل و مطلق العنان چھوڑ دے کہ شفقت و اخوت اسلامی کیخلاف ہے بلکہ اصل عمل کی اجازت دیکر اسمیں جو خرابی ہو اسکی اصلاح کر دے کہ اسمیں امید قبول اغلب ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کا حکم ہے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ اور رسوم جاہلیت کے شیوع کیوقت جو احکام شرعیہ مقرر ہوتے ہیں انمیں غور کرنیسے اس قاعدے کی تائید ہوتی ہے مشرب اس فقیر کا یہ ہے کہ ایسی ندا میرا معمول نہیں ہاں بعض اشعار میں ذوق شوق سے صیغہ ندا برتا گیا ہے اور علدرآمد وہی رکھنا چاہئیے جو اوپر تین مسئلوں میں مذکور ہوا۔

پانچواں مسئلہ جماعت ثانیہ کا

یہ مسئلہ سلف سے مختلف فیہ ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کراہت و امام ابو یوسف سے بعض شرائط کیساتھ جواز منقول ہے اور ترجیح د

تصحیح دونوں جانب موجود ہے اسمیں بھی گفتگو کو طول دینا نازیبا ہے کیونکہ جانبین کو گنجائش عمل ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں قول میں تطبیق دیجائے کہ اگر جماعت اولیٰ کاہلی اور سستی سے فوت ہوگئی ہے تو جماعت ثانیہ میں شرکت سے منع کرنا اس شخص کے لئے موجب زجر و تنبیہ ہوگا اس کے لئے جماعت ثانیہ کی کراہت کا حکم کیا جاوے اور قائلین بالکراہت کی تعلیل تقلیل جماعت اولیٰ سے یہی معلوم ہوتا ہے اگر کسی معقول عذر سے پہلی جماعت رہگئی تو دوسری جماعت کیساتھ پڑھنا تنہا پڑھنے سے بہتر ہے یا کوئی ایسا لاابالی ہے کہ جماعت ثانیہ سے منع کرنا اسکے حق میں کچھ بھی موجب زجر نہ ہوگا بلکہ تنہا پڑھنے کو غنیمت سمجھے گا جلدی چار ٹکریں مار کر رخصت ہوگا تو ایسے شخص کو منع کرنے سے کیا فائدہ بلکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کسی قدر تعدیل و اطمینان سے ادا کر لیگا علمدرآمد اس مسئلہ میں بھی ایسا ہی رکھنا چاہئے کہ ہر فریق دوسرے فریق کو عمل بالدلیل کیوجہ سے محجوب رکھے اور جہاں جماعت ثانیہ نہ ہوتی ہو وہاں تنہا پڑھ لے نخواہ مخواہ جماعت نہ کرے اور جہاں ہوتی ہو شریک ہو جاوے مخالفت نہ کرے یہ پانچ مسئلہ تو عملی تھے اب دو مسئلے علمی باقی رہ گئے وہ مرقوم ہیں۔

چھٹا و ساتواں مسئلہ امکان نظیر و امکان کذب کا

ان دو مسئلوں کی تحقیق تفصیلی سمجھنا موقوف علم حقائق پر ہے اور راز بس دقیق ہے مگر مجملاً دو چیزوں کا اعتقاد رکھنا چاہیئے ایک اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی اللہ ہر چیز پر قادر ہے دوسرے سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے مثل خلف القول و اخبار غیر واقع و غیر ہما ان سب سے پاک ہے۔ رہا یہ تحقیق کرنا کہ کون چیز مفہوم شئے میں داخل ہے کہ اسپر قادر کہا جاوے اور کون چیز عیب و نقصان سے ہے کہ اس سے تنزیہ کیا جاوے سو جس جگہ دلائل متعارض ہوں وہاں اس تحقیق کے ہم مکلف نہیں بلکہ بوجہ نازک ہونے ایسے مسائل کے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انمیں قیل و قال اور زیادہ تفتیش کرنا عجب نہیں کہ منع ہو دیکھئے تقدیر کا مسئلہ چونکہ پیچیدہ و مجمع اشکالات تھا اس میں گفتگو کرنے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسقدر سخت ممانعت فرمائی ہے سو اس ممانعت کی علت یہی تھی اور یہی دقت و اشکال یہاں بھی ہے سو ان دو مسئلوں میں بھی جب بوجہ تعارض ظاہری ادلہ عقلیہ و نقلیہ کے اشکال شدید ہے تو قیل و قال کرنیکی کیسے اجازت ہوگی اسی مضمون کا خواب فقیر کے ایک متعلق نے دیکھا جس کو فقیر نے بہت پسند کیا اس سے بہتر کوئی علمدرآمد نہیں اور جو طبع آزمائی کے لئے گفتگو ہی کرنا ضرور ہے تو زبانی خلوت میں ہو اور اگر تحریر کی حاجت ہو تو خط کافی ہے نہ کہ رسالے اور کتابیں۔ اور اگر اسیکا شوق ہے تو عربی عبارت ہونا چاہیئے تاکہ عوام خراب نہ ہوں اور عوام کے لئے تو بالتعیین نہ ہونا ہی ضروری ہے تمام ہوا بحمد اللہ جو کچھ لکھنا تھا۔

وصیّت اور اس تمام تحقیق کے بعد بھی فقیر کی یہ وصیت ہے کہ ظنیات میں اپنے علم وتحقیق پر وثوق نہ کریں سورۂ فاتحہ احدنا الصراط المستقیم بہت خشوع سے پڑھا کریں اور ہر نماز کے بعد ربنا لاتزغ قلوبنا پڑھ کر دعا کیا کریں اور اپنے اوقات معاش ومعاد کے ضروری کاموں میں خصوصاً تزکیۂ نفس وتصفیۂ باطن میں صرف کریں اور اہل اللہ کی صحبت وخدمت اختیار کریں خصوصاً عزیزی جناب مولوی رشید احمد صاحب کے وجود بابرکت کو ہندوستان میں غنیمت کبریٰ و نعمتِ عظمیٰ سمجھ کر ان سے فیوض وبرکات حاصل کریں کہ مولوی صاحب موصوف جامع کمالات ظاہری اور باطنی کے ہیں اور ان کی تحقیقات محض للّٰہیت کی راہ سے ہیں ہرگز اس میں شائبہ نفسانیت نہیں یہ وصیت تو مولوی صاحب کے مخالفین کو ہے اور جو موافقین اور معتقد ہیں ان کو چاہئے کہ مولوی صاحب کی مجلس میں ایسے قصّوں کا تذکرہ نہ کیا کریں اور اپنے جھگڑوں میں ان کو شریک نہ کیا کریں اور سب پر لازم ہے کہ مفت کی بحث اور تکرار میں عمر عزیز کو تلف نہ کیا کریں کہ یہ حجاب ہے محبوب حقیقی سے۔ اشعار: چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خو بگذشت بر عارفِ جنگجو۔ گر ایں مدعی دوست بشناختے ؛ بہ پیکار دشمن نہ پرداختے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وّ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ فقط مہر: فقیر امداد اللہ چشتی وفاروقی۔

اشعار مثنوی معنوی در تمثیل اختلاف از حقیقت ناشناسی

پیل اندر خانۂ تاریک بود ؛ عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
از برائے دیدنش مردم بسے ؛ اندراں ظلمت ہمی شد ہر کسے
دیدنش با چشم چوں ممکن نہ بود ؛ اندراں تاریکیش کف می بسود
آں یکے را کف بخرطوم اوفتاد ؛ گفت ہمچوں ناوداں استش نہاد
آں یکے را دست بر گوشش رسید ؛ آں برو چوں بادبیزن شد پدید
آں یکے را کف چو بر پایش بسود ؛ گفت شکل پیل دیدم چوں عمود
آں یکے بر پشت او بنہاد دست ؛ گفت خود ایں پیل چوں تختی بدست
ہمچنیں ہر یک بجزوے چوں رسید ؛ فہم آں می کرد ہر جا می شنید
از نظر گہ گفت شاں بُد مختلف ؛ آں یکے دالش لقب داد آں الف
در کف ہر کس اگر شمعے بُدے ؛ اختلاف از گفت شاں بیروں شدے

چشم حس ہمچو کف دستش و بس
نیست کف را بر ہمہ آں دسترس

تمت

نالۂ امداد غریب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رباعی

اے ذات تو بار حمت والطاف وتر ہیب
دے رحمت ولطفت بمناجات مجیب
اکنوں بطفیل احمد و یارانش
مقبول شود نالۂ امداد غریب

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا — عجب نقش قدرت نمودار تیرا
عجب رنگ ہے رنگ ہر رنگ میں ہے — یہ ہے رنگ صنعت کا اظہار تیرا
یہ نقشہ دو عالم کا جو جلوہ گر ہے — ہے پردے میں روشن سب انوار تیرا
بہر رنگ ہر شئے میں ہر جا پہ دیکھو — چمکتا ہے جلوۂ قمر وار تیرا
تو ظاہر ہے اور اکھ پردے میں تو ہے — تو باطن ہے اور سخت اظہار تیرا
تو اوّل تو آخر تو ظاہر تو باطن — تو ہی تو ہے یا کہ آثار تیرا
نہیں دیکھتا کچھ دلا دیکھتا ہوں — ہر اک جا پہ نقشہ طرحدار تیرا
عفو کس سے چاہے گنہگار تیرا — کہو کس سے چھوٹے گرفتار تیرا
نگاہ کرم یک بھی کافی ہے تیری — اگرچہ ہوں بندہ بہت خوار تیرا
مرض لا دوا کی دوا کس سے چاہوں — تو شافی ہے میرا میں بیمار تیرا
الٰہی میں سب چھوڑ گھر بار اپنا — لیا ہے پکڑ اب تو دربار تیرا
کہاں جاوے جسکا ہو کوئی تجھ بن — کسے ڈھونڈے جو ہو طلب گار تیرا
نہ رکھی سوا نیک کاروں کے گر تو — کہاں جائیگا بندہ ناچار تیرا
رہیگا نہ کچھ نقد عصیاں سے میرا — لگیگا جو رحمت کا بازار تیرا
سدا خواب غفلت میں سوتا رہا میں — نہ اکدم ہوا آہ بیدار تیرا
برے کام میں عمر افسوس کھوئی — کیا میں نہ اچھا کوئی کار تیرا
مری مشکلیں ہوئیں آسان اکدم — جو ہوئے کرم مجھ پہ اک بار تیرا
ہوں ظلمات عصیاں سے حسنات روشن — جو ہو ابر رحمت نمودار تیرا
لگیں کرنے کافر بھی امید بخشش — لگے ہونے جب رحم اظہار تیرا

جہاں لطف گل ہے وہیں خار غم ہے — ہے گل خار ہیں گل میں ہے خار تیرا
خوشی غم میں رکھی ہے اور غم خوشی میں — عجب تیری قدرت عجب کار تیرا
یہ کوتاہی اپنی نظر کی ہے یا رب — ترے نور کو سمجھیں اغیار تیرا
نہیں وہ جگہ اور نہیں وہ مکاں ہے — کہ جس جا نہیں ذکر اذکار تیرا
تو اوّل نہیں ابتدا تیرا یا رب — تو آخر نہیں انتہا کار تیرا
نظر کو اٹھا کر جدھر دیکھتا ہوں — تجھے دیکھتا ہوں نہ اغیار تیرا
الٰہی میں ہوں بس خطاوار تیرا — مجھے بخشش ہے نام غفار تیرا
الٰہی بنا چھوڑ سرکار تیری — کہاں جاوے یہ بندہ ناچار تیرا
دولے رضا کیا کروں میں الٰہی — کہ دارو بھی تیری اور آزار تیرا
میں ہوں جبر تیری جو چاہے سو کر تو — تو مختار میرا میں ناچار تیرا
سوا تیرے کوئی نہیں میرا یا رب — تو مولیٰ ہے میں عبد بے کار تیرا
کیا اپنے در سے اگر دور مجھ کو — کدھر جاوے عاجز یہ ناچار تیرا
گناہوں نے ہر طرف سے مجھ کو گھیرا — سنا جب کہ ہے نام غفار تیرا
دلیر ہم گناہوں پہ کیونکر نہ ہوویں — کہ ہے نام غفار و ستار تیرا
چلا نفس و شیطان کے احکام پر میں — نہ مانا کوئی حکم زنہار تیرا
نہ رسوا ہوں جیسا یہاں حشر کو بھی — نہ ہوں جبکہ ہو عام دربار تیرا
خبر لیجئے میری اُس دم الٰہی — کھلے جب کہ بخشش کا اخبار تیرا
کہاں میرے عصیاں کہاں تیری رحمت — کہاں خس کہاں بحر زخار تیرا
گنہ میرے حد سے زیادہ ہیں یا رب — مجھے چاہئے رحم بسیار تیرا

نہ ڈر دشمنوں سے رہا مجھ کو جب سے — کہا تو نے میں ہوں مددگار تیرا
ترا نام شیریں حلاوت ہے دل کی — ہر اک بات سے خوشتر ہے تکرار تیرا
نہ کوئی ہے میرا نہ میں ہوں کسی کا — تو میرا میں عاجز دل افگار تیرا
نہیں میں تو ہی ہے تو ہی ہے نہیں میں — تو ہے نور میرا میں آثار تیرا
الٰہی بچا قہر سے اپنے مجھ کو — کہ ہے عفو و بخشش کرم کار تیرا
بد و نکو کرے نیک نیکوں کو بد تو — کہ ہے بے نیازی کا بازار تیرا
حکومت ہوئی اس کو حاصل جہاں کی — ہوا جو کوئی حکم بردار تیرا
دو عالم خریدار ہو اس کا بیشک — جو ہو نقد جاں سے خریدار تیرا
رہے ہوش اس کو کسی کا نہ اپنا — الٰہی ہوا جو کہ ہوشیار تیرا
تو کر بےخبر ساری خبروں سے مجھ کو — الٰہی رہوں اک خبردار تیرا
بنا اپنا قیدی کر آزاد مجھ کو — ہے آزاد سب سے گرفتار تیرا
بھکاری ترا جائے محروم کیونکر — کہ نت خوان بخشش ہے تیار تیرا
بھکاری کروڑوں ترے ہوں نہ کیونکر — نہیں کرنا معمول انکار تیرا
نہیں اس سے زیادہ کوئی مجھ کو خواہش — ہر اک شے سے ہے وصل درکار تیرا
ہے جنت کی نعمت تو سب میری خاطر — میسر ہوا ہے کاش دیدار تیرا
نہیں وصل افسوس قسمت میں میری — میں سایہ نمط گرچہ ہوں جار تیرا
ہوں باوصف اس قرب کے دور ایسا — سنتا تا ہے یہ ہجر خوں خوار تیرا
حجاب خودی میرا یارب اٹھا دے — کہ تا دیکھوں بے پردہ دیدار تیرا
تو کر صیقل آئینہ دل نام حق سے — کہ تا جلوہ گر اس میں ہو یار تیرا
اٹھا غم رکھ امید امداد حق سے — تجھے غم ہے کیا رب ہے غم خوار تیرا
اسی کی تو خدمت میں رہ دل سے ہر دم — تو چاکر ہے اس کا وہ سردار تیرا
الٰہی قبول ہو مناجات میری

تمنا ہے اس بات کی مجھ کو ہر دم — کہ دل سے زباں پر ہو اذکار تیرا
الٰہی رہے وقت مرنیکے جاری — بتصدیق دل لب پہ اقرار تیرا
تو میرا میں تیرا میں تیرا تو میرا — ترا فعل میرا مرا کار تیرا
میں ہوں عبد تیرا تو معبود میرا — تو مسجود میں ساجد زار تیرا
یہ جور و جفا ہم پہ ہے کیسا یارب — نہیں ظلم اور جور اطوار تیرا
نہیں کافروں کو جو توفیق ایماں — کہ ہے نام قہار و جبار تیرا
فنا ہو گیا جو تری دوستی میں — تو ہے یار اس کا وہ ہے یار تیرا
کھلیں اسکی آنکھیں کریں بند جسنے — عیاں ہو نہاں اسپہ اسرار تیرا
الٰہی مجھے ہوش دے اب تو ایسا — رہوں میں سدا مست و میخوار تیرا
میں ہر درد اور مرض سے چھوٹ جاؤں — جو ہو وے محبت کا آزار تیرا
جو سویا سو جاگا جو جاگا سو سویا — سلا مجھ کو نا ہوں میں بیدار تیرا
ترا خوان انعام ہے عام سب پر — ہے شاہ و گدا ہر نمک خوار تیرا
کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے — میں تجھ سے ہوں یارب طلبگار تیرا
نہیں دونوں عالم سے کچھ مجھ کو مطلب — تو مطلوب میں ہوں طلب گار تیرا
مرے دل میں ٹک جلوہ فرما الٰہی — کہ تجھ بن ہے ویران یہ اب دار تیرا
تو ہے جان و دل سے بھی نزدیک میرے — ولی آہ ملنا ہے دشوار تیرا
یہ قرب و معیت ہے پھر بعد ایسا — نہیں کھلتا یارب یہ اسرار تیرا
ذرا آپ اپنے میں امداد آ تو — کہ ہے کون تو کیا ہے گفتار تیرا
زباں سے طرف دل کے مشغول ہو تو — وہیں جلوہ فرما ہے دلدار تیرا
نہ ڈر فوج عصیاں سے گرچہ بہت ہے — کہ ہے رحم حق کا مددگار تیرا
تو پڑھ اس مناجات کو پنج وقتی — کہ تا جاوے ہر غم ہر آزار تیرا
کہ رد کرنا ہرگز نہیں کار تیرا

خمسہ بر مناجات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذکر کیا کوئی کرے وحدت میں تیری قال و قیل — عقل بحث و علت و معلول ہیں زار و علیل
انت کافی فی مہمات وفی رزقی کفیل — خذ بلطف یا الٰہی من لہ زاد قلیل
مفلس بالتصدق یاتی عندبابک یاخلیل

دوسرا کوئی نہیں ایسا بہ کار اثیم | ہے وفور جرم عصیاں سے سزاوار جحیم
وہ سراپا عاصی و خاطی تو غفار و رحیم | ذنبہ ذنب عظیم فاغفر الذنب العظیم

اِنّہٗ شخصٌ غریبٌ مذنبٌ عبدٌ ذلیل

حیف پیری و جوانی سب ہوئے مصروف لہو | روز و شب وقفِ جہالت ہی رہا غفلت میں محو
یا الٰہ العالمین دل ہے مستی عصیاں سے سہو | منہ عصیانٌ و نسیانٌ و سہوٌ بعد سہو

منک احسانٌ و فضلٌ بعد اعطاءٍ جزیل

خواب و خور ہی میں کٹی اک عمر مثل دام و دد | ہیں عمل سارے نکوہیدہ سبھی افعال بد
دیکھ کر انبارِ عصیان و جرائم بے عدد | قال یا ربی ذنوبی مثل رمل لا تعد

فاعف عنی کل ذنب واصفح الصفح الجمیل

ہیں سب افعالِ ذمیمہ زندگی کا ماحصل | یاد میں تیرے نہ گذری ایک ساعت ایک پل
کیا کروں اب کچھ نہیں بنتی کہ سر پر ہے اجل | کیف حالی یا الٰہی لیس لی خیر العمل

سوء اعمالی کثیر زاد طاعاتی قلیل

غم الم اندوہ و حسرت یاس دوری بیکسی | ناتوانی اضطرابی بے قراری بے کلی
ہیں مرض سینے میں اتنے دل پہ کاوش ہے بری | عافنی من کل داء واقض عنی حاجتی

اِنّ لی قلباً سقیماً انت شافی للعلیل

خود بخود ہو جائیں گے یہ درد سارے دل سے دور | جتنے مقصد ہیں بر آئیں گے الٰہی بالضرور
یہ تڑپ یہ بیقراری فکر بے جا ہے قصور | انت شافی انت کافی فی مہمات الامور

انت حسبی انت ربی انت لی نعم الوکیل

ہوں میں چکر میں نہیں ملتی صراطِ مستقیم | کر دیا از دیادِ مرض نے زار و سقیم
جس طرح خاصوں پہ ہے مجھ پر بھی کر لطف عمیم | ربِّ ہب لی کنز فضلک انت وہابٌ کریم

اعطنی ما فی ضمیری دلنی خیر الدلیل

صورت شبنم ہوں گریاں روز و شب صبح و مسا | غنچۂ خاطر برنگ گل نہ اک دم بھی ہنسا
جیتے جی ہر وقت خوف آتش دوزخ رہا | قُلّ لنارٍ ابردی یا رب فی حقی کما

کھلا

نزلت قلنا نار کونی انت فی حق الخلیل

عمر بھر کرتا رہا فرمان حق سے انحراف | وہ جو مجھ سے ہو شان عبدیت کے تھا خلاف
جرم و عصیان و خطا یکلخت سب کر دے معاف | ہب لنا ملکاً کبیراً نجنا مما نخاف

ربنا اذ انت قاضی والمنادی جبریل

ہوش میں آئے غریب سرخوش جامِ صبوح
کر عمل اچھے برے ہوتے ہیں افعالِ قبوح

کیا بھروسا زندگی کا ہے مسافر تن میں روح
ابن موسیٰؑ ابن عیسیٰؑ ابن یحییٰ ابن نوحؑ

انت یا صدیقی عاصی تب الی المولے الجلیل

غزل درِ شوق زیارت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلم

سبز و شاداب گلستان تمنا ہووے
کاش مسکن مرا صحرائے مدینہ ہووے

ہند میں گرم تپش یوں دلِ مضطر ہے مدام
دام میں جیسے کوئی مرغ تڑپتا ہووے

مجھ کو بھی روضۂ اقدس کی زیارت ہو نصیب
زہے قسمت جو سفر سوئے مدینہ ہووے

جب کہیں قافلے والے کہ مدینے کو چلو
شوق میں پھر تو مرا اور ہی نقشہ ہووے

ننگے پانوؤں وہیں ہو جاؤں میں اٹھ کر ہمراہ
تن میں جامہ بھی مرے ہو کہ برہنہ ہووے

یوں چلوں خاک اڑاتا ہوا صحرا صحرا
جیسے جنگل میں بگولہ کوئی اڑتا ہووے

گرم جولان روش برق ہوں شاداں خنداں
پاؤں پر پاؤں مرا شوق میں پڑتا ہووے

کانٹے تلوؤں میں چبھیں برگِ گلِ تر سمجھوں
خاک جو اڑ کے پڑے آنکھوں میں سرمہ ہووے

ایسی صورت سے ورِ شاہ عرب پر پہنچوں
حال جیسے کسی ناچیز گدا کا ہووے

گرد آلودہ بدن خاک ملی چہرہ پر
ایک تہہ بند پھٹا سا کوئی کرتا ہووے

خار پاؤں میں چبھیں بال ہوں سر کے بکھرے
فکر سوزن ہو نہ کچھ شانہ کا سودا ہووے

باندھ کر ہاتھ کروں عرض بصد عجز و نیاز
خدمتِ شاہ میں جیسے کوئی بردہ ہووے

یہ غلام آپ کا حاضر ہے قدم بوسی کو
وصل کا آج اشارہ شہ والا ہووے

میری بیتابی و مسکینی پہ رحم آئے ضرور
خود در حجرۂ والائے نبیؐ وا ہووے

دوڑ کر سر قدمِ پاک پہ رکھدوں اپنا
دھیان کس کو ادب و بے ادبی کا ہووے

کبھی چوموں کبھی آنکھوں سے لگاؤں وہ قدم
خاکِ پا آپ کی ان آنکھوں کا سرمہ ہووے

گوہر اشک نثارِ قدمِ پاک کروں
جز تہی دستی کوئی اور نہ تحفہ ہووے

اور حبیب روئے مبارک کی تجلّی دیکھوں
جلوۂ طور بھی آنکھوں میں تماشا ہووے

سُن کے اس شوق کو کہتے ہیں ملائک بھی غریب
فضلِ حق سے تری حاصل یہ تمنّا ہووے

مناجات

یا رسولِ کبریا فریاد ہے یا محمدؐ مصطفیٰ فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا یا نبیؐ حال ابتر ہوا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل　اے مرے مشکل کشا فریاد ہے　درد ہجراں سے لب پر جان ہے مری　انہو گہہ کیجیے دوا فریاد ہے
چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے　تم سے اے نور خدا فریاد ہے　گردن و پا سے مری زنجیر و طوق　یا نبی کیجیے جدا فریاد ہے
قید غم سے اب چھڑا دیجے مجھے　یا شہ ہر دو سرا فریاد ہے　یا نبیؐ احمد کو در پر لو بلا　اس لیے صبح و مسا فریاد ہے

مناجات دیگر

آپکی فرقت نے مارا یا نبیؐ　دل ہوا غم سے دو پارا یا نبیؐ　طالب دیدار ہوں دکھلائیے　روئے نورانی خدارا یا نبیؐ
حق تعالیٰ کے تم ہی محبوب ہو　کون ہے ہمسر تمہارا یا نبیؐ　درد ہجراں کے سبب مجھ سے کیا　صبر و طاقت نے کنارا یا نبیؐ
باغ جنت سے زیادہ ہے عزیز　مجھ کو وہ کوچہ تمہارا یا نبی　مرتے دم گر دیکھ لوں روضہ شریف　زندگی ہو وے دوبارا یا نبیؐ
لیجیے در پر بلا کب تک پھروں　در بدر یاں مارا مارا یا نبی　چین آتا ہے مرے دلکو تمام　نام لیتے ہی تمہارا یا نبیؐ

مناجات دیگر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

سب دیکھو نور محمدؐ کا سب ہیچ ظہور محمدؐ کا　جبریلؑ مقرب خادم ہے سب جا مشہور محمدؐ کا
جس مسجد میں میں سنتا ہوں تو ہے مذکور محمدؐ کا　نا ہے کسی پیغمبر کا جو ہے مقدور محمدؐ کا
وہ منشا سب اسماء کا ہے وہ مصدر ہر اشیاء کا ہے　وہ سر ظہور و خفا کا ہے سب دیکھو نور محمدؐ کا
کہیں روح مثال کہایا ہے کہیں جسم میں جا سمایا ہے　کہیں حسن و جمال دکھایا ہے سب دیکھو نور محمدؐ کا
کہیں عاشق وہ یعقوبؑ ہوا کہیں یوسف وہ محبوب ہوا　کہیں صابر وہ ایوبؑ ہوا سب دیکھو نور محمدؐ کا
کہیں موسیٰؑ وہ کلیم ہوا کہیں راز قدیم علیم ہوا　کہیں ہارونؑ وہ ندیم ہوا سب دیکھو نور محمدؐ کا
کہیں ابراہیمؑ خلیل ہوا اُس راز قدیم علیل ہوا　کہیں صادق اسماعیل ہوا سب دیکھو نور محمدؐ کا
کہیں یار کہیں بیگانہ ہے کہیں شمع کہیں پروانہ ہے　کہیں نہ کہیں دیوانہ ہے سب دیکھو نور محمدؐ کا
کہیں غوث ابدال کہایا ہے کہیں قطب بھی نام دھرایا ہے　کہیں دین امام کہایا ہے سب دیکھو نور محمدؐ کا

مناجات دیگر

مرا جان و دل سب فدائے محمدؐ　ہیں اسپر فدا جان اور دل سے قربان　اگر خواب میں منھ دکھائے محمدؐ　مرا طالع خفتہ جاگے یقین ہے
اگر منھ سے پردہ اٹھائے محمدؐ　خجل ہو کے خورشید کا رنگ فق ہو　خدا کی رضا ہے رضائے محمدؐ　محمدؐ کی مرضی ہے مرضی خدا کی
عطا ہو اسے خاکپائے محمدؐ　تمنا یہ ہے ریح کی یا الٰہی　ہوا ہے یہ سب کچھ برائے محمدؐ　نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یقین ہے

ارشاد مرشد

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِجَمِيْعِ مَحَامِدِهٖ كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

امابعد فقیر حقیر امداد اللہ غفر اللہ ذنوبہ و والدیہ یہ کہتا ہے اور برادرانِ طریقت اور طالبانِ **معرفت** کی خدمت میں خصوصاً جو اس فقیر سے رابطہ محبت و ارادت رکھتے ہیں عرض کرتا ہے کہ شاغل اشغال قلبیہ کو ضرور ہے کہ سوائے فرائض اور واجبات اور سنن کے بعض عبادات اور طاعات اور اوراد و وظائف جو مددگار اور قوت بخشنے والے صفائی دل اور جلا دینے والے روح کے ہوں عمل میں لاوے جیسا کہ **نماز تہجد** کی کہ بارہ رکعتیں یا آٹھ رکعتیں ہیں اور **نماز اشراق** کی چھ رکعتیں ہیں اور **نماز چاشت** کی چار رکعتیں ہیں بارہ تک اور **صلوٰۃ الاوابین** کی چھ رکعتیں ہیں بیس تک اور چار رکعتیں سنت **قبل ظہر** اور چار سنتیں **قبل عصر** اور چار سنت **قبل عشا** اور بروز جمعہ **صلوٰۃ التسبیح**[1] اگر فراغ ہو پڑھے اور تین روزہ ایام بیض[2] اور روزہ پنجشنبے و دوشنبہ کا اور چھ روزے ماہ شوال کے اور نو روزے اوّل ماہ ذالحجہ کے اور روزہ عاشورہ محرم کا اور آٹھ روزے اوّل ماہ رجب اور **شعبان** کے رکھے اور تلاوت قرآن کی جس قدر ہو سکے اولیٰ یہ کہ چالیس روز میں ختم کرے

وظائف صبح

درمیان سنت و فرض صبح کے اکتالیس بار سورۂ فاتحہ حضورِ دل سے معنوں پر خیال کر کے پڑھے اور بعد نماز صبح کلمہ چہارم[3] دس بار اور سورۂ یٰسین ایکبار اور استغفار سو بار اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ سو بار اور ایکسو ایکبار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ مع بسم اللہ کے اور سو بار کلمہ طیب[5] اور اکتالیس بار يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُحْيِيَ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ اَبَدًا يَا اَللّٰهُ بحضورِ قلب پڑھے اور درود شریف[6] سو بار۔ **وظائف ظہر اور**

[1] فائدہ صلوٰۃ التسبیح واسطے مغفرت تمام گناہ صغیرہ اور کبیرہ خطاءً اور عمداً اور سراً اور علانیہ کے حدیث میں آیا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمایا ہے۔ چار رکعتیں ہیں ہر رکعت میں بعد قرات کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے اور رکوع میں دس بار اور قومہ میں دس بار اور جلسے میں دس بار اور دوسرے سجدے میں دس بار اور بعد سجدے دوسرے کے بیٹھ کر دس بار پس ہر رکعت میں پچھتر بار اور چار رکعت میں تین سو بار پڑھے اور طاقت ہو تو اس نماز کو روز پڑھے یا ہفتہ میں ایک بار یا ماہ میں یا سال میں یا تمام عمر میں ایک بار پڑھے اور مروی ہے کہ چار رکعت میں ان چار سورتوں کو یعنی الہٰکم التکاثر۔ والعصر۔ قل یا ایہا الکافرون قل ہو اللہ احد پڑھے۔

اور سورتیں بھی مروی ہیں جیسے سبح اسم یا اور مسبحات مگر یہ سہل تر ہیں ۱۲۔

[2] یعنی ہر چاند کی تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخ روزہ رکھے۔ ۱۲ منہ قدس سرہ

[3] لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

[4] اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ۱۲

[5] لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۱۲ [6] اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ ۱۲

بعد نمازِ ظہر کے سو بار کلمۂ طیب اور سو بار درود شریف اور سورہ انا فتحنا اور منزل دلائل الخیرات اور پانچ سو بار اللّٰہُ الصَّمَدُ اور اکیس۲۱ بار سورۂ اذا جاء۔ **وظائف عصر** اور بعد نماز عصر کے سورۂ عمّ یتساءلون اور سو بار آیہ کریمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ **وظائف مغرب** اور بعد نماز مغرب کے سورہ واقعہ اور سو بار کلمۂ طیب اور درود شریف سو بار اور اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ اَبَدًا یَا اللّٰهُ یَا اللّٰهُ یَا اللّٰهُ اکتالیس بار بحضورِ دل پڑھے۔
وظائف عشا اور بعد نماز عشاء کے سورۂ سجدہ یا سورہ ملک اور سو بار کلمۂ طیب اور سو بار درود شریف اور ایک سو ایک بار یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ بحضورِ قلب پڑھے۔ **وظائف صبح و شام** دو وقتہ اور صبح اور شام کو سید[1] الاستغفار ایک ایک بار اور پانچوں کلمے اور دونوں آمنت باللہ اور نودو نام اللہ جل شانہٗ کے اور آیۃ الکرسی اور آیات آمن الرسول سے تا آخر سورۃ اور اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ تین بار اور آیات[2] سورۂ حشر ایک بار اور بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ تین بار اور رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا تین بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ سات بار اور اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ سات بار اور دعائے حزب البحر کو اگر ہو سکے تو ایک ایک بار اور بعد نماز صبح قبل طلوع آفتاب اور بعد نماز عصر قبل غروب[3] مسبعاتِ عشر کو پڑھے۔

وظیفہ بعد ہر نماز

اور بعد ہر نماز کے پانچوں وقت آیۃ الکرسی ایک بار سبحان اللہ تینتیس۳۳ بار اور الحمد للہ تینتیس۳۳ بار اللہ اکبر تینتیس۳۳ بار اور کلمۂ چہارم ایک بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَیْكَ یَرْجِعُ السَّلَامُ۔۔۔

---

[1] اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۱۲ منہ قدس سرہٗ [2] اول اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ تین بار پڑھے پھر یہ آیت پڑھے هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۱۲ [3] یعنی دس چیزیں ہیں کہ سات سات بار پڑھتے ہیں اول سورہ فاتحہ سات بار سورہ والناس سات بار سورہ فلق سات بار سورہ اخلاص سات بار سورہ کافرون سات بار آیۃ الکرسی سات بار کلمۂ تمجید سات بار درود شریف سات بار اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَالْاَحْیَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ سات بار اَللّٰهُمَّ یَا رَبِّ افْعَلْ بِیْ وَبِهِمْ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ مَا اَنْتَ لَهٗ اَهْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا یَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهٗ اَهْلٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَادٌ كَرِیْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِیْمٌ اس دعا کو سات بار پڑھے۔

حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ایک بار اور اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَمِنَ النَّارِ ایک بار پڑھے اور وقت شروع کھانے کے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ اور بعد فراغ طعام کے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ پڑھے اور سوتے وقت سورہ فاتحہ آیۃ الکرسی اور تینوں[1] قل تین تین بار اور اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اور وقت جاگنے کے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَحْيَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور ممکن ہو تو معشرات[2] المسبع بھی پڑھے اور پاخانہ میں جاتے وقت اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ اور نکلتے وقت غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذٰى وَعَافَانِيْ اور ہر وقت اٹھتے بیٹھتے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ معمول رکھے اور اگر اور زیادہ اوراد مطلوب ہوں تو کتب حدیث حصن حصین وغیرہ سے لیکے عمل میں لاویں بہر حال اذکار اور اشغال قلبیہ میں مشغول رہیں جس سے تصفیہ باطن کا ہو کر محبت اور معرفت حق کی حاصل ہو

بیان اذکار اور اشغال اور مراقبات کا

جو بزرگانِ طریقت نے تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح کے واسطے تجویز کیے ہیں اُن میں بارہ تسبیح ہیں جو حضرات چشتیہ کرتے ہیں۔ طریق اُن کا یہ ہے کہ بعد نماز تہجد کے توبہ اور استغفار عجز اور انکسار سے کر کے اور ہاتھ اٹھا کے یہ دعا بحضور قلب اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ عَنْ غَيْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ اَبَدًا يَا اَللّٰهُ تین بار یا سات مرتبہ تکرار کرے اور گیارہ بار درود شریف پڑھ کے چار زانو بیٹھے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے اور جو انگلی اس کے پاس ہے اس سے رگ کیماس کو کہ بائیں زانو کے اندر ہے محکم پکڑے اور کمر سیدھی رکھے۔ پھر دل جمعی سے ہیبت اور حرمت اور تعظیم تمام کے ساتھ خوش الحانی کے ساتھ ذکر شروع کرے اور بعد اعوذ و بسم اللہ کے باخلاص تمام تین بار کلمہ طیب[3] اور کلمہ شہادت[4] پڑھ کے سر کو قلب کی طرف کہ زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت کے واقع ہے جھکا کے کلمہ لا کو قوت اور سختی سے دل کے اندر سے کھینچ کر اور الٰہ کو داہنے مونڈھے پر لیجا کر سر کو پشت کی طرف مائل کر کے تصور کرے کہ

[1] یعنی قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق ۱۲ [2] فائدہ معشرات المسبع وہ سات کلمہ ہیں۔ کہ ایک کو دس دس مرتبہ پڑھتے ہیں کلمے یہ ہیں۔ اول اللہ اکبر دس بار دوسرا الحمد للہ دس بار تیسرا سبحان اللہ وبحمدہ دس بار چوتھا سبحان اللہ الملک القدوس دس بار پانچواں لا الہ الا اللہ دس بار چھٹا استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ دس بار ساتواں اللّٰھم انی اعوذبک من ضیق المقام الدنیا وضیق یوم القیامۃ دس بار پڑھیے ۱۲ منہ [3] یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۱۲ منہ

[4] یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ ۱۲ منہ

غیر اللہ کو دل میں سے نکال کر پس پشت ڈال دیا اور دم کو چھوڑ کر لفظ الا اللہ کی زور اور سختی سے دل پر ضرب مارے اور تصور کرے کہ عشق اور نور الٰہی کو دل میں داخل کیا اسی طرح اس نفی و اثبات کو فکر اور ملاحظے اور واسطے کے ساتھ دو سو بار کہے اور اس ذکر میں نو بار لا الٰہ الا اللہ دسویں مرتبہ محمد رسول اللہ کہے بعد اس کے بطور سابق تین بار کلمۂ طیب اور ایک بار کلمۂ شہادت کہے لیکن مبتدی کلمۂ لا الٰہ میں لا معبود اور متوسط لا مقصود اور منتہی لا موجود ملاحظہ کرے اس کے بعد لمحہ مراقب ہو کے تصور کرے کہ فیضان الٰہی عرش سے میرے سینہ میں آتا ہے۔

طریق اثبات مجرد پھر دوزانو بیٹھے اور کمر کو سیدھی کرے اور سر کو داہنے مونڈھے پر پہنچا کے لفظ الا اللہ کو زور اور سختی سے دل پر ضرب کرے اسکو چار سو بار دمادم کرے پھر بطور سابق تین بار کلمۂ طیب اور ایکبار کلمۂ شہادت کہے اور لمحہ دو لمحہ مراقب رہے۔

طریق اسم ذات پھر ذکر اسم اللہ اللہ کرے اس طرح سے کہ اول حرف ھاء لفظ اللہ کو پیش اور دوسری ھاء لفظ اللہ کو ساکن کرے یعنی جزم دے اور آنکھیں بند کر کے اور سر کو داہنے مونڈھے پر لا کے لفظ مبارک اللہ اللہ کی دونوں ضرب جہر قوت سے دل پر مارے اس ذکر اسم ذات دوضربی کو چھ سو بار دمادم کرے لیکن دسویں گیارہویں بار اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ معی مع ملاحظہ معنوں کے کہتا رہے تاکہ کیفیت اور لذت ذکر کی اور دفع غفلت اور خواب حاصل ہو بعد اس کے بطور سابق تین بار کلمۂ طیب اور ایک بار کلمۂ شہادت کہے پھر ایک ضربی اسی طرح سر کو جانب داہنے مونڈھے کے کج کر کے لفظ مبارک اللہ کو دل پر سو بار دمادم ضرب کرے بعدہٗ تین بار کلمۂ طیب اور ایک بار کلمۂ شہادت کہہ کے درود شریف اور استغفار گیارہ گیارہ بار پڑھ کے دعا مانگے اور مناجات کرے کہ الٰہی تو ہی مقصود اور رضا تیری مطلوب ہے۔ ترک کیا میں نے دنیا اور آخرت کو واسطے تیرے عطا کر مجھ کو نعمتیں اپنی اور وصول تام درگاہِ مقدس اپنی میں آمین

طریق ذکر پاس انفاس کا

یعنی اپنے انفاس پر آگاہ اور ہوشیار رہے کہ بے ذکر اللہ کے کوئی دم نہ گزرے خواہ ذکر جلی ہو خواہ ذکر خفی پس وقت نکلنے سانس کے دم کے ساتھ لا الٰہ اور وقت داخل ہونے سانس کے دم کے ساتھ الا اللہ۔

[1] کلمہ لا الٰہ میں ملاحظہ مفہوم اور معنی لا موجود کا کرے اسواسطے کہ مقصود نفی غیر کی ملاحظہ میں ہے اور اس ذکر میں دسویں بارھویں لفظ اللہ کے ساتھ اسی کو یعنی لا موجود یا لا مقصود کو اول شامل کر لیا کرے باقی ملاحظہ میں رہے۔ ۱۲ عفی عنہ

کہے، دہن بستہ بے حرکت زبان خیال سے دم کو ذاکر کرے اور نظر ناف پر رکھے وہاں سے ذکر جاری کرے
طریق دوسرا یہ ہے کہ لفظ مبارک اللہ کو سانس کے ساتھ اوپر کھینچے اور لفظ ھُو کے ساتھ سانس کو چھوڑ دے
اس ذکر کے خیال اور دھیان سے ایسی کثرت اور مشق کرے کہ دم ذاکر اور مستغرق بذکر ہو جائے[1]

بیان ذکر اسم ذات ربانی

طالب کو چاہیئے کہ باوجود ذکر پاس انفاس کے اسم ذات کو زبانی ہر روز چوبیس[2] ہزار بار کہ اوسط مرتبہ ہے کہے اور اگر اس قدر نہ ہو سکے تو چھ ہزار سے کم کہ ادنیٰ مرتبہ ہے نہ کرے۔

طریق ذکر نفی اثبات کہ حضرات قادریہ کرتے ہیں یہ ہے کہ خلوت میں رو بقبلہ باادب تمام بیٹھے اور آنکھیں بند کر کے لا نفی کو زیر ناف سے زور اور سختی کے ساتھ نکال کے اور دراز کر کے داہنے مونڈھے تک لیجا کے الٰہ کو دماغ سے نکال دے اور الا اللہ کو قوت سے دل پر ضرب کرے اور لا الٰہ سے نفی معبودیت اور موجودیت غیر اللہ کی ملاحظہ کرے تا وجود غیر کا نظر سے اٹھ جائے اور الا اللہ سے اثبات وجود مطلق حق سبحانہ تعالیٰ کا کرے اسی طرح گیارہ سو بار ایک جلسے میں ہر روز کیا کرے تا اثر[3] اسکا ظاہر ہو اور اس ذکر کو اسی طرح حبس دم میں بھی کرتے ہیں۔

طریق شغل اسم ذات کا یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگا کے دل سے جس قدر ہو سکے رات دن تصور کیا کرے تا پختہ ہو کر بے تکلف جاری ہو جائے۔ باقی اذکار اور اشغال اس طریقہ کے ضیاء القلوب میں موجود ہیں۔

طریق شغل نفی و اثبات کہ حبس[4] دم ذکر کرتے ہیں یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے زبان تالو سے لگا لے اول دم کو ناف سے کھینچ کر دل میں قرار دے پھر اسی طرح کلمۂ لَا اِلٰہ کو دل سے نکال کے اور داہنے مونڈھے پر لے جا کے اِلَّا اللہ کی ضرب دل پر مارے اسی طرح اول روز دس دم ہر دم میں تین تین بار مشغول ہو پھر

---

[1] فائدہ یعنی سوتے اور جاگتے ہر حال میں ذاکر رہے تا ذکر حیات اور پاس انفاس حاصل ہو۔ اور دل ماسوائے اللہ سے پاک اور صاف اور نورانی ہو کر مُثمر تجلیات اور مورد دات غیبی کا ہو ۱۲ منہ عفی اللہ عنہ [2] فائدہ حکمت اس میں یہ ہے کہ آدمی رات دن میں چوبیس ہزار سانس یعنی دم لیتا ہے تو گویا کہ ہر دم ذاکر رہا اور ذاکرین میں داخل ہوا ۱۲ عفی اللہ عنہ۔ [3] اثر یعنی لذات اور محبوبیت اور بیخودی ظاہر ہو اور تصفیۂ قلب اور تجلی روح حاصل ۱۲ منہ عفی اللہ عنہ [4] فائدہ کشمکش دم اور خطرہ بندی کے لیے خلو معدہ کھانے پینے سے شرط ہے خصوصاً ابتدائے حال میں اور بڑی شرط یہ ہے کہ درجہ اوسط کا نگاہ رکھے تو ایسا پُر شکم ہو کر کاہل اور بوجھل ہو جائے اور نہ بہت بھوکا رہے کہ ضعیف ہو۔ اور حبس دم میں سرد کا استعمال نہ کرے تا حرارت قلب کو سرد نہ کرے اور گرم کھانے سے بھی پرہیز کرے برابر ہے کہ حرارت طبعی ہو یا عارضی کہ سبب ایجاد مرض کی ہوتی ہے ۱۲ منہ

ہر روز درجہ بدرجہ ایک ایک بار زیادہ کرتا رہے تاحرارت باطن پیدا ہوکر تمام بدن میں سرایت کرے اور خطرہ دفع ہو کر ذکر تمام اعضاء میں جاری ہو اور محبت اور عشقِ الہٰی ظہور کرے۔

طریقہ مراقبہ کا یہ ہے کہ دو زانو نمازی کی طرح سر جھکا کر بیٹھے اور دل کو غیر اللہ سے خالی کر کے حق سبحانہ تعالیٰ کی حضوری میں حاضر رکھے اوّل اعوذ بسم اللہ پڑھ کے تین بار اللّٰہُ حَاضِرِیْ اللّٰہُ نَاظِرِیْ اللّٰہُ مَعِیْ یعنی زبان سے تکرار کر کے پھر مراقب ہو کے اُن کے معنوں کا دل میں ملاحظہ کرے اور تصور کرے یعنی جانے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ حاضر ناظر میرے پاس ہے اس جاننے میں اس قدر خوض کرے اور مستغرق ہو کہ شعور غیرِ حق کا نہ رہے یہاں تک کہ اپنی بھی خبر نہ رہے۔ اگر ایک آن بھی اس سے غافل ہو تو مراقب نہ ہوگا۔

مراقبہ دوسرا۔ اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ انوار الہٰی کو کہ ہر زمان و مکان میں موجود ہے جیسا کہ وجود ہستی اس کی کا ہر جگہ ثابت ہے ملاحظہ کرے اور مستغرق ہو جائے۔

طریق ذکر اسم ذات جو متعلق لطائف ستّہ سے ہے وہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگا کے اور آنکھیں بند کر کے بزبانِ خیال دل صنوبری سے اللّٰہ اللّٰہ کہے اس طرح سے کہ اس اسم کو غیر ذات نہ جانے اس حیثیت کو بمقدور اپنے اٹھتے بیٹھتے ترک نہ کرے اسی طرح چھئوں لطیفوں کو ترتیب مذکور کے ساتھ جاری کرے یہاں تک کہ خود اُن کے ذکر سے واقف ہو۔ اے عزیز جان تو کہ جسم انسان میں چھ[۱] لطیفے ہیں یعنی چھ[۲] مقام ہیں کہ فیضان و برکات اور انوار الہٰی سے لبریز ہیں۔

اوّل لطیفہ قلبی ہے کہ مقام اس کا دو انگشت نیچے پستانِ چپ کے واقع ہے اور نور اُس کا سُرخ ہے

دوسرا لطیفہ روحی ہے۔ جگہ اُسکی دو انگشت نیچے پستانِ راست کے ہے اور نور اس کا سفید ہے۔

تیسرا لطیفہ۔ نفسی ہے کہ مقام اس کا زیر ناف ہے اور نور اس کا زرد ہے۔

چوتھا لطیفہ۔ سرّی ہے کہ جگہ اس کی مابین سینے کے ہے اور نور اس کا سبز ہے۔

پانچواں لطیفہ۔ خفی ہے۔ ٹھکانا اس کا پیشانی ہے نور اس کا نیلگوں ہے۔

چھٹا لطیفہ۔ اخفی ہے۔ موضع اس کا ام الدماغ ہے نور اس کا سیاہ ہے مثل سیاہی چشم کے۔ پس طالب کو چاہئے کہ ان چھئوں لطیفوں کے ذکر اور شغل میں اس قدر مشغول ہو اور مشق کرے کہ اثر ذکر ظاہر[۱] ہو۔ باقی اذکار اور اشغال اور مراقبات بہ تفصیل تمام مع سلوک کامل ضیاء القلوب میں لکھ چکا ہوں۔ دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ اللہ جل جلالہ تقدس و تعالیٰ ہم کو اور تم کو اور سب کو خاص فضل و کرم

---

[۱] فائدہ۔ یعنی جنبش لطائف میں پیدا ہو کر ذکر جاری ہو اور لذت اور محبوبیت اور انوار الہٰی قوت پکڑیں اور نسبت اور حضوری مذکور سبحانہ تعالیٰ کی حاصل ہو ۱۲ منہ عفی اللہ عنہ

اپنے سے ہمت اور توفیق اور استعداد کامل عطا فرمائے کہ شب و روز ہر حال میں ہر دم اسی کے ذکر و شغل عبادات طاعات مرضیات میں رہیں اور ایک دم اس سے غافل نہ ہوں اور غیر اللہ کو دل میں جگہ نہ دیں اور محبت اور معرفت اور حضوری دائمی اس کی کہ جو خلقت انسانی مقصود اور مطلوب ہے۔

حاصل کریں اور اپنی حقیقت کو پہنچیں اور اسی سے جئیں اور اسی پر مریں اور اسی میں اٹھیں۔ آمین آمین آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالےٰ علی سیدنا و مولٰنا و شفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ محررہ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۳ھ

شجرات و سلاسل شجرۂ چشتیہ

بدانکہ فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ رانسبت بیعت و اجازت از مولانا و مرشدنا حضرت میاں جیو نور محمد جھنجھانوی والیشاں راز حضرت حاجی عبد الرحیم از شاہ عبد الباری از شاہ عبد الہادی از شاہ عضد الدین از شاہ محمد مکی از شاہ محمدی از شیخ محب اللہ الہ آبادی از شیخ ابو سعید از شیخ نظام الدین۔ از شیخ جلال الدین از شیخ عبد قدوس گنگوہی از شیخ شمس الدین از محمد عارف بن احمد از شیخ عبد الحق رودولوی از شیخ جلال الدین پانی پتی از شیخ علاؤ الدین صابر از شیخ فرید الدین از شیخ قطب الدین از خواجہ معین الدین از خواجہ عثمان از خواجہ حاجی شریف زندانی از خواجہ مودود از خواجہ ابو یوسف از خواجہ ابو محمد محترم از خواجہ احمد ابدال چشتی از خواجہ ابی اسحاق شامی از خواجہ ممشاد از خواجہ ابو ہبیرہ بصری از خواجہ حذیفہ مرعشی از خواجہ سلطان ابراہیم از خواجہ فضیل از خواجہ عبد الواحد از خواجہ امام حسن بصری از امیر المومنین علی رضوان اللہ علیہم اجمعین از حضرت خاتم النبیین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم

شجرۂ قادریہ

حضرت عبد القدوس گنگوہی را اجازت و خرقہ از پیر خود درویش محمد بن قاسم از سید بڈہن بہرائچی۔ از سید اجمل از مخدوم جہانیاں جہاں گشت از سید جلال الدین بخاری از شیخ عبید بن عیسیٰ از شیخ عبید ابن ابو القاسم از شیخ ابو المکارم فاضل از شیخ قطب الدین ابو الغیث از شیخ شمس الدین علی افلح از شیخ شمس الدین حداد از امام الاولیاء شیخ عبد القادر جیلانی از شیخ ابو سعید مخزومی از شیخ ابو الحسن قرشی از شیخ ابو الفراح از شیخ عبد الواحد بن عبد العزیز از شیخ ابو بکر شبلی از شیخ جنید بغدادی از شیخ سری سقطی از شیخ معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از شیخ حبیب عجمی از شیخ امام حسن بصری از حضرت علی

کرم اللہ وجہہ از حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

شجرہ نقشبندیہ

ونیز حضرت سیّد اجمل بھڑائچی را از مرشدِ خود شاہ عبدالحق از خواجہ عبیداللہ احرار از خواجہ مولانا یعقوب چرخی از خواجہ علاؤالدین عطار از خواجہ بہاؤالدین نقشبند از خواجہ سیّد امیر کلال از خواجہ محمد بابا سماسی از خواجہ عزیزاں علی رامیتنی از خواجہ ابوالخیر فغنوی از خواجہ محمد عارف ریوگری از خواجہ عبدالخالق از خواجہ ابوالقاسم نصیر آبادی از خواجہ ابوعلی فارمدی از خواجہ امام ابوالقاسم قشیری از خواجہ ابوعلی دقاق از خواجہ ابوالقاسم نصیر آبادی از خواجہ ابوبکر شبلی از سیّد الطائفہ جنید بغدادی از شیخ سری سقطی از شیخ معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از خواجہ حبیب عجمی از امام الاولیاء حسن بصری از امیرالمؤمنین علی رضوان اللہ علیہم اجمعین از سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

شجرۂ سہروردیہ

ونیز سیّد اجمل بھڑائچی را اجازت وخرقہ از سیّد جلال الدین بخاری از شیخ رکن الدین ابوالفتح از والدِ خود صدرالدین از والدِ خود شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی از شیخ امام الطریقہ شہاب الدین سہروردی از شیخ ضیاءالدین ابوالنجیب سہروردی از شیخ وجیہہ الدین عبدالقادر سہروردی از شیخ ابو محمد بن عبداللہ از شیخ احمد دنیوری از ممشاد علی دنیوری از حضرت جنید بغدادی از شیخ معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از شیخ خواجہ حبیب عجمی از خواجہ امام حسن بصری از امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہٗ تا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ونیز فقیر را در سلسلہ نقشبندیہ اجازت از مرشد سابق از مولا دمرشدنا نصیرالدین مجاہد دہلوی واو شاں را از شاہ محمد آفاق دہلوی از خواجہ ضیاءاللہ از خواجہ محمد زبیر از از خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی از خواجہ محمد معصوم از حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی از خواجہ باقی باللہ از خواجہ امکنگی از مولانا درویش از مولانا زاہد از عبیداللہ احرار تا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وسلم باقی کیفیتِ سلاسل بہ تفصیل وتحقیق تمام در رسالۂ ضیاءالقلوب نوشتہ شد ازاں بگیرند۔

تمام شد نو

شجرۂ پیرانِ چشت اہلِ بہشت رضی اللہ عنہم

عرض کرنا شاہ یوں اوّل خدا کیواسطے　　　نوا گر چاہے قبولیت دعا کے واسطے

حمد ہے سب تیری ذاتِ کبریا کے واسطے

اور سب اصحاب وآلِ مصطفےٰ کے واسطے　　　ہے درود و نعت ختم الانبیار کے واسطے

فضل کر ہم پر الہیٰ مجتبےٰ کے واسطے

آسرا تیرا ہے پر مجھ بے نوا کے واسطے　　　دربدر پھرتی ہے خلقت التجا کے واسطے

رحم کر مجھ پر الہیٰ اولیا کے واسطے

کیجیو یہ عرض میری اُن کی برکت سے قبول　　　اُن بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں ہو کر ملول

ہاتھ اٹھاؤں جب ترے آگے دعا کے واسطے

کر منوّر نورِ عرفاں سے الہیٰ دل مرا　　　پاک کر ظلمات و عصیاں سے الہیٰ دل مرا

حضرتِ نور محمد پر ضیا کے واسطے

اپنی تیغِ عشق سے کرلے اگر مجھ کو شہید　　　ایسے مرنے پر کروں قربان یارب لاکھ عید

حاجی عبدالرحیم اہلِ عزا کے واسطے

بار پاؤں جس سے اے باری ترے دربار میں　　　کر وہ پیدا درد غم میرے دلِ افگار میں

شیخ عبدالباری شہ بے ریا کے واسطے

کر ہدایت مجھ کو اب راہ صراط المستقیم　　　شرک عصیان وضلالت سے بچا کر اے کریم

شاہ عبدالہادی پیر ہدیٰ کے واسطے

اپنے کوچہ کی عطا کر ذلت و خواری مجھے　　　دین و دنیا کی طلب عزت نہ سرداری

شاہ عضد الدین عزیز دوسرا کے واسطے

ہو محمدؐ ہی محمد وردِ میرا رات دن　　　دے مجھے عشق محمدؐ اور محمد یوں میں گن

شہ محمدؐ اور محمدی القبا کے واسطے

الغرض کردے مجھے محبت سب کا سب　　　حبِّ حق حُبِّ الہیٰ حُبِّ مولا حُبِّ رب

شہ محب اللہ شیخ باصفا کے واسطے

پر توقع ہے کرے مجھ سے شقی کو تو سعید　　　گرچہ میں غرق شقاوت ہوں سعادت سے بعید

بوسعید اسعدِ اہلِ ورا کے واسطے

قال ابتر حال ابتر سب مرے ابتر ہیں کام　　لطف سے اپنے مرے کر ملک دیں کا انتظام

شہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے

ہے یہی بس دین میرا اور یہی سب ملک و مال　　یعنی اپنے عشق میں کر مجھ کو با جاہ و جلال

شہ جلال الدین جلیل اصفیا کے واسطے

حُبِّ دنیاوی سے کر کے پاک مجھ کو اے حبیب　　اپنے باغ قدس کی کر سیر تو میرے نصیب

عبد قدوس شہ قدس و صفا کے واسطے

کر معطر روح کو بوئے محمدؐ سے مری　　اور منور چشم کر روئے محمدؐ سے مری

اے خدا شیخ محمد رہنما کے واسطے

کر عطا راہِ شریعت رائے احمد سے مجھے　　اور دکھا نورِ حقیقت خوئے احمدؐ سے مجھے

شیخ احمد عارفِ صاحب عطا کے واسطے

کھول دے راہِ طریقت قلب پر یا حق مرے　　کر تجلی حقیقت قلب پر یا حق مرے

احمد عبد الحق شہ ملکِ بقا کے واسطے

دین و دنیا کا نہیں درکار کچھ جاہ و جلال　　ایک ذرہ درد کا یا حق مرے دل میں تو ڈال

شہ جلال الدین کبیر الاولیاء کے واسطے

ہے مکدر ظلمتِ عصیاں سے میرا شمس دیں　　کر منور نور سے عرفاں کے میرا شمس دیں

شیخ شمس الدین ترک شمس الضحیٰ کے واسطے

اے مرے اللہ رکھ ہر وقت ہر لیل و نہار　　عشق میں اپنے مجھے بے صبر و بے تاب و قرار

شیخ علاء الدین صابر با رضا کے واسطے

دے ملاحت مجھ کو حق نمکینیٔ ایمان سے　　اور حلاوت بخش گنج شکر عرفان سے

شہ فرید الدین شکر گنج بقا کے واسطے

عشق کی رہ میں ہوئے جو اولیا اکثر شہید　　خنجرِ تسلیم سے اپنے مجھے بھی کر شہید

خواجہ قطب الدین مقتولِ ولا کے واسطے

بے ترے ہے نفس و شیطاں درپے ایمان و دیں　　جلد ہو آ کر مرا یارب مددگار و معیں

شہ معین الدین حبیبِ کبریا کے واسطے

یاالٰہی بخش ایسا بےخودی کا مجھ کو جام　　جس سے جز عشقِ نبیؐ مجھ کو نہ ہووے اور کام

خواجہ عثمانؓ با شرم و حیا کے واسطے

دُور کر مجھ سے غمِ موت و حیاتِ مستعار　　زندہ کر ذکرِ شریفِ حق سے اے پروردگار

شہ شریفِ زندنی با اتقیا کے واسطے

آتشِ شوق اس قدر دل میں مرے بھڑکے ودود　　ہر بُنِ مو سے مرے نکلے تری الفت کا دود

خواجہ مودود چشتی پارسا کے واسطے

رحم کر مجھ پر تو اب چاہِ ضلالت سے نکال　　بخش عشق و معرفت کا مجھ کو یارب ملک و مال

شاہ بو یوسف شہ شاہ و گدا کے واسطے

مست اور بےخود بنا بوئے محمدؐ سے مجھے　　محترم کر خواری کوئے محمد سے مجھے

بو محمد محترم شاہ ولا کے واسطے

صدقے احمدؐ کے یہ ہے امید تیری ذات سے　　کہ بدل کر دے مرے عصیاں کو تو حسنات سے

احمد ابدال چشتی باسخا کے واسطے

حد سے گذرا رنجِ فرقت اب تو اے پروردگار　　کر مری شامِ خزاں کو وصل سے روزِ بہار

شیخ ابو اسحاق شامی خوش ادا کے واسطے

شادی و غم سے دو عالم کے مجھے آزاد کر　　اپنے درد و غم سے یارب دل کو میرے شاد کر

خواجہ ممشاد علوی بو العلا کے واسطے

ہے مرے تو پاس ہردم لیک میں اندھا ہوں پر　　بخش وہ نورِ بصیرت جس سے تو آوے نظر

بو ہبیرہ شاہ بصری پیشوا کے واسطے

عیش و عشرت سے دو عالم کی نہیں مطلب مجھے　　چشم گریاں سینہ بریاں کر عطا یارب مجھے

شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کے واسطے

نے طلب شاہی کی نے خواہش گدائی کی ہے مجھے ‏ بخش اپنے در تلک طاقت رسائی کی مجھے

شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کے واسطے

راہزن میرے ہیں دو قزاق باگرز گراں ‏ تو پہنچ فریاد کو میری کہیں اے مستعان

شہ فضیل ابن عیاض اہل دعا کے واسطے

کر مرے دل سے تو اے واحد دوئی کا حرف دور ‏ دل میں اور آنکھوں میں بھر دے سر بسر وحدت کا نور

خواجہ عبدالواحد بن زید شاہ کے واسطے

کر عنایت مجھ کو توفیق حسن اے ذوالمنن ‏ تاکہ ہوں سب کام میرے تیری رحمت سے حسن

شیخ حسن بصری امام اولیا کے واسطے

دور کر دل سے حجاب جہل و غفلت میرے رب ‏ کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے اب

ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے

کچھ نہیں مطلب دو عالم کے گل و گلزار سے ‏ کر مشرف مجھ کو تو دیدار پُر انوار سے

سرور عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے

آپڑا در پر ترے ہیں ہر طرف سے ہو ملول ‏ کر تو ان ناموں کی برکت سے دعا میری قبول

یاالٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے

ان بزرگوں کے تئیں یارب غرض ہر کار میں ‏ کر شفاعت کا وسیلہ اپنے تو دربار میں

مجھ ذلیل و خوار و مسکین و گدا کے واسطے

اس دوئی نے کر دیا ہے دور وحدت سے مجھے ‏ کر دوئی کو دور کر پُر نور وحدت سے مجھے

تاہوں سب میرے عمل خالص رضا کے واسطے

کر دیا اس عقل نے بے عقل و دیوانہ مجھے ‏ کر ذرا اس ہوش سے بیہوش مستانہ مجھے

یاحق اپنے عاشقانِ باوفا کے واسطے

کشمکش سے ناامیدی کی ہوا ہوں میں تباہ ‏ دیکھ مت میرے عمل کر لطف پر اپنے نگاہ

یارب اپنے رحم واحسان وعطا کے واسطے

چرخ عصیاں سر پہ ہے زیرِ قدم بحرِ الم چار سُو ہے فوج غم کر جلد اب بحرِ کرم

کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہِ جہاں پر ترے در کو تباب چھوڑ کر جاؤں کہاں

کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے

ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

نے فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب نے عبادت نے زہد نے خواہش علم وادب

دردِ دل پر چاہئے مجھ کو خدا کے واسطے

عقل وہوش و فکر اور نعماء دنیا بے شمار کی عطا تو نے مجھے، پر اب تو اے پروردگار

بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کے واسطے

گرچہ عالم میں الٰہی ہیں سعی بسیار کی پر نہ کچھ تحفہ ملا لائق ترے دربار کی

جان و دل لایا ولے تجھ پر فدا کے واسطے

گرچہ یہ ہدیہ نہ میرا قابلِ منظور ہے پر جو ہو مقبول کیا رحمت سے تیری دُور ہے

کشتگانِ تیغِ تسلیم و رضا کے واسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا کر مری امداد اللہ وقت ہے امداد کا

اپنے لطف و رحمتِ بے انتہا کے واسطے

تمت

نصائح متفرقہ

منقول ست از امیر المومنین یعسوب الدین امام المشارق والمغارب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ من دوازدہ ۱۲ کلمہ از توریت اختیار کردہ ام و ہر روز سہ ۳ نوبت دراں تامل میکنم و آں این ست

کلمۂ اوّل:- حق جل وعلا می فرماید اے پسر آدم کہ البتہ نہ ترسی از ہیچ شیطان حاکمی مادام کہ سلطانی من باقی است۔

کلمۂ دوم:- اے پسر آدم نہ ترسی از قوت و رزق مادام کہ خزانہ من پُر یابی و خزانہ من ہرگز باقی است

کلمۂ سوم:- اے پسر آدم باید کہ در ہر چہ درمانی مرا بخوانی کہ البتہ بیابی کہ اجابت کنندۂ ہمہ باد نیکوکار آنم

کلمۂ چہارم:- اے پسر آدم بدرستی کہ من ترا دوست می دارم پس تو مرا باش و مرا دوست دار۔

کلمۂ پنجم:- اے پسر آدم از مکر من ایمن مباش مادام کہ صراط نہ گذشتہ باشی۔

کلمۂ ششم:- اے پسر آدم ترا آفریدم از خاک ۱ و نطفہ ۲ علقہ ۳ و مضغہ ۴ و عاجز نہ شدم در آفریدن تو کمال قدرت پس چگونہ عاجز شوم کہ دو گردہ نان بتو رسانم چرا از غیر من می طلبی۔

کلمۂ ہفتم:- اے پسر آدم آفریدم ہمہ اشیاء را برائے تو و ترا آفریدم از جہت عبادت خود و تو خود را فدائے چیزے کردی کہ برائے تو آفریدہ ام و خود را از من دُور می کنی جہت غیر من۔

کلمۂ ہشتم:- اے پسر آدم ہمہ چیز و ہمہ کس مرا می خواہد از برائے نفس خود و من ترا می خوانم از جہت نفس تو و تو از من می گریزی۔

کلمۂ نہم:- اے پسر آدم تو خشم میگیری بر من جہت نفس خود و خشم نمی گیری بر نفس خود از جہت من۔

کلمۂ دہم:- اے فرزند آدم مراست بر تو فریضہ و تراست بر من روزی اکثر تو مخالفت کنی در فریضہ من و من مخالفت نہ کنم در دادن روزی تو بتو۔

کلمۂ یازدہم:- اے پسر آدم تو طلب روزی فردا از من می کنی و من فریضہ فردا از تو نمی طلبم۔

کلمۂ دوازدہم:- اے پسر آدم اگر راضی بشوی بچیزے کہ من ترا قسمت کردہ ام در راحت افتادی و آسودہ شوی در ہمہ حال و دوست دارندہ شدی و اگر راضی نہ شوی بانچہ ترا کردہ ام مسلط گردانم بر تو دنیا را تا ترا در بدر گرداند و چوں سگ بر در ہا خوار گردی و تو نیابی مگر آنچہ مقدر کردہ ترا ام

جہاد اکبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی تو ہے وحدہٗ لاشریک
یہاں آب و گِل میں پھنسایا ہمیں
کری ہم پہ نازل یہ روشن کتاب
رہے اپنی غفلت سے ہم بے تمیز
ہے روشن اگرچہ ہدایت کا نور

بنایا ہے تو نے ہر اک شے کو ٹھیک
ضعیفی سے ہم کو توانا کیا
کیا اس میں امر و نہی کا خطاب
رہی وہ ہی ہم پر کرم کی نظر
ولے کیا ہو حاصل کہ ہیں ہم تو کور

عدم سے تو ہستی میں لایا ہمیں
تھے نادان ہم تو نے دانا کیا
نہ کی نیک اور بد میں ہم نے تمیز
وہ نورِ ہدایت رہا جلوہ گر
عطا کر وہ بینائی ہم کو الٰہ

مناجات بجناب قاضی الحاجات

الٰہی الٰہی الٰہی الٰہ
گناہوں سے ہے حال بدتر مرا
الٰہی مجھے ہے یہ شرمندگی
کہ غافل رہا جو رہِ وصل سے
خرد وہ کہ خوش تجھ کو رکھے مدام
بھلا اس سے زیادہ ہو کیا ظلم صاف
الٰہی مری عمر دشمن نے لی
نہ افسوس کوئی کیا۔ نیک کام
الٰہی میں بھٹکا بہت در بدر
کروں جس سے جا التجا کون ہے
الٰہی نہ جانی تیری قدر آہ
جوانی تو کیا زندگانی چلی
الٰہی ہے کیا تری رحمت کا جوش
الٰہی بہت اس سے خجلت میں ہوں
بیاں کیا کروں اپنی شرمندگی
الٰہی بہت ہی برا بندہ ہوں

میں ہوں اپنے اعمالِ بد سے تباہ
الٰہی سراپا ہوا میں گناہ
کہ بن آئی مجھ سے نہ کچھ بندگی
خرد وہ کہ جو بندۂ یار ہو
رہے حکم میں تیرے وہ صبح و شام
رہا میں سدا بحرِ غفلت میں غرق
رہی شہوت اور حرص باقی وہی
الٰہی نے کی گرچہ کوشش بڑی
ترے در پہ آخر پڑا آن کر
الٰہی نہ تیرے سوا کون ہے
کری عمر لہو و لعب میں تباہ
کرے میرے تو ٹکڑے ٹکڑے اگر
کہ دیکھے گناہ اور ہو پردہ پوش
الٰہی ہر اک آن حاضر ہے تو
کہ دیکھے ہے تو یہ مری زندگی
الٰہی خبر لے مری تو شتاب

الٰہی میں عاجز ہوں بندہ ترا
ہوئی مجھ سے گم آہ نیکی کی راہ
میں شرمندہ ہوں اپنی اس عقل سے
بجز یار آنکھوں میں سب خار ہو
کیا عمر بھر میں ترے برخلاف
نہ سمجھا کبھی نیک اور بد میں فرق
ہوئی حرص زیادہ ہوا میں تمام
ولے ساری تدبیر اُلٹی پڑی
کہاں جاؤں تیرے سوا کون ہے
نہ ڈھونڈے تجھے پھر وہ ڈھونڈے کسے
ہے افسوس عمرِ جوانی چلی
الٰہی میں لائق ہوں اس کے مفر
الٰہی میں پردۂ غفلت میں ہوں
میں کرتا ہوں جو فعل ناظر ہے تو
الٰہی گنہگار و شرمندہ ہوں
ہوا حد سے زیادہ میں اب تو خراب

الٰہی ہوا ہوں سراپا خطا
نہ بخشے تو گر ہو میرا حال کیا
ہوں گر نیک یا بد تیرا بندہ ہوں
ترے در پہ آخر سرافگندہ ہوں
ہوں اس بندہ کہنے سے شرمندہ سخت
شہ نیک کا بندہ ہو نیک بخت
نہ مجھ سا گنہگار شرمندہ ہو
خدایا کا پاک ہی بندہ ہو
الٰہی تو دیکھے ہے میرے گناہ
وہیں رزق دیتا ہے شام و پگاہ
کرے میں گناہ آہ بے خوف و ڈر
رہی وہ ہی رحمت کی مجھ پر نظر
الٰہی عجب تیری رحمت ہے آہ
عجب علم ہے تیرا اے بادشاہ
ہیں غافل مجھے یاد کرتا ہے تو
کروں میں گنہ شاد کرتا ہے تو
کرم تیرا گر دستگیری کرے
تو پھر کیوں نہ بندہ امیری کرے
الٰہی ہے تیرے کرم سے امید
سیاہی کو میری کرے تو سفید
گناہوں پہ بندوں کے کب ہے نظر
الٰہی تری ہے نظر عفو پر
خس و خار سے تیرہ ہو بحر کب
ہو چشم فلک گرد سے تیرہ کب
ترے عفو کے آگے میرے گناہ
شب تار جوں پیش خورشید و ماہ
تو وہ خور ہے تیری پڑے گر نظر
تو ہوں سنگریزے بھی رشک قمر
کیا میں گناہ گر بڑے سے بڑا
ولے تیری بخشش کے آگے ہے کیا
گناہ میرے اور تیری بخشش بھلا
برابر کہاں ہو سکے اے خدا
الٰہی کہاں جرم بخشش کہاں
کہاں تیرہ خاک اور کہاں آسماں
کہاں ظلمتِ شب کہاں آفتاب
کہاں ہے سیاہی کہاں ماہتاب
مرا عذر ہو اب الٰہی قبول
مجھے خوار و رسوا نہ کر اور ملول
بہت پھر پھرا کے میں اب آن کر
الٰہی ترے در پہ رکھا ہے سر
نہ سر کو جھکاؤں کہیں جا کے میں
سوا تیری درگاہ والا کے میں
کرے میں گنہ جہل اور سہو سے
اور اس حرص نفسانی و لہو سے
ولے تیری رحمت سے امید ہے
بدی کے عوض مجھ کو نیکی ملے
گنہ میرے جاتے ہے تو علم سے
کرے پردہ پوشی سدا حلم سے
نہ رسوا کیا ہے جو تو نے یہاں
الٰہی تو رکھیو مری شرم داں
الٰہی ہمارا بد و نیک اب
ہے کیا چیز آگے ترے میرے رب
بڈارے مجھے یا بلاوے مجھے
الٰہی نہ چھوڑوں گا در کو تیرے
کہاں جاوے اب بندہ تیرا بتا
کسے ڈھونڈے جو بندہ تیرا بتا
نہ تو نے سنی گر مری التجا
الٰہی کروں عرض پھر کس سے جا
الٰہی برا یا بھلا ہوں تیرا
سوا تیرے ہے کون تبلا مرا
ترے بندے ہیں تجھ سے بے انتہا
مرا ہے بتا کون تیرے سوا
نہ کی تو نے گر اب کرم کی نگاہ
تو بس ہو چکا میں الٰہی تباہ
بڈارے مجھے اپنے در سے تو گر
الٰہی بتا پھر میں جاؤں کدھر
کیا میں جو لائق مرے کار تھے
تو وہ کر جو تجھ کو سزاوار ہے
گنہ جرم و عصیاں مرا کام ہے
کرم عفو بخشش ترا کام ہے
بدی جہل و غفلت مرا کار ہے
تجھے عفو بخشش سزاوار ہے
الٰہی بحقِ محمدؐ رسول
دعا ہو وے امداد کی اب قبول
الٰہی یہ عاجز ہے تیرا غلام

الٰہی تو کر رحم اس پر مدام
الٰہی غنی تو ہے اور یہ فقیر
الٰہی قوی تو ہے اور یہ حقیر
تو فتاح و غفار و رزاق ہے
یہ بدکار و فجار و فساق ہے
الٰہی تری ذات ہے بس جلیل
الٰہی یہ بندہ ہے تیرا ذلیل
الٰہی تو رازق یہ مرزوق ہے
الٰہی یہ عاشق تو معشوق ہے
الٰہی تو ہے شاہ اور یہ گدا
الٰہی تو مولیٰ یہ بندہ ترا
الٰہی تو راحم یہ مرحوم ہے
تو ہے داد گر اور یہ مظلوم ہے
الٰہی یہ عبد اور تو معبود ہے
الٰہی تو ہی اس کا مقصود ہے
الٰہی یہ طالب تو مطلوب ہے
الٰہی محب یہ تو محبوب ہے
الٰہی تو کر اس کی حاجت روا
بحقِ محمدؐ شہِ دوسرا
الٰہی دعا ہو اب اس کی قبول
بحقِ صحاب اور آلِ رسولؐ

نعت شریف

محمدؐ ہے ممدوحِ ذاتِ خدا
محمدؐ کا ہو وصف کس سے ادا
محمدؐ سا مخلوق میں کون ہے
اسی کا طفیل ہے یہاں جون ہے
نہ پیدا اگر ہوتا احمدؐ کا نور
نہ ہوتا دو عالم کا ہرگز ظہور
محمدؐ خلاصہ ہے کونین کا
محمدؐ وسیلہ ہے دارین کا
محمدؐ کی طاعت جہاں پر ہے فرض
محمدؐ کی طاعت سے جاوے گا مرض
پڑے تھے کفر اور شرک میں ہم بھی سب
محمدؐ سے ہم کو ملی راہ رب
گرفتار تھے نفس و شیطان کی ساتھ
محمدؐ نے دی ہم کو اُن سے نجات
خبر دی رہِ دین و ایمان سے
کہ تا ہم بچیں نفس و شیطان سے
بتاتے ہمیں ایسے وہ داؤ گھات
کیا ہم نے جس سے عدوؤں کو مات
محمدؐ کی طاعت کر آٹھوں پہر
کہ تا وصل سے حق کے ہو بہرہ ور
محبت محمدؐ کی رکھ جان میں
محمدؐ محمدؐ کہہ ہر آن میں
محمدؐ کی الفت سے اور چاہ سے
ملے گا تو امداد اللہ سے
محمدؐ کے ہیں خاص حق کے ولی
ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ علیؓ
محمدؐ کے اصحاب ازواج و آل
ہر اک ہے ہدایت کا بدرِ کمال

افسوس اور ندامت کرنا اس پر کہ عمر غفلت میں چلی جاتی ہے اور تنبیہ کرنا نفس سرکش اپنے کو سرکشی حکم اللہ تعالیٰ کی سے اور رجوع کرنا اُس کو فرماں برداری معبود حقیقی اپنے کی اور جواب در جواب اس کے

سنو دوستو گوشِ دل سے ذرا
سناؤں تمہارا تمہیں ماجرا
کہ اندر وجود آدمی کے سدا
رہے ہے جنگ ہے نفس اور روح کا
رہو تم خبردار دونوں کے اب
نہیں تو پڑے تم پر آخر غضب

علاج اُس کا خوب ہی بتاتا ہوں میں
رہو گے بچے نفس و شیطان سے
مجھے آگیا جو خیال ایک رات
سدا کوس رحلت بجاتی ہے عمر
نہ سویا شب اس فکر میں ایک دم
ششش و پنج کرتا رہا تا سحر
کہا نفس کو آخرش میں نے رات
کہ آیا تھا یاں کس لئے اے لعین
بتا تجھ سے کیا حق کو منظور تھا
بتا اس میں یاں آکے کیا کیا کیا
تجھے آہ اپنی خبر کچھ نہیں
کہا اس نے وہ تھا خزانہ چھپا
محبت کا جامہ پنھایا مجھے
کہا میں کہ اے نفس بدزشت خو
تری بات ہرگز نہ رکھے فروغ
جو ایمان و الفت میں صادق ہے تو
نہیں تجھ کو اُس کی محبت نصیب
کروں میں گناہ پھر توبہ کروں
دغا کی ہو توبہ سے کیا فائدہ
تو اس جہل اور مکر ہی سے نکل
میں ناچار ہوں حق کی تقدیر سے
کہا میں وہ ہے حجتِ بے فروغ
کہ ہے عیب اور نقص تجھ میں چھپا
مت اس پر تو اتنا اب اصرار کر
تو وہ جہل سے بھاگے بے گفتگو

تمہیں راہ سیدھی دکھاتا ہوں میں
بیاں حال اب اپنا کرتا ہوں میں
لگا سوچنے اپنے دل میں یہ بات
مجھے فکر کل کا ہوا آج یوں
رہا رات بھر اس میں چشم نم

کرو گے گر اُس پر عمل جان سے
کہ جس فکر میں روز رہتا ہوں میں
کہ افسوس غفلت میں جاتی ہے عمر
کہ کی دولتِ عمر برباد کیوں
اسی میں گئی رات ساری گذر

تنبیہ کرنا اور ڈانٹنا نفس مردود کو

کہ کیا ہو گیا تجھ کو اے بدصفات
کیوں آیا ہے یاں کیوں تو پیدا ہوا
یہاں آکے کیا کام تو نے کیا
کیا حق نے پیدا تجھے جس لئے
مرے کہنے کا بھی اثر کچھ نہیں
ہی آدم آئینہ اُس کا ہوا
ہیں ایمان اُس پر رکھوں ہوں مدام
ہے دشمن حقیقی مرے دل کا تو
محبت کہ ہو جس سے دل خادماں
تو پھر کیوں گناہوں پہ عاشق ہے تو
کہا اس نے ہے وہ رحیم و غفور
وہیں پل میں مقبول ہو گاہ ہوں
گناہوں کی ہے دل میں الفت بھری
طریقِ شریعت پہ چل اے دغل
کہا حق نے مجھ کو ظلوماً جہول
مرے سامنے لاتا ہے اے دروغ
کیا تجھ کو آگاہ اس واسطے
نہ مغرور ہو کام کا کار کر
نہ تجھ سا کہے یہ کہ جاہل ہوں میں

خبر حال کی تجھ کو اپنے نہیں
کدھر جائے ہے کس پہ شیدا ہوا
تجھے جس لئے حق نے پیدا کیا
نہیں کرتا وہ کام تو کس لئے

جواب دینا نفس کا

یہاں مظہر اپنا بنایا مجھے
ہے توحید سے اس کی دل شاد کام
بناتا ہے کیوں تو یہ باتیں دروغ
کہاں ہے وہ تجھ میں تجھے دے نشاں
کرے ہے کب عاشق خلافِ حبیب
گنہ میرے سب بخشدے گا ضرور
کہا میں فریب اب مجھے دے ہے کیا
فریب حق کو دیتا ہے تو اے شقی
کہا تنگ مت کر تو اتنا مجھے
نصیحت سے تیری ہو اب کیا حصول
ظلوماً جہول حق نے تجھ کو کہا
کہ تا تو گناہوں سے بچتا رہے
کسی کو اگر کہیئے جاہل ہے تو
لڑھوں کس طرح علم کا اہل ہوں میں

گدھے کے جو چابک لگے خوب چُست
اشارہ سے چلتا ہے وہ مثل باد
جو اس باب سے اُس کو دیکھا خموش
کہ شاید یہ آوے کہیں راہ پر
وہ بولا جو ہے حکم تقدیر کا
نصیبوں میں ہر اک کے دوزخ بہشت
نہیں مٹتا جو کچھ قلم لکھ چکا
جو تقدیر بد ہو تو کیا ہوئے سود
نہ سمجھا تو کچھ بھی اب اے حیلہ گر
مقدر کا ہو وے عمل ہی نشاں
دیا جس کو شہوت کے اندر پھنسا
عمل بد میں جو ہو گیا مبتلا
کہا حق نے کب تجھ سے اے بے شعور
رضا کی نشانی ہے اچھے عمل
ہے تف تیری عقل اور فہمید پر
جو تقدیر بد تھے سو کافر مرے
اگر عمر ساری عبادت کرے
اسی کفر سے عقل ہے میری خبط
ہوا عمر میں اُن سے جو اک قصور
کیا اک گنہ سے انھیں یوں تباہ
ہزاروں نبی اور ولی بے حساب
ہوئے حق کے مقبول اور کاملیں
نہ ان سب کے کی فائدوں پر نظر
لگا کرنے بے خوف اعمال بد
ہزاروں کرے جرم شام و سحر

تو وہ اور چلنے میں ہوتا ہے سُست
یہ سُن کر وہ شرمندہ ایسا ہوا
میں جانا کہ کچھ اس کو آیا ہے جوش
کہا میں ہوئی تجھ پہ حجت درست
ہے کب اُس میں دخل عقل و تدبیر کا
لکھا جو گیا حق کی تقدیر سے
تو چاہے سو کر اب بُرا یا بھلا
کہا میں کہ اے نفس بد بے حیا
اٹھایا ہے پھر تو نے غفلت سے سر
عمل نیک پر جس کو قائم رکھا
خدا کا غضب اُس پہ نازل ہوا
نہ جانے تو گر حق کی تقدیر کو
کہ دوزخ میں رکھوں گا تجھ کو ضرور
کہا تھا خدا نے جو کچھ تجھ کو یار
خیال عبث پر جو باندھے کمر
کر ابلیس و بلعم کے اوپر قیاس
جو آوے قضا بد شقاوت کرے
کہا میں اسی سے تو رکھتا ہے ڈر
کیا حق نے درگاہ سے اُن کو دور
سمجھ لے یہ ہے بے نیازی کی شان
عبادت سے حق کی ہوئے کامیاب
بہت عابد و زاہد و متقی
گیا تو دو عابد کے نقصان پر
کرے تو گناہ اور چاہے نجات
سمجھتا ہے پھر آپ کو راہ پر

اور ہو وے اگر اسپ نیک نہاد
گویا اُس کے تن سے ہوئی جاں ہوا
اب ایک اور چابک لگا جلد تر
تو طاعت میں اب کیوں نہیں ہوتا چُست
کری حق نے مجھ مجھ سے پہلے نوشت
مٹا کب سکے کوئی تدبیر سے
کرے گرچہ شیطاں کی جو تو سجود
یہ مکر و فریب اور لایا نیا
عمل بھی تو تقدیر سے سب ہیں جاں
سمجھ لے کہ حق اُس سے راضی ہوا
ہوا دور رحمت سے وہ بد ملا
رضا کا نشاں ڈھونڈ گمرہ نہ ہو
کہا ہے ولے حق نے یہ بے خلل
ہوا اُس سے گمراہ تو زینہار
کہا سیکڑوں نے عمل خوش کرے
اسی سے مرے دل میں ہیں سو ہراس
مرے کفر میں اور عمل ہو وے ضبط
کہ کی تو نے دو عابدوں پر نظر
نہ کی کچھ عبادت پہ اُن کی نگاہ
کرے ایسے بندوں کو جو بے نشاں
کروڑوں مسلماں طاعت کریں
ہوئے نیک اعمال سے جنتی
پکڑ کے دو ملعون کی تو سند
عجب ہے حمق تیرا اے بد صفات
اگر اس کی ہے بے نیازی کی شان

نہیں تجھ کو کس لئے خوفِ جان
خفا ہو کے بولا وہ غفار ہے
وہ بلاشک ہے رب الرؤف الرحیم
گناہوں سے اپنے نہیں مجھ کو ڈر
کہ حیلہ یہاں کام آتا نہیں
کرے بخشش اور قہر بھی بے گماں
اور ہو جائے تجھ سے خطا گاہ گاہ
ہے تو اک طرف اپنے آرام کو
گناہوں پہ کرتا ہے اصرار تو
جو ایسا ہو گمراہ و سرکش کہیں
خدا کے لئے مت پڑا اندر خلل
یقیں جان اُس وقت وہ ہے کریم
تو کب اور کھیتی کا چھوڑیں گے رنج
کہا اُس نے مجھ پر نہ کر تو جفا
ہوں عفو و کرم اس کا پہچانتا
گنہ میرے بخشش سے زیادہ نہیں
وہ مجھ سے بھی بدتر کے بخشے گناہ
بلاشک وہ ایسا ہی غفار ہے
برابر نہ ہو سکتی ہے بے گماں
جو ہو ایساحسن ارحم الراحمیں
نکو دست عافی ہے اور نیک ذات
جو ہو ذات ایسی غفور اور حلیم

ترے آگے درندہ ہو شیر گر
غفور اور حلیم اور نکوکار ہے
گنہ میرے ہوں گرچہ بے انتہا
وہ غفار ہے بخش دے گا مگر
ہے اللہ بلاشک غفور اور حلیم
جمال اور جلال اس کی ہیں دونوں شان
تو بخشے تجھے وہ کہ غفار ہے
نہ سمجھا و لے اس کے انجام کو
کرے ہے گناہ آہ بے خوف و ڈر
خدا کی وہ بخشش کے قابل نہیں
کرا چھے عمل یار شام و پگاہ
کہ یہ اُس کی عادت ہے جاری قدیم
بھلا جہل ہو اس سے زیادہ کسے
تری خود ہے اس میں سراسر خطا
گنہ میرے گرچہ ہیں کوہِ گراں
وہ اللہ ہے اکرم الاکرمیں
کہا میں کہ یہ تو کہا تو نے سچ
کریم اور رحیم اور ستار ہے
ولے حیف ہے ایسے غفار کو
وہ آزردہ کرنے کے قابل نہیں
وفادار سمجھے کرے پھر گناہ
وہ لائق عبادت کے ہے اے لئیم
وہ گردن زدنی کے ہے لائق سنو

نہ بھاگے تو دے جان اسکو مقر
ہے قرآن میں ہر جا غفور اور حلیم
پر اس سے ہے سَو (۱۰۰) درجہ رحمت سوا
کہا میں تو نازاں نہ ہو اے لعیں
ولیکن ہے قہار بھی اے لئیم
کرے سہو و غفلت سے گر تو گناہ
نہ بخشے اگر چاہے قہار ہے
کرے جہل و طغیاں سے یہ کار تو
نہیں عجز و زاری کا تجھ میں اثر
ذرا اگر کے توبہ کر اچھے عمل
اگر ہو گیا تجھ سے کوئی گناہ
ملا ایک کو گر خزانہ میں گنج
بس اب چھوڑ حیلہ رہِ راست لے
ہیں نیک عادت اس کی گو ہوں جانتا
و لے اُس کی بخشش ہے جوں آسماں
مجھے کس لئے تنگ کرتا ہے آہ
و لے ایسے باطل ارادہ سے بچ
گنہ تیرے اور اُس کی بخشش میاں
کیا تو نے آزردہ اے زشت خو
جو جانے ہے تو حق ہے نیکو صفات
خطا پر خطا یہ تو کرتا ہے آہ
کرے ذات ایسی کو آزردہ جو

نفس سے عاجز اور تنگ ہو کر جانا اپنا طرف سلطان روح کے اور مدد چاہنی اس سے

جو دیکھا کہ ہے اُس کی حجت قوی
تجھے ملک تن کا ملا تاج و تخت
کیا تنگ ہے اس شقی نے مجھے
مقابل ہوں اُس کے مری کیا ہے شان
رعیت سے تحصول لیوے بزور
تصرف تسلط بہت ظلم سے
یکایک وہ لے توڑ تیرے امیر
کرے ملک تن میں عمل آکے وہ
تجھے حق نے کیوں ہے خلیفہ کیا
ذرا مجھ سے مظلوم پر کر نظر
کہ ہو دور جس سے یہ فتنہ فساد
شہ روح کو آگیا دل ہی جوش
کیا حکم تا جلد آوے وزیر
سب آداب شاہانہ لایا بجا
یہ سلطانِ روح سے کہا اُس نے جا
رکھو اپنی خاطر کو اب جمع تم
کریں قتل لیں اس کا اسباب لوٹ

گیا آخرش میں طرف روح کی
خلیفہ ہے اس ملک میں حق کا تو
پکڑ جلد اور مار گردن اسے
کہا میں کہ کیا چاہتا ہے یہ تو
زمین بدن میں پڑے شر و شور
اگر تخت دل پر گیا بیٹھ آہ
کرے قتل یا رکھے اُن کو اسیر
رہے کب یہ پھر شان و شوکت تجھے
یہ کیوں بادشاہی کا رتبہ دیا
وزیر خرد کو بلا کر کہیں
رہے ملک تن پھر ہمیشہ کو شاد
بن میں لگی اُس کے غیرت کی آگ
کہ تدبیر اس کی بتادے وزیر
مرا حال سُن اور افسوس کر
کہ یہ فتنہ اتنا نہیں کچھ بڑا
یہ ہو حکم آویں امیرانِ فوج
غرور اس لعیں کا وہیں جائے ٹوٹ
رکھیں شرع کی بند زنجیر میں

کری عرض جا کر کہ اے نیک بخت
پہنچ بہر حق میری فریاد کو
کہا یہ کیا نہ کہاں ہیں کہاں
کہ لیوے یہ باغی ترے ملک کو
کرے ہفت اقلیم تن میں مرے
رعیت کو کردے گا دم میں تباہ
ترے سب امیروں کو بہکا کے وہ
دکھا دے بہت سی وہ ذلت تجھے
تو ملک بدن کا ہے حاکم اگر
کرو ایسی تدبیر اے شاہِ دیں
مری عجز و زاری کو سُن کر بہوش
کہا میں مٹاتا ہوں میں اُسکا راگ
یہ سنتے ہی آیا وزیر عقل کا
وزیر خرد بھی ہوا چشم تر
کہ ہوتا کے اقبال سے دم میں گم
کہ ہوں مستعد جنگ کو مثل موج
جو ہو جائے عاجز تو پھر یوں کریں

خبر کرنی جاسوس وسواس کی کہ طرف سے ملک تن میں رہتا ہے نفس کو

تھے اس میں کہ جاسوس وسواس نام
کری نفس سے جا شکایت تمام
کرے تری ہے قتل کے واسطے
شریعت کی زنجیر میں لے جکڑ

کہ تھا نفس سے ملک تن میں مدام
کہا کیا تو سووے کہ سلطانِ روح
تمام اپنے لشکر کو آراستہ
یہ سُن کر خبر نفس نے رو دیا

سنی چھپ کے جو یہ حکایت تمام
شہ ملک دل و مہ پر فتوح
کوئی دم میں لیوے گا تجھ کو پکڑ
اسی فکر میں جان کو کھو دیا

کہا ہائے تدبیر اب کیا کروں
کہ تا اُس کے صدمہ سے بچتا رہوں
کروں اس طرح میں بھی سامانِ جنگ
عدم کا ہی رستہ بتاؤں اُسے
سنو رہزنی کا ہے میرا شعار
کہیں چھوڑ رکھا ہے اس کو جو یوں
مچاؤں فساد ایسا اور شر و شر
تو یاں بھی نہیں جنگ سے کچھ درنگ
کہ سلطانِ روح کی بڑی شان ہے
کہ ہر کام میں ہے ہمارا مشیر
یہ سنتے ہی ابلیس آیا ادب
ہماری ہو مشکل سب آسان کا
ہو آسان سب تیرے اقبال سے
کروں حرص کی قید میں اس کو بند
وہی بخشی ملک کافی ہے بس
سپیدی کو اُس کی سیاہی کرے
جو تجھے ملک تن کے نگہبان چند

کہ تا ہاتھ سے اس کے جبنبار رہوں
کروں میں بھی اب اس سے لڑنے کا فکر
جسے دیکھ فوج اس کی ہو جائے دنگ
بھلا ملک تن چھوڑ جاؤں کہاں
فساد اور فتنہ مرا کار و بار
جو اس وقت اپنے پر آجاؤں میں
کروں ملک کو اس کے زیر و زبر
یہ کہہ کر لگا سوچنے پھر وہ خام
نہیں لڑنا اس سے کچھ آسان ہے
بلا کر کہے اُس سے کر دو وہ صلاح
بجالایا آداب شاہانہ سب
یہ اتنا نہ کچھ کار دشوار ہے
پکڑ اس کو لاؤں میں ہر حال سے
امیر ہے تری فوج میں حرص نام
خرابی کو اُس کے وہ وانی ہے بس
شہ نفس نے دیکے خلعت اسے
کیا ہر طرف راہ کو اُس کے بند
لئے ساتھ غصہ کی فوج گراں

ولیکن بمقدور کوشش کروں
عدوؤں سے اپنے جھگڑنے کا فکر
جو اپنی شجاعت دکھاؤں اُسے
ہیں روزِ ازل سے ہوں قابض یہاں
غنیمت نہیں جانتا ہے وہ کیوں
تماشا اسے دم میں دکھلاؤں میں
کیا ہے اگر اس نے سامانِ جنگ
پڑا میرے اوپر یہ اب سخت کام
جو شیطان سنگہ ہے قدیمی وزیر
کہ جس بات میں ہو ہماری فلاح
کہا لطف سے تیرے اے نامدار
کہ جس سے تو ایسا دل افگار ہے
ترے پاس لا کر کے اے ارجمند
کرے کام سلطان روح کا تمام
میں بھیجوں اُسے تا تباہی کرے
روانہ کیا ملک کو روح کے
وہ چشم سے آگیا ناگہاں

خبر ہونی وزیر عقل کو اس معرکہ سے اور بھیجنا امیر قناعت کو مقابلہ حرص سنگھ کے اور حلم کو غصہ کے اور فتح ہونی اُن کی

وزیر خرد نے سنا یہ جو حال
گیا روح کے پاس با احترام
کہا شہ نے لشکر سے وہ چھانٹ لیں

ہوا فکر کا اُس کے اُس کو خیال
کہاں حال حرص اور غصہ کا سب
کہ جو قتل اُن مفسدوں کو کریں

امیروں کے لشکر کو لے کر تمام
کہ آئے ہیں لڑنے کو یہ ہم سے اب
کہا عقل نے اے شہ نامدار

مقابل ہیں ان کے پئے کارزار
اگر فوج غصہ کی ہے اس کے ساتھ
کہ ہو اجس سے یہ دونوں مفسد تبار

امیر قناعت کو تو بھیجدو
کرے لشکر حلم جا اس کو تنگ
جو ہونے لگی دونوں جانب سے جنگ

کرے حرص کو دم میں ناپید جو
کرو مستعد ایسی جنگی سپاہ
ہوا حرص و غصہ پہ میدان تنگ

امیرِ قناعت سے اور حلم سے + غضب حرص مغلوب دونوں ہوئے

آنا شہوت سنگھ کا مقابلہ وزیرِ عقل کے مع فوج فسق و فجور کے

وہ شیطان جو نفس کا تھا وزیر
کہ ان دو سے ہوگا نہ یہ فتنہ رد
ہے تجویز شہوت کی جاوے سپاہ
کرو اس کے ہمراہ تم بے قصور
کرے عقل کو جا کے زیر و زبر
تو ہو روح کا ملک سارا تباہ

تب دیکھ لشکر کو ہو کر حقیر
وہ اب چاہیئے بھیجی فوج سخت
کرے عقل کے ملک کو جا تباہ
لگا کے جبالی ہتھیار سب
ہمارا وہ ہے دشمن سخت تر
کہا لاؤ دیکر کے خلعت اسے

کہا نفس سے ان کی ہو دے مدد
کہ ہو لے شہ روح سے تاج و تخت
جمع کر کے سب فوج فسق و فجور
چلے شہوتِ سنگھ بہر حرب ا
جو ہو عقل شہوت سے مغلوب آہ
روانہ کریں جنگ کو روح کے

بھیجنا وزیر عقل کا امیر تقوی کو مع افواج شرم و حیا و صلاحیت کے مقابلہ شہوت سنگھ کے اور فتح ہونا امیر تقوی کی

وزیر بہر در شہ روح کو
کہ تقوی ہے جس کا لقب بھیجدو
سپر تیغ شرم و ثقاہت کی لے
کرو اس کے ہمراہ اسے بے دلیل
غرض آ کے میداں میں قائم ہوئے
نہ زمیں آسماں رہ گئے دیکھ دنگ

خبر پہونچی اس حال کی یار جو
ہو فوج صلاحیت اس کی مدد
خبر جا کے اہل شقاوت کی لے
شہِ روح کا حکم پھر ان کو ہو
لڑائی کو آپس میں برہم ہوئے
کبھی یہ تھے غالب وہ غالب تھے گاہ

کہا خاص اس بخششِ ملک کو
کہ ہو فوج فسق و فجور اس سے رد
حیا جنگ اس کا ہو ہے اک وکیل
کریں لشکر نفس کو قتل جو
لگی ہونے آپس میں جس وقت جنگ
لگا ہونے یوں ملک تن کا تباہ

پھر آخر ہوئی غالب عقل بصیر + کیا لا کے شہوت کو اپنا اسیر

غصہ کرنا نفس کا شیطان وزیر پر اور آپ سوار ہونا نفس کا واسطے لڑائی شیطان روح کے سب لشکر لیکر

سنی نفس نے یہ خبر جس گھڑی
وہیں جان پر اس کے آفت پڑی

بلایا وزیر تنبہ کار کو
سیہ کار شیطان مکار کو

کہا تجھ پہ لعنت ہو اے سست کار
کیا تو نے لشکر مرا خوار و زار

کری تو نے سستی جو اے روسیاہ
ہوئی فوج شہوت کی ساری تباہ

کر اب ایسی تدبیر تو اے وزیر
شہ روح کو جس سے کرلیں اسیر

بلا پہلوانوں کو لشکر کے اب
پھر ان میں سے لے چھانٹ اہل حرب

جوان میں سے ہوں سخت تر بے درنگ
شہ روح سے وہ کریں جا کے جنگ

وزیر خرد اور شہ روح کو
پکڑ کر کے لاوے مرے پاس جو

میں دے کر بہت خلعت و مال و زر
بٹھاؤں برابر اسے تخت پر

عزازیل بولا کہ اس جنگ میں
کروں گا نہ ہرگز قصور اب کے میں

اگر ہو شہ نفس بھی خود سوار
میں ہوں اور ہو لشکر بے شمار

تو پھر دیکھنا اس صف جنگ کو
کروں پانی میں اس دل سنگ کو

ہے کیا روح کیا عقل دونوں کو میں
کروں قتل یا قید دیکھو تو میں

یہ سن کر شہ نفس خوش ہو کے یار
ہوا جنگ کے واسطے خود سوار

لی گردن میں تلوار غفلت کی ڈال
رعونت کا خود اور شرارت کی ڈھال

لیا نیزہ گمرہی اپنے ہاتھ
ہوئی فوج فسق و فجور اس کے ساتھ

وہ مستی کے گھوڑے پر ہو کر سوار
چلا مستعد ہو پئے کارزار

آگاہ ہونا سلطان روح کا اس معاملہ سے اور بھیجنا وزیر عقل کو مع لشکر دین اور تقوی کے اور برابر رہنا دونوں لشکروں کا

جو سلطان روح نے خبر یہ سنی
کہ آیا ہے لڑنے کو نفس دنی

اور ہے لشکر بیکراں اس کے سنگ
لئے خنجر و تیغ و تیر و تفنگ

وزیر خرد کو بلا جلد تر
کہا کھول دے سب خزانوں کے در

نکل آوے سب لشکر دین و داد
زمین جسد سے اکھاڑے فساد

ہے تکلیف میں نفس سے ملک تن
وزیر اس کا شیطان ہے راہزن

کسی طرح ان دو کے کٹوا کے سر
جہنم میں داخل کرو سر بسر

کمر باندھ لڑنے کو تیار ہو
کرو ترک جو کچھ تمہیں کار ہو

جمع کر کے سب فوج و لشکر تمام
لڑائی کا تم بھی کرو اہتمام

مجھے بھی ہے اب کوچ کرنا ضرور
کہ تا ملک تن سے ہو یہ فتنہ دور

وزیر خرد نے زمین چوم کر
کیا عرض یہ اے شہ والا قدر

کہ یہ کام لائق نہیں شاہ کے

جو ایسے ہیولے سے جاکر لڑے
جو ہوا ایک بندہ سے دشمن تباہ
کردں دم میں سب دشمنوں کو تمام
کئے ہوشیاری کے خنجر عطا
دیا ہاتھ میں نیزۂ راستی
کری ساتھ تقویٰ و دیں کی سپاہ
پڑا نفس کی فوج میں زلزلہ
جو خورشید خاور نے کی تیغ الم
کھڑی مستعد جنگ کے واسطہ
مقابل دو لشکر ہوئے جس زماں
ہوئی ایسی تیرہ خدا کی پناہ
لگی چلنے جو تیغ و تنبر و تبر
زمیں ہو گئی خون سے سرخ رنگ
سپید و سیہ جمع اگر ہوئے
کبھی زہد و تقویٰ و گاہے حسد
کبھی ردی روح سے یاد قرار
بد اور نیک میں زندگانی گئی

رہو اگر میں تن گئے تم کامراں
عدو کے مقابل ہوں کیوں بار شاں
یہ سن کر ہوا خوش بہت شاہ دیں
رہا شدت کا خود اس کے سر پر دھرا
غرض زہد کے اسپ پر کر سوار
چلا دھوم سے لشکر دیں پناہ
نکل کر کے جب آیا میدان میں
ہوئے ابر کے جوڑا لشکر بہم
امیروں نے لشکر کے با رعب و شان
پڑا شور اندر زمین و زماں
ہوئے جب مقابل دلیرانِ جنگ
ہوا خون کو وزیں کا جگر
کبھی اس طرف خورشید روح جاؤ گر
جو نا حبشی و رومی برابر ہوئے
کبھی فوجِ زنگیِ نفسِ لعیں
زمیں بدن ہوتا باغ و بہار
اس عرصہ میں یہ جنگ قائم رہا

میں لیتا ہوں ان کی خبر اس زماں
میں ہوں آپ کا ایک ادنیٰ غلام
دیا اس کو پھر خلعت آفریں
سپر نیک بختی کی لا اس کو دی
دیا حکم اس کو پے کارزار
وزیرِ خسرو جنگ کو جب چلا
خلل آیا شیطاں کے اوسان میں
ہوئی ہر دو جانب صف آراستہ
گئے آگے میداں میں قائم نشان
زمین بدن گرد لشکر سے آہ
ہوا پانی پانی دلِ کوہ و سنگ
لگی ہونے جس وقت آپس میں جنگ
ادھر ظلمتِ نفس با شور و شر
کبھی کار نیک و کبھی کارِ بد
نکالے تھی دل سے وہ لڑ بغض کیں
اسی جنگ میں سب جوانی گئی
ہوا نفس کا مفسدہ جا بجا

طلب کرنا سلطان روح کا دیوان کل کو کہ وہ پیر روشن ضمیر ہے، اور شامل کرنا اس کا صلاح جنگ وغیرہ میں

شہِ روح نے حال دیکھا یہ جب
عدو کو کسی طرح زک دیجئے
وزیرِ خسرد کو کہا پھر بلا
نہ دل نفسِ ملعون کا خوں ہوا

کہ صورت تباہی کی ہے پیش اب
ہوا ہے ترقی پہ نفس شہ
کیا تو نے ہر چند جنگ و دغا
شریک اب تو ہوا ہے دبیر کبیر

کہا اور تدبیر اب کیجئے
گیا پھیل فتنہ فساد ہر جگہ
و لے فتنہ تن سے نہ بیروں ہوا
ہے جس کا لقب پیر روشن ضمیر

مرے ملک کا ہے وہ دیوان کل
کہے وہ جو اُس پر عمل کیجئے
رہو دل سے مصروف اسلام پر
کہ روشن ہو جس سے بدن کی زمین
بہم ہو کے جا کر لڑو اس قدر
پکڑ لاؤ زندہ مرے رو برو

مدد سے مٹے اُس کی یہ شور و غل
رکھو اس کو شامل لڑائی میں تم
کرو جی فدا اپنا اس کام پر
مٹا کر کے کفر اور بدعات کو
کہ ہو نفس کا کار زیر و زبر
مرے پاس لاؤ اُسے تم پکڑ

صلاح اُس کی چل کر کہ اب لیجئے
کہ ہو دشمن شوم تا یاں سے گم
کرو ایسی ہمت کہ ہو زیب زیبا
شریعت کی ظاہر کرو بات کو
نہ چاہوں کہ ہو قتل وہ زشت خو
شریعت کی زنجیر ڈالو یوں جکڑ

رکھوں اُس کو قابو میں اپنے مدام　　میں دوڑاؤں جس طرف چاہوں مدام

آگاہ کرنا جاسوس نفس کا شیطان وزیر کو اس سے اور بھیجنا شیطان کا طول امل سنگھ کو واسطے قتل کرنے عقل اور پیر کے زہر دے کر اور ناامید ہونا اس کا

جو جاسوس نے نفس کے یہ سنا
کوئی دم میں ہو نفس اور تو اسیر
وزیر خرد کو کیا اس کے سنگ
کہ اس فتنہ کا تو بھی کچھ فکر کر
ہے لشکر میں اس کے وزیر خرد
کہ جو کاٹ سر اس کا لا دے مجھے
خرد اپنے قابو میں ہو دے اگر
کروں قید دونوں کو میں بے محن
وہ دیر کیے وعدہ بہت خوب تر
کہ مرنے سے جس کے یہ فتنہ ہو دور

تو شیطاں کے جا پاس سر کو دھنا
شہ روح نے یہ کیا اہتمام
کہ از دشمنوں کا کرے کار تنگ
یہ شیطاں نے سُن کو دلاسا دیا
میں بھیجوں اُسے جو کرے اس کو رد
نہ دیوان تن سے ہے مطلب مجھے
تو وہ پیر بے کار ہو سر بسر
میں بھیجوں ہے طول امل جس کا نام
کرے پیر کا کام زیر و زبر
چھپا کر کے ایسا اُسے زہر دے

کہا جا کے بیٹھا ہے کیا اے وزیر
کہ دیوان تن پیر ہے جس کا نام
شہ نفس کو جا کے کہہ یہ خبر
کہا شہ سے کہنے کی حاجت ہے کیا
مقابل میں اُس کے میں بھیجوں اسے
ہے منظور قتل عقل کا اب مجھے
وزیر خرد اور دیوان تن
کہ ہو پیر کا کام جس سے تمام
کرے قتل پھر عقل کو وہ ضرور
کہ شیطان و نفس اُس کے شر سے بچے

ہوا رخصت اس سے جو طول امل + پڑے پیر کے کام میں تا خلل

مطلع کرنا جاسوس دین کا کہ جو مفتیان یقین کے ہیں سلطان روح کو اس امر سے

اور نگہبانی پیر اور عقل کی روح کو طول امل کے شر سے

جو رخصت ہو طولِ امل سنگھ چلا
خبر دی یہ جا کر کہ اے شاہِ دین
خبر رکھو اس کی تم ہر حال میں
نہ پہنچا دے صدمہ کوئی حیلہ گر
ہے لشکر میں اک نفس کے حیلہ گر
کرے غم الم وال جہاں ہو خوشی
شہِ روح نے جب یہ قصہ سنا
کسی طرح یہ فتنہ ہو یاں سے دور
رکھو تم نگہبانی ہر آن کی
کرو اس سوا اور نہ کچھ بات تم
رہے ایک یادِ نزع جنگ خاں
خرد پیر کے ہوں نگہبان بفور
نزع موت اور قبر اور روزِ حشر
نہ طول امل کا ہو اُس پر گذار
غرض آیا چھپ کر کے طول امل
کہ تا عقل کو زہر دے بر ملا
طرف پیر کے پھر گیا عزم کر
عدو کا نہ اُس پر بھی قابو چلا

تو جاسوس دیں نے سنا بر ملا
کہ یہ آپ کا جو وزیر عقل ہے
عدو کے نہ پھنس جا کہیں جال میں
نہ زہر کے زہر اُن کو مارے کہیں
کہ طول امل نام ہے اُس سے ڈر
ہے دشمن وزیر اور دیوان کا
تو اس بات کی فکر میں وہ لگا
تھا جس جس کا سلطان کو اعتماد
وزیر خرد اور دیوان کی
کیا حکم تا چار شخص پاسباں
اور ہو دوسرا یادِ مرگ اے جواں
ہے جو تختی رہے یادِ روزِ قیام
رہیں یاد جس کی یہ شام و سحر
رہیں جو کہ یہ چار جس کے حضور
کہ نا ڈالے اندر خرد کے خلل
جو چاروں طرف تھے نگہبان چار
کہ تا لے حسد سے کچھ اس کی خبر
وہی پاسباں چار اُس کو لگا

ہیں جاسوس دیں مفتیان یقین
اسے تیرے ہر کام میں دخل ہے
وزیر اور دیوان تن کو مگر
پھر اُس وقت لیں اک کو نیرے چھین
ہے کار اُس کا پوشیدہ دشمن کشی
نگہبان رہو تم اُن سے سدا
کہ اب کوئی تدبیر کرتی ضرور
بلا کر کہا اُس کو اے خوش نہاد
رہو عقل اور پیر کے ساتھ تم
نگہبان رہیں عقل کے ہر زماں
رہے تیرا یارِ تنگیِ گور
یہی چار کافی ہیں در انتظام
یہ چاروں رہیں جس کی ہمراہ یار
رہے اس سے طولِ امل دور دور
بہت گرد راہ حسد سے پھرا
عدو کا نہ اس پر ہوا کچھ گذار
ولیکن جو وہ عقل کے پاس تھا
عدووں سے رکھتے تھے شام و پگاہ

نا امید ہو کے پھرنا طول امل سنگھ کا اور بھیجنا نفس کا حسد سنگھ اور بخل سنگھ اور ریا سنگھ اور عجیب سنگھ کو واسطے لڑائی وزیر عقل اور دیوان پیر کے

غرض نا امید ہو کے طول امل
گیا پاس شیطان کے بے خلل
کہا گرچہ میں خوب کوشش کرا

چھری میری لیکن نہ خون میں بھری
ہیں کیں گرچہ چھپ چھپ کے تدبیر دس
کہ تھے ہر گھڑی پاسباں اُن کے تھے
میں کرنا تھا جو کچھ کہ سب کر چلا
تو تدبیر سے اپنی چاہے جو کر
جو یہ بات شیطان سنگھ نے سُنی
یہ دی نفس کو جا صلاح تباہ
جو اسی جنگ میں کچھ ہوئی اب کے ڈھیل
بجد پھر چاہے دوڑائے ہم کو زبوں
یہ سن کر خبر نفس رونے لگا
بلائے مددگار اپنے تمام
اکٹھے ہوں میدان میں اہل حرب
ریا سنگھ اور عجب خاں پہلوان
ہوا حکم سب کو کہ اے جنگجو
بتو چست و کاہل نہ پائے رہو
حسد بخل قائم کیے اک طرف
رہے اس سے باقی تو اُس کو کہو

کیے سیکڑوں حیلے اور داؤ میں
ولے میراں پر چلا کچھ نہ بس
نہیں ہار سکتے انھیں چھپ کے پر
ولے میرا بس کچھ نہ اُن پر چلا
جمع کر کے سب فوج و لشکر سپاہ
گیا ہاتھ ملتا طرف نفس کی
کہ ہے رنج اور جان بازی کے اب
مجھے اور تجھے شہ کرے یوں ذلیل
رہے ملک تن میں وہ نت کامراں
غم دل کو اشکوں سے دھونے لگا
کہا ذلت ہم کو گوارا نہیں
لڑائی کا ساماں ہو جمع سب
غرور اور طمع اور فضولِ کلام
لڑائی میں شیطان کے ساتھ رہو
ذکل کر کے شیطاں وزیر عدو
ریا کو کہا کر عمل کو تلف
رہے روح کے جب نہ حسنِ عمل

نہ آیا مرے کوئی پر داؤ میں
نہ اُن دو سے آیا مرے ایک ہاتھ
تو میدان میں چل کے اُن کی خبر
نہ رکھ مجھ سے امید کچھ اب مگر
کرو جا کے روح و خرد کو تباہ
حسد سے تھا پردہ وزیر سیاہ
ہماری بھلا جاں بری ہووے کب
گلے میں رسن ڈال کتنے کی جوں
مرا اور ترا کچھ نہ ہوئے نشاں
کیا نفس باغی نے پھر انتظام
لڑائی بغیر اب تو چارہ نہیں
حسد سنگھ اور بخل سنگھ کبر خاں
ہوئے جمع میداں میں آ کر تمام
لڑائی کو تیار سارے رہو
ہوا آ کے میدان میں جنگ جو
کہا عجب کو مستعد یاں رہو
تو پھر آگ میں اس کے ڈالو خلل

یہی چارا میرا اب کریں جا کے جنگ ۔ خرد پر ہر اک سو سے برسادیں سنگ

آگاہی پانی وزیر عقل کی اس واقعہ سے اور بھیجنا امیر سخاوت کو مقابلہ میں بخل کے اور نصیحت اولیاء کو حسد کے اور صدق و اخلاص کو ریا کے اور خوف و رجاء خدا کو عجب کے اور فتح ہونی اُن کی

وزیرِ خرد نے سُنی یہ خبر
کہ چپ بیٹھ رہنا نہ اچھا ہے اب
جمع ہو کے سب دشمنانِ دغل

لگے ڈال نے مالک جاں ہیں خطا
امیروں سے اپنے کیئے انتخاب
بخل سنگھ کی لے تو خبر اس زماں
نصیحت کہ ہے خصلت اولیا
اور ہو خان و مال سب حسد سے خراب
رہا ہے تو ہو خوار اور مستمند
کرے جا کے خوف و رجائے الٰہ
اگر ہو وے خوف خدائی تجھے
جو طاعت کرے تو تو ہے لطف رب
تو کیوں عجب پر پھر مرتا ہے تو
ہے لازم یہ شکر عبادت تجھے
غرض آکے چاروں ہوئے گرم جنگ
ندی نالے خوں کے بہانے لگے
ہوئی گرمی جنگ یہ کیا کہوں
کہ ہر جا پہ کشتوں کے پشتہ ہوئے
جو اک لشکر دیں نے حملہ کیا
لگی کفر کی فوج سب بھاگنے
لڑے ایسے میدان میں پاؤں گاڑ
نہ لے گا کبھی پھر لڑائی کا نام

غرض سوچ کر اس نے بالا ہتمام
بھی چار سردار والا جناب
سخاوت سے ہو تو حبیب خدا
حسد سنگھ پر اس کو قائم کیا
ریا سنگھ مردود کے قتل کو
کرے صدق و اخلاص درجہ بلند
اگر تیر حق سے تو ڈرتا رہے
تو پھر کیوں ہو اپنی بڑائی تجھے
خدا کی عنایت ہے تجھ پر میاں
عبادت پہ کیا ناز کرتا ہے تو
نہ کر کارِ حق کو قیاس آپ پر
چلے دونوں جانب سے تیر و تفنگ
شجاعانِ دین جب ہوئے جنگجو
لگا بہنے ہر طرف دریائے خوں
غرض غالب آیا وزیر خرد
گئے بھاگ یک لخت بغض و ریا
کیا جب کہ مردانِ دیں نے ہجوم
دیا کفر و بدعت کو جڑ سے اکھاڑ
جو دیکھا یہ شیطان ملعوں نے حال

کیا جمع لشکر کو اپنے تمام
امیر سخا کو کہا اے جواں
اور ہو بخل سے رنج میں مبتلا
نصیحت سے سرداروں کی ہو فتحیاب
جواں صدق اخلاص تیار ہو
کیا حکم تا عجب سنگھ کو تباہ
تو پھر عجز کا کار کرتا رہے
سمجھ لے کہ حق سے ہیں یہ کام سب
جو دی نیک توفیق تجھ کو یہاں
خدا نے دی توفیقِ طاعت تجھے
خدا کی طرف سے ہے سب خیر و شر
شجاعت کو اپنی دکھانے لگے
پڑی نفس کی فوج میں ہائے ہو
یہاں تک تو لڑ لڑ کے کشتہ ہوئے
ہوئے دونوں مغلوب بغض و حسد
کیا زور جب لشکر پاک نے
گیا بھاگ سب لشکرِ نفس شوم
شکست ایسی دشمن نے پائی تمام
لگا اس کی چھاتی پہ تیر ملال

چھپائی گو اس نے بہت یہ خبر + ولے شہرہ اس کا ہوا در بدر

خبر ہوتی نفس کو اس شکست کی اور بھیجنا ہر اوّل طمع کو اور حب جاہ اور حب دنیا اور فضول کلام کو واسطے لڑائی وزیر عقل کے

پھر آخر کو جب نفس نے یہ سنا　　تو سن کر کے حسرت سے سر کو دھنا　　کہا لاؤ دستور بے نور کو

کہ تا دوں سزا خوب اس زرر کو
کیا کار کیا تو نے اے روسیاہ
ہمیشہ رہی تیری تدبیر سست
تجھے چھوڑ اُس کی اطاعت کروں
کہ جس کی اطاعت سے ہے فتحیاب
مرے پاس حاضر ہیں سردار اور
مرے تیرے وہ سب مددگار ہیں
شجاعت کو اپنی دکھاؤں تجھے
ترے آگے لاؤں پکڑ ان کو عام
کہ لڑ کر کے اے نفس والا حسب
کرے تا خرد روح پر عرصہ تنگ
کہ کر سارے لشکر کے آگے جدال
طمع سے پڑے جال ہیں ہر طرف مور
طرف داہنے ہو لشکر حب جاہ
ادھر بھر چاہئے سپا ادھر دوڑ کے

غضب سے کہا شہ نے اے خود پرست
کیا فوج ساری کو تو نے تباہ
اگر ہے یہ سستی اے سست رائے
ہیں اب تک ہم میں اس کے ہر دم زبوں
یہ سن بولا شیطاں وزیر لعین
بہت ان کو آتے ہیں لڑنے کے طور
نہ کھا غم نہ ہو جا کے اس کا مطیع
اب اس رنج و غم سے چھڑاؤں تجھے
زمیں چوم کر الغرض عرض کی
ہیں دو عقل اور روح کو جا ادب
ہراول طمع کو بلا کر کہا
طمع کا غبار ان کی آنکھوں میں ڈال
کیا پیچھے نام غرور لعین
اور ہو حب دنیا کی بائیں سپاہ
جدھر دیکھے لشکر کی ہوتی شکست

کیا تو نے کیا جو ہوئی یہ شکست
نہ تجھ سے ہوا کام کوئی درست
ہیں جا کر پڑوں روح کے زیر پائے
شہ روح سے شاہ والا جناب
ہیں لڑنے اے شاہ عاجز نہیں
شجاع اور سپہدار خونخوار ہیں
کروں لا کے اُس کو ہی تیرا مطیع
کروں لشکر عقل و روح کو تمام
عدو پر مجھے حکم ہو اس گھڑی
غرض پھر آیا بمیدان جنگ
سواروں کو اپنے تو جا جلد لا
طمع کرتی ہے عقل مندوں کو کور
کہ دشمن ادھر سے نہ آجا کہیں
فضول کلام اب مدد کو رہے
اُدھر جلد جا دے وہیں کر کے جست

غرض اس طرح سے کیا بندوبست ٭ شہ روح کو تا کہ دیوے شکست

بھیجنا وزیر عقل کا امیر توکل کو مقابلہ طمع کے اور خضوع کو واسطے غرور کے اور زہد و تقویٰ کو حب دنیا کے اور علم فنا کو واسطے جاہ کے اور خموشی کو واسطے فضول کلام کے

وزیر خرد سن کے یہ بے ہراس
عدو نے سپہدار بھیجے ہیں سب
کہ جو جو تھے اس کے چھٹے پہلوان
کہو جلد تر اب ہے تاخیر کیا
کہ لو لشکر خاص سے چھانٹ اب

گیا مصلحت کو شہ روح کے پاس
شہ نفس نے فوج سے چھانٹ کر
وہ آئے ہیں لیکر کے فوج گراں
بجا لا کے آداب بولا وزیر
شجاع اور جرار اور اہل حرب

کہ جنگ عظیم آیا ہے پیش اب
لڑائی کو بھیجے ہیں سب نامور
کہا شاہ نے اس کی تدبیر کیا
یہ ہے عرض اے شاہ روشن ضمیر
عملدار کردار میں جو مرد ہوں

شجاعت کے احکام میں فرد ہوں
کرو مستعد جنگ کو بے دلیل
امیروں سے اپنے تو کر انتخاب
امیرِ توکل سپہدار کو
کرے دفع پیچھے سے فوج غرور
طرف دہنے جاوے امیر کبیر
کرے جاہ و عزت کو دم میں تمام
امیر خموشی کو قائم کرو
سوا آکے میداں میں پھر اژدحام
امنگ اپنے دل کی مٹانے لگے
لڑائی تھی مردوں کو سیر چمن
قدم پر قدم آگے دھرتے تھے وہ

نکال اپنے لشکر سے تم پہلواں
نہ ہو دفع کرتے ہیں دشمن کی ڈھیل
کہا عقل نے اپنے لشکر سے لو
طمع کے مقابل میں آگے کرو
طرف بائیں جاز ہد و تقویٰ کی فوج
کرے جا کے جو حبِّ جاہ کو اسیر
فضولِ کلام اس طرف ہے اگر
سخن بیہودہ کو کرے قتل جو
لڑائی کی ہونے لگی دھوم دھام
لگے کرنے میداں میں جان کو نثار
گل و غنچہ ہوتے تھے زخم بدن
ہوا حملہ جب لشکرِ دین کا

مقابل کرو ایک کے اک جواں
کہا شاہ نے ہے یہ رائے صواب
ہراول کو جو سخت مضبوط ہو
امیر خضوع کو ہو حکم حضور
کہ ناوے مصاحبِ دنیا کی کھوج
کہ ہے یعنی علم فنا جس کا نام
ہے تدبیر اس کی یہ اس وقت پر
ملے جس جگہ پر فضولِ کلام
جوانان شجاعت دکھانے لگے
سمجھتے تھے زخموں کو باغ و بہار
نہ مرنے سے کچھ اپنے ڈرتے تھے وہ
گیا پاؤں اٹھ فوج پر کین کا

گئی بھاگ فوج عدو اس زماں + لبوں پر ہوئی اس کے دشمن کی جان

بھیجنا نفس کا آخر کار بخشی تکبر کو واسطے جنگ کے اور مقابل ہونا تواضع کا تکبر سے اور فتح پانی اسلام کی اور بھاگنا شیطان کا اور پکڑا جانا نفس کا

شہ نفس یہ دیکھ کر ڈر گیا
سپہ تیغ و زر مال بے انتہا
ہے لازم کہ جا کر اعانت تو کر
کہ فوجِ خرد کو کرے تا کہ زیر
ہوا واقع جس وقت دونوں میں جنگ
تکبر کو لایا تواضع پکڑ
کہا لشکر اسلام یکبارگی
کریں جلسہ جا ہیں پھر ہم انتظام

وہ مرنے سے پہلے گویا مر گیا
کہا اب تو امداد کرنی ضرور
مرے حکم کی اب اطاعت تو کر
ادھر لشکرِ روح سے باسپاہ
تکبر پہ آخر ہوا عرصہ تنگ
خرد نے جو دیکھا کہ کارِ عدو
کرے حملہ جس سے ہو آوارگی
غرض کر کے ہر طرف سے اژدحام

بلا بخشی کبر کو پھر دیا
تو خود جا کہ لشکر میں آیا فتور
تکبر اٹھا جیسے غراتا شیر
امیر تواضع ہوا جنگ خواں
کمند ایک گردن میں ڈال اور جکڑ
ہے مغلوب غالب ہے فوج نکو
کہ تا ہووے آوارہ دشمن تمام
مٹانے لگے نفس و شیطاں کا نام

کیا حملہ ہر طرف سے آن کر
تبر خنجر و نیزۂ و ہم سناں
ہوئے قتل سردار لشکر فرار
سیہ بخت و مکار و غدار کو
شہِ روح کے لا کے آگے کیا
کریں قتل یا قید میں دیجئے
بدی کی بنا کر کے صورت بھلی
چلا جا طریقِ شریعت پہ تو

برسنے لگے اُن پہ تیر و تبر
برسنے لگا مینھ سا چاروں طرف
عزازیل بھی بھاگا ہو بے قرار
گلے پاؤں میں طوق و زنجیر ڈال
کری عرض حاضر ہے یہ بے حیا
بُرائی کا بدلہ بُرائی ہے یار
دکھا دے اگرچہ یہ نفس دنی
یہ مکرِ شیاطین نہ آوے بکار

چھری گرز و شمشیر تیر و کماں
عدو کا لگا ہونے لشکر تلف
پکڑ لائے نفس نبہ کار کو
بنا کر کے اس کا بہت زشت حال
یہ حاضر ہے جو چاہئے کیجئے
نہ کر ظاہر اور باطن اک تو شمار
نہ کر تو خیال اُن پہ اے نیک خو
ہو تو حشر میں آخرش خوار و زار

حکم کرنا سلطانِ روح کا واسطے قتل نفس کے اور چھڑانا وزیر عقل کا نفس کو قتل سے اور زنداں میں رکھنا اس کو

غرض آیا جب نفس پکڑا ہوا
لگا سجدۂ شکر کرنے ادا
ہوا قید نفس اور لشکر تمام
ہوا ملک ایں تن کے فرخندہ فر
وزیرِ خرد کر کے مردوں کا کام
تو یہ شاہ نے حکم اس کو دیا
وجود ایسے مفسد کا از رہ بہاں
کرے گا فساد اور فتنہ بپا
وزیرِ خرد نے بجا کر ادب
خدا عفو کے حکم کو بر ملا
کرو اب معاف اس کی تقصیر کو
رہے حکم کے طوق میں روز چند
جو سرکش ہو گھوڑا بڑا قیمتی

شہِ روح کے پاس جکڑا ہوا
خدا کی طرف سے یہ ساماں ہوا
ہے شکر خدا دی فتح ہم کو عام
ہوا شرع کے حکم کا خوب زور
شہِ روح کے یاں ہوا ایک نام
کہ حاضر ہو جلاد تقوی نفس تاب
فساد اور فتنہ کا ہے گا نشاں
تو پھر ذبح کرتا ہو اس کا بحال
کیا عرض اے شاہ والا حسب
نہیں مارنا اس کا اب خوب ہے
مگر حکم ہو طوق و زنجیر کو
رکھو اپنی خدمت میں اس کو سدا
نہیں مارنا اس کو بہتر کبھی

شہِ روح جا کر کے پیش خدا
کہ یہ دشمنِ بد پشیماں ہوا
وزیرِ خرد نفس کو زیر کر
گیا کفر اور فسق کا شر و شور
غرض نفس کو جب کہ آگے کیا
کرے قتل اس بد کو با صد عذاب
رہا زندہ گر یہ تو پھر وقت پا
ہے بہتر کہ دو چار کریاں سے ٹال
ہے قرآں میں فرما دیا جا بجا
نہ قتل اس کا البتہ اسلوب ہے
ہو زنجیر شرعی میں یہ پائے بند
سفر کے لئے اپنا خادم بنا
مگر گھاس اور دانہ کم اس کو دے

گرنا حکم میرا تیرے اوپر دوم رہے
کرے پہلے اس پر عطا اندر بار
دیا حکم رہنے کا زنداں میں صاف
زبیر جنگ اور بندگی بیگ کی
ہوا اس میں بہ اتفاق ایک روز
نرے حق یہ جو وعدۂ وصل تھا
کہ تیری ہے اس میں سراسر نجات
رہ حق میں ہو چست تو اے غبی
نہ ہو چھوٹنے کی کبھی پھر امید
یہ جب نفس نے جانا اب تو اسیر
وزیرِ خرد سے کہ اے خوش ادا
عزازیل نے مجھ کو پر کھو دیا
وہیں اس نے آ مجھ کو گمرہ کیا
ہوا اب تو سلطان کا میں مطیع
کہ اس صوبہ میں میں رہوں باطرب
جو ہو یہ عنایت تو پھر میں مدام
تو اک جگر بس کروں میں نزول
جو روحِ طبیعی ہو تابع مرے
کروں جا کے واں اپنا میں انتظام
کہا عقل نے تا بکار دروغ
رکھے بادشاہی کی بوا ے کلاغ
بھلا شاہ سے عرض تو کیجیے
یہ سنتے ہی شہ ہو گیا بس خفا
کیا اسو مصیبت سے قید اس کو لا
پکڑ کر قلعہ بھی بغداد کر دے

جو مارے اسے تیر النقصان ہے
تو پھر پشت پر اس کے ہووے سوار
رہا مدت کہ زنجیر پا را میں کر
ہمیشہ رہے قید میں یہ شقی
کہا عقل نے نفس سے اے عمو
گنہ کر کے کیوں دور عقل سے ہوا
تو کر سائنہ ہو کر کے اب شاہ کی
چھڑاؤں تجھے قید سے میں ابھی
شہ روح دے تجھ کو تکلیف سخت
ہوا قید میں روح کے ناگزیر
ہوں روزِ ازل سے میں شہ کا غلام
مرے کام سیدھے کو الٹا کیا
اسے چھوڑ کر اب تو حاضر ہوں میں
دلسکین کروں تجھ کو اپنا شفیع
مجھے ملک سے شاہ کے با فراغ
رہوں شہ کی خدمت میں مثلِ غلام
کہ روحِ طبیعی کا ہے وہ مکان
تو کچھ کام میرا نکلتا رہے
اطاعت کروں اور رہوں اس جگہ
سخن کو نہیں تیرے ہرگز فروغ
کہا نفس نے اے وزیر خرد
جو ہو حکم مجھ کو خبر دیجیے
لگا کہنے یوں شاہ روشن ضمیر
امیری اسے دی ہے پھر اب بھلا
ہے بہتر کہ رکھیں سدا قید ہم

وہ گر حکم میرا نہ مانے جس سے رہے
غرض اس کی تقصیر کر کے معاف
گلے عجز کا طوق ڈالو مگر
رگار رہنے زنداں میں با درد روز
پھر ایا ہے کیوں تو نے جنت سے رو
بس اب تو بہ کر اور شہ کے ساتھ
عبادات و طاعات اللہ کی
وگرنہ ہمیشہ رہے گا تو قید
ہمیشہ رہے تیرا برگشتہ بخت
تو ناچار ہو کر کے کہنے لگا
رہا شاہ کا لطف مجھ پر مدام
جو نیکی کا میں نے ارادہ کیا
مخالف ہوں گر شہ کا کافر ہوا میں
کہ سلطان دے مجھ کو کچھ اک اب
لئے قلعہ ہے نام جس کا دماغ
اگر بہ شہنشہ نہ رکھتے قبول
مجھے حکم رہنے کا ہو وے دہاں
مجھے شاہ ان دو سے دے اک مقام
یہ پیغام جا کر مرا شہ سے کہہ
مفید ہے تسپر بھی اندر دماغ
تجھے اس سے کیا جو کرے رد کر
وزیر خرد نے کیا عرض جا
کدھر ہے نری عقل اب اے وزیر
کہ تا ملک میں جا شرارت کرے
اسے پانی اور دانہ دیں بیش و کم

ضرر زر زن کبھو تو ان سے ہیں خوب کام
جو ہر چاہوں دوڑاؤں میں اسکو سخت
نہ پہ مگر بھی نفس کا جب پلا
قبولا ہوا راہ حج و زکوٰۃ
ولے وقت بے وقت پا کر کے راہ
تو کرتا شرارت کچھ اس وقت پر
کرو نفس کے ساتھ اپنے جہاد
کہیں اُس کو شرع میں اکبر جہاد
ہیں تفصیل اور شرح اس کی تمام
نبیؐ نے کہا اس کو اک حرف میں
یہ جو میں نے تجھ سے بیاں کر دیا
چلا جا ادئے جنت میں تا لے خیال
رہے تیرا دشمن ترے گھات میں
تو رکھ اپنے لشکر کو آراستے
کہ جو شاہ لڑنے میں کاہل ہے ہوشیار
کہ ہے مستعد وہ ترے قتل پر
لیا نفس سے کر حساب ہر گھڑی
خبردار دونوں کے رہ حال سے
جو غفلت میں تیری گئی عمر سب
ڈر اس خوابِ غفلت سے ایجاں شتاب
کرو ہر گھڑی حق تعالیٰ کو یاد
مٹا دل سے تو خوابِ غفلت کا حرف
رہے موت ہر دم تری گھات میں
اسی عالم سے آخر گزرنا تجھے

سفر اور حضر میں رہے پھر غلام
وہ اکثر وقت و ہر دن اور رات ہو
تو ناچار یادِ حق کی کرنے لگا
غرض قیدیوں کی طرح سے سدا
طرف دوسرے اپنی کرتا لگا
اسی واسطے ہے نبیؐ نے کہا
کہ ہے گا جہاد اکبر اس سے مراد
یہاں سے نبیؐ نے رجعنا[1] کہا
بیاں کی ہے کر غور اے نیک نام
کہا میں جو کچھ کر عمل اس پہ تو
نہاں راز کو اب عیاں کر دیا
سدا اپنے دشمن سے ہشیار رہ
تو رہ تو بھی اس کی خرابات میں
رئیسانِ لشکر کی تو رکھ خبر
وہ کب اپنے لشکر سے غافل ہوا
تو ہشیار ہر لحظہ رہنا ضرور
نہیں تو سمجھ تجھ پہ آفت پڑی
جوان در سے تجھ کو نہیں کچھ خبر
ہو دشمن کے اوپر تجھے فتح کب
حساب اس سے ہر آن لیتے رہو
رہو نفس پر کرتے ہر دم جہاد
کسی کو جو پیش دشمن سے ہے کم
تو مشغول اُس کی ہے ہر بات میں
تو غافل ہے پھر کس لیے اے عزیز

مددگار ہو میرا طاعت کے وقت
رہے میری خدمت میں بالراس والعین
لگا کرنے طاعت صوم و صلوٰۃ
وہ کرتا تھا ناچار ذکر خدا
کبھی دل سے آگاہ تھا اُس کا اگر
کہ ہے نفس دشمن تمہارا بڑا
جو ہم نے کہا تھا نفس پر جہاد
بیاں کر دیا اس کا میں ترجما
کری عمر تفصیل ہر حرف میں
کہ تا روزِ محشر میں ہو سرخ رو
کیا کر تو اس پر ہمیشہ عمل
نہ سو خوابِ غفلت میں بیدار رہ
کھڑا ہے عدو جنگ کے واسطے
کہ تا پاوے دشمن کے اوپر ظفر
نہیں اپنے دشمن کی تجھ کو خبر
محاسب ہو اس نفس کا بے قصور
امیروں سے تو نفس اور روح کے
تو اس جنگ میں تو ہے عاجز مقر
یہ بس نفس ہو روح پر فتحیاب
بری پر سزا اس کی دیتے رہو
تو کر یاد میں حق کی ہر سانس حرف
رکھے مستعد فوج کو بیدرنگ
جو ٹھیرا ہے اے یار مرنا تجھے
نہیں تجھ کو اس بات کی کچھ تمیز

[1] حدیث شریف میں ہے رجعنا من الجہاد الاصغر الی جہاد الاکبر ۱۲

پر سب یہ ہوگا ہمارا دم مرنیکے کے وقت
نہ آوے گا کچھ کام اس وقت واں
اسی واسطے ہے نبیؐ نے کہا
تو غافل ہے کیوں اس سے دن رات میں
تو کر قتل نفس تباہ کار کو
نہ غافل ہو اک دم نہ اک آن سست
کہ اک لحظہ مرنے سے غافل نہ ہو
کر اس خار سے ملک کو تن کے صاف

الٰہی الٰہی الٰہی الٰہ
لعین نفس و شیطان مکار نے
مرا ملک جاں خالی ہو غیر سے
ملاقات کا تیری جو بندہ ہوں
ترا حسن اک شہرہ آفاق ہے
شراب محبت کا پیتا ہے جام
سوا تیرے تبلا یہاں کون ہے
طرف اپنے کوچہ کے دے مجھ کو راہ
خصوصاً گنہ مجھ گنہگار کے
رہا خواب غفلت میں میں بے خلل
کرم سے مرے کام آسان کر
تو راضی ہو جس میں وہ لے مجھ سے کام
مرا دل غم عشق سے ریش کر
کر دل سے قرار اور جامہ سے ہوش
مرے دل کو رکھ اپنی جانب رجوع

تجھے اس جہاں سے گزرنیکے وقت
تجھے چار و ناچار مرنا ضرور
جہاد اپنے تو نفس سے کر سدا
مخالف جو ہو یار کی راہ میں
اور اس کے تمامی مددگار کو
بس اک نکتہ پر ختم کی میں کلام
کبھی مکر دنیا پہ مائل نہ ہو
الٰہی بحق نبیؐ پاک ذات
اُٹھا کر اب امداد دست دعا
دعا مانگ حق سے بصد التجا
مری نفس و شیطاں نے ماری ہے راہ
ذرا لشکر عشق کو حکم ہو
ہو آباد جاناں کی نت سیر سے
ترے در سے ہے سب کو عجز و نیاز
ہر اک تیری صورت کا مشتاق ہے
نہ کیوں کر ہوا ہم تیری جانب رجوع
عیاں اول آخر یہاں کون ہے
الٰہی گنہ سب کے اب بخشدے
فقیر اور حقیر اور نیہ کار کے
نہیں نیک عمل کچھ مرے پاس آہ
نظر مجھ پہ رحمت کی ہر آن کر
مئے عشق سے اپنے اک جام دے
یہ درد الم بلبلش سے بلبش کر
رہے دل میں یوں آتش عشق یار
کہ ہے مہر رو تیرا اس میں طلوع

سوا حسرت افسوس کے اے میاں
سفر کے لئے توشہ کرنا ضرور
رہے ہے یہ دشمن تری گھات میں
اُسے ڈالدے قہر کے چاہ میں
لڑائی میں رہ اسکی دن رات چست
بقول محمدؐ علیہ السلام
ہمیشہ تو کر نفس کے برخلاف
تجھے بھی ہو اس نفس بد سے نجات

لیا گھیر اب فوج اغیار نے
کرے قتل گر فوج اغیار کو
الٰہی میں عاجز ترا بندہ ہوں
کرم تیرا ہر اک کا ہے چارہ ساز
ترا ذکر ہر اک کرے صبح و شام
ترا مہر وحدت سے سب پر طلوع
الٰہی الٰہی برائے الٰہ
چھپے یا کھلے سب کے سب بخشدے
کہ مجھ سے ہوا کچھ نہ اچھا عمل
سوا تیرے فضل و کرم کے آلہ
شراب محبت کا دے مجھ کو جام
اسی درد سے مجھ کو آرام دے
کرے عشق آ مجھ میں جوش و خروش
کہ گرمی سے اس کی نہ پاؤں قرار
ہو روشن ترے نور سے شمع جاں

کہ دیکھوں ترا اجمال ہر زماں
نہیں دیکھوں نفس کو اٹھا کر حجاب
بحقِ نبیؐ اور آلِ رسولؐ
بحقِ علیؓ اور عثمانؓ پاک

مجھے اپنی صورت میں یوں محو کر
سوا تیرے آوے نہ کوئی نظر
بحقِ ابوبکر صدیقؓ دیں
رہے محو تجھ میں مری جان پاک
ہزاروں درود اور ہزاروں سلام

رہے مجھ کو اپنی نہ اصلا خبر
الٰہی دعا میری ہو وے قبول
بحقِ عمرؓ شاہِ والا یقین
پڑھیں ان سب پہ امداد تو صبح و شام

خاتمۃ الرسالۃ

بس اب ہو چکا یہ رسالہ تمام
بچے نفس و شیطاں سے وہ بے گماں
غرض جب ہوا یہ رسالہ تمام
کسی مردِ حق نے بصد پر ضیا
سن و سال ہجری خیر الانام

پڑھو اس کو اے دوستو صبح و شام
مرے بھی لئے کیجیو اب دعا
جہادِ اکبر اس کا رکھا میں نے نام
کیا میں نے ہندی ملا کر کچھ اور
تھے بارہ سو اڑسٹھ ہوا جب تمام (۱۲۶۸)
الٰہی تو کر رحم شام و سحر

پڑھے اور کرے جو کہ اس پر عمل
کہ ہوں نفس و شیطاں کے شر میں پھنسا
یہ مضمون تھا فارسی میں لکھا
کہ تا خاص اور عام سمجھیں بغور
مؤلف و کاتب و خواہندہ پر

تمت

مثنوی تحفۃ العشاق

حمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بیحد ہے سزاوار احد
ہیں احد میں محو سب مجد و وجد

حمد اسکو ہے کہ بے شان و نشاں
وحدت اپنی کی ہے کثرت سے عیاں

حمد ہے اسکو کہ در باغ وجود
ہر روش ہر رنگ کی اپنی نمود

حمد ہے اسکو جو ہے موجود یار
اوّل و آخر نہاں و آشکار

حمد عالم میں کرے ہے جس کی تو
سب اسی کو پہنچتی ہے مو بمو

دو جہاں سے آئینہ رخسار جاں
ذرہ ذرہ سے ہے حسن اسکا عیاں

گر کرے اوصاف و تعریف صفات
ہیں حقیقت میں وہ سب اوصاف ذات

موج و کف کو بحر سے دوری ہے کب
اصل کو سایہ سے مہجوری ہے کب

حمد خلقت کی ہے خالق کی ثنا
کیونکہ ہے مخلوق کی اس سے نبا

حمد اس کی کیا کسی کی تاب ہے
مادح و ممدوح وہ خود آپ ہے

ہے یہی توحید و تمجید و ثنا
اپنی ہستی کو کرے اس میں فنا

ہے یہی تنزیہ توصیف غفور
وصف اوصاف خودی کر اپنے دور

ہے یہی تسبیح و تحلیل تمام
محو کر تو دوسرے کا دل سے نام

جتنی موجودات و مخلوقات ہے
سب اسی کی حمد میں ذرات ہے

آسماں شمس و قمر انجم تمام
عشق میں اس کے ہیں سرگرداں مدام

بیخود بیہوش و بے آہ و فغاں
کرتی ہے رو رو کے بس دریا رواں

فرش سے تا عرش موجودات سب
مست والا یعقل ہیں اندر عشق رب

حمد ہے اسکو جو خود موجود ہے
اور سوا اس کے جو ہے نابود ہے

حمد ہے اسکو کہ با چند ہیں و چوں
سب میں ہے اور سب سے بیچون و چگوں

حمد ہے اسکو کہ با صد زیب و فر
ہر زماں ہر شان میں ہے جلوہ گر

ہے وہ بے علت سزاوار ثنا
علت و معلول ہیں اسمیں فنا

کیونکہ عالم میں نہیں ہے غیر یار
حامد و محمود ہے آپ آشکار

نقش کی گر حمد تونے فاش کی
در حقیقت حمد ہے نقاش کی

ہے صفات ذات اک کب فرق ہے
نور خود خورشید میں بس غرق ہے

یعنی موج اور بحر سا یا در اصل
ایک ہمیں رکھتے نہیں آپس میں فصل

حمد کیا اسکی کرے کوئی بشر
عقل اور اوراک کے جلتے ہیں پر

ہے حقیقت میں یہی بس حمد یار
یاد تو اسکی کرے لیل و نہار

ہے یہی تعظیم و حمد کردگار
رو برو اسکے ہو تو بس خوار و زار

ہے یہی تشریف و تکریم خدا
حکم پر اسکے کرے جان کو فدا

قول پیغمبر ہے لا احصے ثنا
کر سکے پھر اور کون اس کی ثنا

دیکھتا ہے جسکو تو بے گوش و لب
ظاہر و باطن کریں ہیں حمد رب

عشق کی اسکے زمیں پیکر شراب
ہے بڑی بد مست و مدہوش و خراب

ہے زمین و آسماں میں جو کہ شے
عشق میں اسکے ہر اک مدہوش ہے

دیکھ لے ذرات عالم کو تمام
ہیں شراب عشق سے بیخود مدام

اصل ہے سودائے عشق ہے اسکی تمام
سب درختاں جہاں رقصاں مدام

کوہ دشت و بحر و بالا و پست
سب شراب شوق سے اسکے ہیں مست

کیا ملک کیا انس و جن کیا وحش و طیر
عشق نیکی ہے ہر اک کی جیسے سیر

جملہ عالم کیا عقیل و کیا وحوش
ہیں شراب عشق سے سب درد نوش

مست انسان ہے شراب خاص سے
عشق میں دیتا ہے جان اخلاص سے

انبیاء مسرور جام وصل سے
اولیاء مخمور بادہ اصل سے

مست جام عشق سے ہیں عاشقاں
فانی و باقی ہیں اس سے عارفاں

اہل باطن جام وحدت سے ہیں مست
اہل ظاہر درد کثرت سے ہیں مست

مومناں مخمور از جام طہور
کافراں ہیں مست پیکر آب شور

زاہد اسکے جام سے گم کردہ ہوش
رند اور اوباش اسکے درد نوش

صومع و مسجد کنشت و دیر میں
شہر جنگل جا و شر و خیر میں

مومن و ترسا و رند خرد خوار
عاشق اسکے ہیں نہان و آشکار

گو بظاہر ہے ہر اک کا یار اور
پر ہے باطن میں وہی دیکھے جو غور

اس کا جویا ہے ہر اپنے طور پر
ایک سے ہے دوسرا بس بے خبر

ہے جمال حق سے ہر دل آشنا
ہر لقب میں کرتا ہے اسکی ثنا

ہے ہر اک کا ذکر اور تسبیحات اور
ڈھونڈتا ہے اسکو ہر اک اپنے طور

سارے عالم کا وہی معبود ہے
سب کو ہر شے سے وہی مقصود ہے

ہے ہر اک کو مستی دل شوق اور
رکھتی ہے ہوں جان اسکا ذوق اور

رابطہ اسکو ہے سب کی جان سے
بانوا ہر اک ہے اس کے خوان سے

ایک سے اک گھونٹ سے گم کردہ ہوش
کر گیا ہے دوسرا دریا کو نوش

ایک جرعہ سے ہوا بیہوش ایک
کر گیا دریائے کو نوش ایک

الغرض ہر اک باندازِ خمار
بیخود و سرمست ہے جویائے یار

غرق ہیں دریا میں سب جویائے آب
مست ہیں مستی میں اور مانگیں شراب

غرق ہیں پانی میں اور پیاسے ہیں آہ
بیخود و سرمست ہیں اور بادہ خواہ

۳

ہیں عجب بیخود تماشا ہے عجیب
در بدر پھرتے ہیں در گھر میں حبیب

ہر کوئی ہر اسم سے ہے فیضیاب
کوئی آسودہ ہے اور کوئی خراب

مظہر ہادی شہ آگاہ ہے
مظہر اسم مضل گمراہ ہے

گرچاک دریا کی ہیں گو موجیں ضرور
ایک رنگا رنگ ہے ان کا ظہور

ہیں اسی خورشید کے سائے تمام
بر حجر بر شجر بر در بر دیوار و بام

عارضی ہیں چند مدت گو یہاں
ہونگے آخر اصل میں اپنے نہاں

چھوڑ سایہ خور کی ہو جانب رواں
تا کہ ہو سر یقیں تجھ پر عیاں

کر نظر دریا میں موجوں کو گذار
تا کہ ہو معلوم تجھ کو سر یار

جب تلک رکھے نہ دریا میں قدم
مار اس مسئلہ میں تو ہرگز نہ دم

یعنی مت بیجا اس میں قال کر
حال ہو گر تو کشادہ بال کر

دیکھیو تو فرق مراتب پر نظر
تا نہ ہو ایمان میں تیرے ضرر

بس نہ کر امداد تو زیادہ کلام
تا خرابی میں نہ پڑ جا فہم عام

ہوش کر تک ہوش سے بیہوش ہو
اپنی ہستی سے ذرا خاموش ہو

ہٹ ادھر سے اور اٹھا کر ہاتھ تو
کر طلب اس سے اب اسکی ذات تو

مناجات بجناب الٰہی تعالیٰ شانہ

عرض کر اس سے کہ اے جان جہان
بے ترے ہرگز نہیں ہے جانمیں جاں

اے مرے معبود اے میرے الہ
ہے تو ہی مقصود دل بے اشتباہ

اے مرے مطلوب دل مطلوب جاں
اپنے ملنے کا بتا کوئی نشاں

اے مرے محبوب اے میرے حبیب
ہوں غم دوری سے مرنے کے قریب

ہجر سے زیادہ مصیبت کچھ نہیں
اس سے بہتر ہے کہ مر جاؤں کہیں

ہو سر دے تو جان کو راہ وصال
جان لے تجھ بن ہے جان مجھ پہ وبال

کیونکہ جو جان واصل جاناں نہیں
جان ہے جاں ایک جانیں جاں نہیں

کب تلک یا رب رہوں تجھ سے جدا
جلوہ گر ہو مجھ کو کر مجھ سے جدا

یا الٰہی مجھ کو مجھ سے دور کر
تا کہ رہوں تجھ سے تجھ کو اک نظر

دو جہاں سے کچھ نہیں مجھ کو طلب
تجھ سے کرتا ہوں ولے تجھ کو طلب

دونو عالم سے نہ مجھ کو کار ہے
پر تو ہی تجھ سے مجھے درکار ہے

یا الٰہی تو ہے رحمان و رحیم
صاحب جود و کرم فضل عمیم

یا الٰہی تو ہے خلاق جہاں
تو ہے زور آور قوی اور سب حقیر

گرچہ دو عالم سے ہے تو بے نیاز
مستغیث علجزاں ہے تیری ذات

مونس غمخوارگاں ہے تیری ذات
ہے غفور پر گناہاں تیری ذات

ہے مریض لادوا کی تو دوا
بے سہاروں کا سہارا ہے تو ہی

ہے مرے ہر درد کی تو ہی دوا
ہے رفیق شدت غربت تو ہی

مرا مونس بیکسی میں ہے تو ہی
تنگی و سختی میں حامی کار تو

تو ہی خالق تو ہی رازق تو ہی رب
ظاہر و باطن تو ہی ہے دلیل

لیک صد حسرت بایں لطف و عطا
کرتے ہیں مجھ کو گناہوں پر دلیر

ہے یقیں گر عمر بھر عصیاں ہو اب
ہو شب جرم و خطا روز ثواب

ہو طلوع تیرا اگر ماہ نجات
مثل جس دے سب گناہوں کو بہا

لطف و احساں کیا کروں تیرا رقم
کر دیا پاک و لطیف و خوب شکل

گھر میں مومن کے مجھے پیدا کیا
اپنے گھر سے بھی مشرف کر دیا

یعنی دار الکفر سے مجھ کو نکال
پر تری رحمت نے کی غمخوارگی

تھا گناہوں کی نجاست میں بھرا
کر گئے اپنے لطف احساں پر نظر

اپنی رحمت کے پیادے بھیج کر
رکھیو مت محروم اب دیدار سے

لایا گر گلشن میں خارستان سے
پر اسی گلشن سے ہوں گو خار ہوں

ہوں پڑا اگرچہ برا ہوں یا بھلا
پر کدھر جا کیا دو سر بھی در نہیں

گر لگاڑا تو نے اے شاہ جہاں
آستانہ تیرا ہو اور میری جبیں

یوں ہوس ہے اب تو اے پروردگار
ہو تری خواہش سے خواہش یہ مجھے

ہے مجھے شاہی گدائی میں تری
تیرے کوچہ کی ہے سبھی عزت شاہ

عزت و ذلت تمامی شکر و سہو
تیری ناراضی ہے بس ذلت مہ

الغرض پھر پھر کے آخر دربدر
گر گیا سجدے سے اپنے سرفراز

یونہی آنکھوں کو بھی میری جا سر بسر
سر بسر سر میں ہوائے شنوائی ہو

مناجات دیگر

مالک دارین شاہ انس وجاں
تو ہے سلطان دو عالم سب بفقر

لیک بیچاروں کا تو ہے چارہ ساز
دستگیر بیکساں ہے تیری ذات

چارۂ بیچارگاں ہے تیری ذات
ہے پناہ بے پناہاں تیری ذات

ہے ہر اک حاجت کا تو حاجت روا
آسرا بے آسروں کا ہے تو ہی

ہے تو ہی مرہم مرے ہر زخم کا
ہے انیس وحشت فرقت تو ہی

میرا حامی بے کسی میں ہے تو ہی
رنج و غم میں ہے مرا غمخوار تو

دوسرا تجھ بن ہے میرا کوئی کب
الغرض ہر کام کا میرے کفیل

میں کروں ہر دم تری جرم و خطا
پر کروں کیا آہ تیرے حلم و خیر

پیش خورشید کرم ہوں محو سب
گر تری بخشش کا نکلے آفتاب

ظلمت عصیاں ہو نو صالحات
گر ترا دریائے رحمت جوش کہا

کرتا ہے جو جو کہ تو مجھ پر کرم
قطرۂ ناپاک سے مجھ کو بفضل

عقل و علم و نور دیں مجھ کو دیا
پھر کرم پر یہ کرم مجھ پر کیا

لایا بیت اللہ میں بے قیل و قال
گرچہ میں لائق نہ تھا دربار کی

ظاہر و باطن میں سر سے تا بپا
کی نہ میرے جرم و عصیاں پر نظر

کھینچ بلوایا مجھے یاں سر بسر
کر دیا اپنے مشرف دارت

دور مت کیجو اب اس بستان سے
گرچہ میں نالائق دربار ہوں

چھوڑ اس در کو کہاں جاؤں بھلا
منہ مرا اس در کے گر قابل نہیں

پھر بنا میرا ٹھکانا ہے کہاں
اس سے زیادہ اب تمنا کچھ نہیں

یہ ترا کوچہ ہو اور میرا غبار
کچھ نہ دو عالم سے خواہش ہے مجھے

ہے نوا سب بلبنوائی میں تری
خواری و رسوائی و ذلت مری

ہے رضا و نارضا میں تیری محو
تو ہے گر راضی تو ہے عزت مری

اب تو آ رکھا ہے تیرے در پہ سر
مو بمو سر کو مرے اے [illegible] فراز

جلوۂ دیدار سے روشن تو کر
کر مرے کانوں کو اسرار کا گھر

چشم کو گر چشمۂ آب زلال
سبز تا ہو گلشن ذوق وصال
پاک ہر شے سے مرا کردے دماغ
بوئے دلبر سے معطر کر دماغ

محو کر بینی کو اندر بوئے یار
جس سے پہنچوں تا بباغ روئے یار
پُر مئے وحدت سے اب کر لب بلب
محو ہوں جس سے خیال غیر سب

دو جہاں سے کرکے مجھ کو بے نیاز
دولت دیدار سے اپنے نواز
غفلت و سستی و ظلمت کرکے دور
کر عطا چستی و چالاکی و نور

دور کر کبر و ریا عجب غرور
بخش عجز و مسکنت اخلاص نور
بخش گنج فقر و درویشی مجھے
سکر و مستی محو بے ہوشی مجھے

دے شراب نسبتی کا مجھ کو جام
لوح دل سے محو کر ہستی کا نام
دھو مرے دل سے دوئی کا حرف نام
تا تمیز ما و تو اٹھ جا تمام

اے دعا گو ختم کرکے یہ دعا
ہو رجوع اب جانب خیر الوریٰ
کر وسیلہ اسکو اے امداد تو
وصل سے حق کے ہو تا دلشاد تو

گر تو طالب ہے وصول اللہ کا
چل پکڑ دامن رسولؐ اللہ کا
ہو کہ اے امداد اللہ کا وصال
بے وسیلہ اسکے جا ہے یہ محال

ختم کرکے یہ مناجات نکو
کر وسیلہ ذات پیغمبرؐ کو تو

حامد و محمود حمد و مدح خدا
احمد مرسل محمد مصطفیٰؐ

نعت شریف پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

زینت تاج رسالت ہے وہ ذات
رونق تخت نبوت ہے وہ ذات
ہے وہ آئینہ جمال ذوالجلال
محرم خلوت سرائے لایزال

بے وسیلوں کا وسیلہ ہے وہی
بلکہ ساروں کا وسیلہ ہے وہی
مہرباں مثل پدر سب پر میاں
روز محشر شافع خورد و کلاں

عزت شاہی و فخر سروری
شان بخشش مسند پیغمبری
بہتری کے ملک کا بہتر ہے تو
بہتری کے بحر کا گوہر ہے تو

ہے امین فخر افلاک وہ
تاجدار کشور لولاک وہ
روشنی عرش نور لامکاں
شمع بزم عالم کون و مکاں

رونق گلزار محبوبی ہے وہ
عشق کے بازار کی خوبی ہے وہ
شہ سوار عرصۂ چرخ و سما
بار خوش پرواز معراج و علا

راحت و روح روان کائنات
زندگانی پرور جان حیات
باعث ایجاد عالم ہے تو ہی
موجب بنیاد آدم ہے تو ہی

گر نہ ہوتا پیدا وہ شاہ نکو
پیدا نہ ہوتا وہ نہ ہوتا میں نہ تو
ہے وہ سرمایہ وجود کائنات
دونوں عالم سے ہے مقصود اسکی ذات

ہے وہ بیشک بالیقیں نخل وجود
اول و آخر وہی اصل وجود
ہے یہ سب اسکے لئے اے نیک بخت
واسطے جسکے ہی بوتے ہیں درخت

گر ہوا آخر ہیں وہ شاہ جلیل
پر ہے ظاہر اس کے سبقت کی دلیل
گو ہے پیچھے انبیاء کے ظاہرا
پر حقیقت میں ہے سبکا پیشوا

گرچہ آخر ہے ثمر اول شجر
کب شجر ہوتا نہ ہوتا گر ثمر
جب ثمر سے یہ شجر ظاہر ہوا
پس ثمر ہی اول و آخر ہوا

کیا کمال میوہ میں نقصان ہے
جو وہ اول سابق بستان ہے
میوہ کو سبقت ہوئی جب باغ پر
ہے وہ اول وہ ہی آخر سربسر

بس سمجھ لے اس سے تو اے ذو فنوں
رمز نحن الآخرون السابقون
ہے وہی شاہنشہ الناس اسکے خیل
ہے وہی مقصود کل باقی طفیل

پڑھ تو امداد اسپہ صلوٰۃ و سلام
آل اور اصحاب پر اسکے تمام

در مدح چار یار کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

چار یار اس کے ہیں چاروں خاص حق
ساری امت پر وہ رکھتے ہیں سبق

ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ
دوست پیغمبر کے اور حق کے ولی
چاروں پیغمبر کے ہیں برحق وزیر
ملک اسلام انسے ہے رونق پذیر

زیب ایوان شریعت ہیں یہ چار
رونق باغ طریقت ہیں یہ چار
ہیں یہ ملک معرفت کے شہریار
ہیں حقیقت کے چمن کی یہ بہار

قلعہ دیں کی ہیں یہ دیوار چار
ملت حق کی ہیں یہ انہار چار

ہیں طریق حق کے چاروں رہنموں
ہیں یہ ایوان خلافت کے ستوں

ہے یہ ملک اسلام کی سرحد چہار
جو ہو باہر انسے ہے مردود خوار

بحر وحدت میں ہیں چاروں غوطہ زن
ہے حقیقت ایک ظاہر چار تن

جو کہ دو سمجھے انہیں احول ہے وہ
دو جہانمیں بے شبہ بیکل ہے وہ

جو کوئی انسے ہوا بد اعتقاد
ہے وہ دو عالم میں بیشک نامراد

در مدح اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین

جو ہیں اہل بیت اور آل رسول
گلشن دیں کے ہیں سب مقبول پھول

ہے ہر اک ان سبکا بیشک و یقین
مغز ملت جان ایماں روح دیں

جسقدر ہو انسے الفت میں کمی
اس قدر ہے دین ملت میں کمی

ایک کا بھی انسے جو بدخواہ ہو
راہ حق سے بے شبہ گمراہ ہو

جتنے ہیں اصحاب پیغمبر تمام
ہے ہر اک انجم ہدایت والسلام

اک صحابی سے بھی گر ہو سوء ظن
ہے وہ بیشک لائق گردن زدن

بھیج تو ان سب پر صلوٰت و سلام
ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم صبح و شام

دربیان باعث نظم و تصنیف این مثنوی مسمیٰ بہ تحفۃ العشاق و مدح عشق و قدح عقل جزوے

ہو گیا اے دوستو یوں اتفاق
باعث تحریر نظم پر مذاق

رہتا تھا مسجد میں اپنے متصل
مجمع علماء و صلحا اہل دل

ایکدن پڑھتا تھا میں نفحات انس
لے رہے تھے حق سے سب نفحات انس

جوش پر تھا بحر علم عارفاں
ہو رہے تھے گوہر معنی عیاں

حاضرین کے دلمیں وہاں لے شاخ حق
کھل رہا تھا گلشن عرفان حق

اولیا کا حال سن مسرور تھے
ماسوائے محو غرق نور تھے

رفتہ رفتہ حضیتہ تحفہ کا ذکر
آگیا اس عاشق خستہ کا ذکر

سن کے ان کی شان و شوکت جاہ عشق
ہمت مردانہ اندر راہ عشق

بول اٹھا ہر اک بصد ذوق سرور
ہے یہ قصہ نظم کے لائق ضرور

خاص کر قطب زماں شاہ وفا
آفتاب معرفت بحر صفا

کامل اکمل ولی بے بدل
عاشق ذات خدائے لم یزل

صاحب ارشاد و تلقین سبق
عاشق صادق شہید راہ حق

برگزیدہ دو جہاں مقبول رب
مشرب چشتی و فاروقی نسب

یعنی شیخ حافظ محمد ضامن آپ
مجھکو فرمانے لگے کرکے خطاب

نظم کر اس قصہ پر درد کو
گرم کر اک بار ہر دل سرد کو

مثنویاں ہیں مجازی عشق میں
پر بہت کم ہیں حقیقی عشق میں

قصہ تحفہ اگر منظوم ہو
رتبہ عشاق حق معلوم ہو

ریختہ میں نظم کر اسکو تمام
تا کہ سمجھیں اسکو سارے خاص عام

جان لے تا ہر کوئی بے قیل و قال
عاشقان حق کا یہ ہوتا ہے حال

دعوی جو کرتے ہیں جھوٹا عشق کا
ہوش میں ہوں سنکے رتبہ عشق کا

تا بنیں گفتار عشق حق سے گرم
ہو کے بس دل سنگ ہو جیوں موم نرم

عاشقان صادق بھی سنکر جاہ عشق
چاق اور چوبند ہو اندر راہ عشق

جان لیں تا عشق کی سب رسم و راہ
چاہنے کو اپنے کرتا ہے تباہ

عاشقاں رہتے ہیں سر ہتھیلی پہ دھر
ہے یہ راہ عشق نے نانی کا گھر

عشق ہے جاں اک بلائے جانگداز
ہے ازل سے دوست کش دشمن نواز

عشق کا سب سے الگ ہے رنگ اور ڈھنگ
ہے ازل سے عقل میں اور اسمیں جنگ

عقل چاہے ہے کہ ہو عیش و فراغ
عشق ہے چا رنج و غم سینہ پہ داغ

عقل چاہے ہے عزت جاہ جلال
عشق ذلت خواری درد و ملال

عقل چاہے ہے عیش و ملک و سلطنت
عشق عجز و فقر و فاقہ تمکنت

عقل چاہے ہے عیش و عشرت خرمی
عشق درد کلفت و رنج و غمی

عقل چاہے ہے کہ ہو شیر و شکر
عشق کہتا ہے کہ کھا خون جگر

عقل چاہے ہے قباؤ پیرہن
عشق کر دیتا ہے سامان کفن

عقل کہتی ہے کہ چل بازار میں
عشق لیجا جنگل و کہسار میں

عقل لیجا گلشن و گلزار میں
ڈالتا ہے عشق جلتی نار میں

عقل میں اور عشق میں رہتی ہے لاگ
عشق جب آیا تو جائے عقل بھاگ

عشق کیا ہے درد و غم کی کان ہے
غیر دلبر کا عدوئے جان ہے

نار کو گلزار کر دیتا ہے عشق
دار کو دلدار کر دیتا ہے عشق

درد میں اس کے دوا ہے سر بسر
مرض میں اسکے شفا ہے سر بسر

رنج میں اس کے ہے گنج بیکراں
مرگ ہے اس کی حیات جاوداں

اس کی ویرانی کو آبادی سمجھ
خار کو گل غم کو تو شادی سمجھ

عشق کی ذلت کو تو عزت سمجھ
خواری و زاری کو حرمت سمجھ

قہر صورت رحمت پنہاں ہے عشق
اور طبیب درد بیدرماں ہے عشق

عقل کہتی ہے کہ چل گلزار میں
عشق لیجاتا ہے کوئے یار میں

عقل کہتی ہے کہ کر عیش و طرب
عشق کہتا ہے کہ سہہ رنج و تعب

عقل چاہے ہے دولت مسروریاں
عشق چاہے ہے سو بلاؤ خواریاں

عقل چاہے ہے حیا و نام و ننگ
عشق کو ننگ سے ہمیشہ سے ہے جنگ

ہو گیا حضرت عشق کا جس دم ظہور
عقل سر سے جائے اور دل سے سرور

کیا کہوں ہیں عشق کی نیرنگیاں
رنج میں راحت کو کرتا ہے عیاں

خاک میں جسکو ملا دیتا ہے عشق
تخت شاہی پر بٹھا دیتا ہے عشق

مارنا اس کا جلا دیتا ہے جاں
توڑنا اس کا ملا دیتا ہے جاں

عشق کے برعکس ہیں سب کاروبار
نار کو اسکے سمجھ تو سو بہار

کلفت و تکلیف کو راحت تو جان
فقر اور فاقہ کو سود دولت تو مان

عشق کی تعریف ہو کس سے بیاں
ہے ستم میں اسکے سو شفقت جہاں

اوّل آخر ظاہر و پنہاں ہے عشق
دونوں عالم جسم ہیں اور جاں ہے عشق

رجوع بقصہ

ہے بیان عشق تو بس بے بدل
اب کرو ارشاد حافظ پر عمل

انکے فرمانیکو ہیں تنے بے عذر
رکھ لیا سر پر سعادت جان کر

گرچہ مجکو شعر گوئی میں نہ تھا
دخل کچھ ہر حکم کو لایا بجا

لیکے ان کے گوہر ارشاد کو
حفظ دل میں لیا رکھ شاد ہو

پر نہ دیتا تھا مجھے فرصت زماں
تا لکھوں اس نظم کو باشوق جاں

ہو گئے پس حضرت حافظ شہید
شام غم ہم کو ہوا اور روز عید

خوش نہ آئی اس جہاں کی رنگ و بو
چل دئے بس جنت الفردوس کو

وہ تو واں جام شہادت پی رہے
زہر غم کھانیکو یاں ہم جی رہے

نازنعمت میں ہیں وہ مشغول واں
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں ہم یہاں

آپ تو جا کر گیا جنت میں گھر
کر دیا سر گشتہ ہم کو در بدر

آپ تو ہے رنج و غم منزل عروس
جا کیا تخت شہادت پر جلوس

عیش و عشرت میں ہوئے مشغول یوں
ایک لخت ہم کو گئے بس بھول یوں

دعوہ حب و قرابت کر گیا
خواجہ تاشانی کا بھی کیا حق نہ تھا

نے کہ حکم بادشاہ بحر و بر
توڑنا موتی کا ہے آسان تر

حکم پر اس شاہ کے تعمیل ہو
وقت فرصت دیکھتا تھا یہ کہ جو

ہو گیا کچھ اور ہی عالم کا ڈھنگ
لایا اتنے میں زمانہ اور رنگ

جان جاناں پہ فدا کی بیدرنگ
فرقت جاناں سے بس ہو کے تنگ

سوئے حق راہی ہوئے منہ موڑ کر
ہم بیچاروں کو تڑپتا چھوڑ کر

پیتے ہیں حسرت سے ہم خون جگر
وصل سے حق کے ہوئے وہ بہرہ ور

چاہتے ہیں پیاس سے ہم اپنے لب
جام کوثر سے ہوئے وہ لب بلب

مایۂ رنج والم یاں دے گئے
آپ تو راحت کے ساماں لے گئے

رکھ دیا سر پر ہمارے کوہ غم
لے لیا عیش و طرب اور ناز و نعم

حق الفت اور قرابت سب گیا
عیش میں ہم کو دیا بالکل بھلا

ساتھ اپنے لے گئے ہم کو نہ کیوں
بجز ہم سے اگر رہنا تھا یوں

گر چہ ہم لائق نہ تھے درگاہ کے کفش برداری میں رہتے شاہ کے شاہ کو زیبا ہے کب خدام دوں گو بہت خادم نہیں تھوڑے سہی

دربیان محرومی وندامت برحال خود حسرت مفارقت بزرگان و یاران طریقت واظہار غم جدائی ایشاں

آہ واویلا دریغا حسرتا
ساتھ والے چلدیئے ہیں رہ گیا

ساتھ کا اپنے ہر اک واصل ہوا
مدعا دل کا اسے حاصل ہوا
پہنچا ہر اک منزل مقصود پر
رہ گیا میں ہی پڑا بس دور تر

صاف تھے جو چلدیئے صاف اور پاک
مثل تلچھٹ رہ گیا میں زیر خاک
جو کہ نوری تھے گئے افلاک پر
رہ گیا سایہ کہ جو تھیں خاک پر

بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا
بوم ویرانہ میں ٹھکراتا رہا
گھر کیا قمری نے شاخ سرو پر
جھاڑ میں لٹکی ہے چمگادڑ ادھر

گھر کیا طوطی نے شکرستان میں
زاغ نوحہ گر ہے خارستان میں
ماہی حق نے تو لی دریا کی راہ
موش سوراخ زمیں میں ہے تباہ

شیر حق کا ہوئے عرفاں شکار
سگ ہے بہر استخواں کوچو میں خوار
جاملا دریا سے آب سیل بار
رہ گئے مٹی کے اندر سنگ و خار

نرگس و ریحاں کو جا آہو چرے
اور شتریاں خار بن چرتے رہے
دست شہ پر جاملا شہباز پر
کھول پر کرگس پڑا مردار پر

مرغ آبی نے کیا دریا میں گھر
مرغ خاکی لوٹتا ہے خاک پر
پر تھے جن کے ہوئے بستاں اڑ گئے
مرغ بے پر لقمہ گربہ ہوئے

مرد باہمت ہوئے شہ پر نثار
ہم سے دوں ہیں نفس کے ہاتھوں میں خوار
حیف ہے صد حیف یاران طریق
جا ہوئے دریائے مطلب میں غریق

۸ گوہر مطلوب ہر اک نے لیا
غوطہ خور ہیں بحر حرماں میں رہا
آہ صد افسوس حسرت آہ آہ
جا کہوں کس سے مصیبت آہ آہ ۸

غم کا اپنے کون ہے غمخوار آہ
حال دل جس سے کروں اظہار آہ
جو کہ تھے غمخوار اپنے چل گئے
زیر پائے رنج ہم کو مل گئے

ہو گئے وہ محو نعمت اسقدر
خواب میں بھی تو کم آتے ہیں نظر
دور ساغر وصل کے چلتے ہیں واں
آتش فرقت میں جلتے ہیں یاں

آہ واویلا کوئی ہمدم نہیں
جو سنے میری مصیبت کے تئیں
نے مرا ہمدم نہ کوئی غمگسار
غم مرا غمخوار ہے میں غم کا یار

مقدمہ شروع داستان حضرت بی بی تحفہ مغفرلہا قدس سرہا

دل کی دل میں رکھ کے چپ رہتا ہوں میں
قصہ مرا تحفہ کو اب کہتا ہوں میں

بعد مدت کے اب آئی المراد
حضرت حافظ کی وصیت مجھ کو یاد

حسب ارشاد ان کے میں لیکر قلم
قصہ تحفہ کروں یارو رقم

عشق کی باتیں سناتا ہوں تمہیں
گمرہی سے راہ پر لاتا ہوں تمہیں
راہ اس رہ سے کوئی بہتر نہ ہو
حق سے ملنے کا سمجھ اسے راہ جو

گر نہ عاشق ہے تو سن عاشق کا ذکر
دور کر کے ماسوا کا اس سے فکر
عاشقوں کا ذکر کرتا ہے اثر
گرچہ پتھر سے بھی ہو دل سخت تر

عشق کی باتوں میں ہے وہ زور فن
مردہ دل زندہ ہوا اندر کور تن
ہے وہ سیراب عشق کی باتوں کا باغ
خشک مغزوں کا ہو تر جس سے دماغ

ہوش سے بیہوش ہو کر ہوش کر
گوش سے بیگوش ہو کر گوش کر
سب طرف سے بند کر کے کھول کان
جمع کر کے رکھ مری باتوں پہ دھیان

تا مزا دیویں مری باتیں تجھے
عشق کی معلوم ہوں گھاتیں تجھے
تجھ کو بھی آجائے شاید بوئے عشق
کھینچ لیجا تجھکو بو تا کوئے عشق

دیوے وہ پہنچا شہر الفت میں تجھے
غرق کر دے بحر وحدت میں تجھے
دیکھنے ہی سے نہیں ہوتا ہے عشق
سننے سے بھی تخم خود بوتا ہے عشق

ہیں بہت عاشق کہ بے دیکھے جمال
سنکے پائی عشق سے بس گوشمال

بلکہ کامل عشق ہے عشق شنید
ناقص و بے اعتبار ہے عشق دید

کیونکہ ہو عشق خبر دل سے حصول
عشق صورت کا ہے دیدہ سے نزول

دید تابع دل کے ہے نے دل تبع
یومنون بالعین ہے مغرور خلق

حسن محبوبانہ عالم سر بسر
عاشق ناقص نے دی جاں عکس پر

دید تھا اسکو نہ دل ہوا جو دل
عکس پر جو اصل سے مائل ہے وہ

اس سے زیادہ چاہئے تفصیل گر
کھول دل کی آنکھ سر کی بند کر

کس نے دیکھا ہے خدا کو آشکار
تا کریں اوصاف حق تمیز عیاں

تا گل اوصاف حق عاشق سنے
خالق و رزاق و رب العالمین

راحم و رحمان رحیم و بردبار
غالب و قہار غفار الذنوب

عاشق و معشوق محبوب جہاں
ظاہر و باطن وہی معبود کل

ہے وہ اول بے بدایت اسکی ذات
ہے وہ باطن سخت و ظاہر آشکار

۹ ہے ازل سے تا ابد وہ ایک سا
جلوہ گر لاکھوں طرح ہر آن میں ۹

ہے منور باکمال و باجمال
بیچگوں بیکیف روشن چارسو

لا و ہو دو نو نفی اثبات ہیں
لا و کو کر تو ورد دل سدا

تاکہ بخشد لا و ہو قوت ترا
ترک جب لا کو کرے تب تو ملے

کیوں تباہ ہوتا ہے اندر آب و گل
وصف حق کرتے چلے آئے سبھی

بعد پیغمبر کے آل اصحاب سب
جس میں تصنیف ہو گئیں صد ہا کتاب

سب میں تیری عشق بازی کے مزے
عشق کی راہ میں کرے حاصل کمال

ایک صد افسوس حسرت بے حساب
اور نہ سن سکتا ہے کانو سے خبر

پھنس گیا دلدل میں تو غفلت کے ہاتھ
پھر نکل دلدل سے اپنی راہ لے

کر تو پیدا دل میں اپنے درد عشق
بعدازاں سن یہ حکایت دردناک

گوش دل سے یعنی سری سقطی سے نقل
جسکے سننے سے تجھے آوے کچھ عقل

نقل اپنی کرتے ہیں حضرت سری
ایک شب کی ہو کہ تھی غم سے بھری

کہتے ہیں اک شب ہوا یہ اضطراب
نے رہا ورد و ظائف اور نہ خواب

در بیان تمیز عشق حقیقی و عشق مجازی وذم عشق مجازی

سوچ اس نکتہ کو کرکے دل جمع
یومنون بالغیب ہے مقبول حق

عکس حسن حق ہے بیشک جلوہ گر
اصل کو کر ترک سایہ دیکھ کر

چھوڑ سایہ اصل سے جاتا ہے مل
گر ہے دل پر گل سے کم کب دل بھی ہے

آئینہ دل صاف کر اور کر نظر
سر کی آنکھیں دل کا پردہ ہے مقر

سن کہ وصف اسکا کرے ہیں جان نثار
انبیاء اس واسطے آئے یہاں

دل میں پھول اسکی تمنا کے چنے
یعنی ہے وہ ذات بیشک و یقین

رائیگاں بخشندہ نعمت بیشمار
عالم الاسرار ستار العیوب

طالب و مطلوب مرغوب جہاں
اول اور آخر وہی اور جز و کل

ہے وہ آخر بے نہایت اسکی ذات
ہے وہ ظاہر باکمال استتار

ہے ہر اک صورت میں وہ جلوہ نما
ہے وہ اک شان اور ہزاروں شان میں

جلوہ گر ہر دم بہر رنگ و مثال
فرد مطلق لا الہ الا ہو

نافی غیر اور مثبت ذات ہیں
کیوں ہے اس سے گمرہ غافل سدا

ہے برد تا پردۂ عزت ترا
حق سے باحرص و ہوا تو کب ملے

ماسوا کو ترک کر اور حق سے مل
حضرت آدم علیہ السلام سے تا آخر نبی

اور امام اور اولیا اقطاب سب
وہ صفات حال و خوبی جناب

وصل حق کی چارہ سازی کیلئے
تا کہ تو یہ دیکھ سنکر حال و قال

ہیں پڑے چاروں طرف تجھ پر حجاب
نے تو کر سکتا ہے آنکھوں سے نظر

مل نہیں سکتا کہ یاد حق کی راہ
مرکب تو یہ عصیانہ راہ لے

تا تب غفلت کو کر دے سرد عشق
میل نے غفلت کے کر کانوں کو پاک

شروع داستان وبیان حال حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ

مضطرب ایسے رہے دن رات بھر
سب عبادت کا ہوا ویران گھر

قبض ایسی ان کے دل پر آگئی
قہر عرفاں پر گھٹا سی چھا گئی

نے رہا وہ شوق نے راز و نیاز
لذتِ سجدہ نہ کیفیت نماز

فوج بیتابی نے کرکے اژدہام
لوٹ لی پونجی عبادت کی تمام

نے رہا ورد و وظائف نے درود
نے تہجد کی تلاوت کی نمود

تھی نہ بیہوشی نہ غفلت زینہار
لیک تھا بےصبر بیتاب و قرار

گو عبادت سے رہے سب بےنصیب
لیک کیفیت تھی اک دل میں عجیب

ظاہر اچھوٹا اگر ورد نماز
تھا مگر یوں میں عجب سوز و گداز

ہجر کی لذت کو عشاقان رب
وصل کی لذت سے کم جانے ہیں کب

عاشقانِ حق وصال اور ہجر میں
ایک سا لذت مزا دونوں میں لیں

اضطرابی اور بیتابی کا لطف
کیا کہوں اس شب کی بیخوابی کا لطف

لطف بیخوابی کا بیخوابوں سے پوچھ
حظ بیتابی کا بیتابوں سے پوچھ

ذوق بیخوابی کا تو چاہے اگر
کوئی بیخوابوں میں کر اک شب گزر

لطف بیخوابی کا ہے مطلوب گر
عاشق بیتاب کے رکھ پاس سر

چاہیے گر کیفیت سوز و گداز
خدمت عشاق میں رکھ تو نیاز

کرتا ہے روشن دو چشم طالباں
سرمۂ گردِ قدوم عاشقاں

اضطرابی بیقراری کا مزا
جانتا ہے جس نے دل میں ہے رکھا

لذت درد و قلق رنج و بلا
وہ ہی جانے جو ہے اس میں مبتلا

لوٹنے کی خاک پر آرام کو
عاشق بیتاب جانے ہیں نہ تو

جانے کیا بیدرد لذت درد کی
درد رنج و غم غذا ہے مرد کی

درد سے نامرد کی نکلے ہے جاں
مرد کے حق میں حیات جاوداں

زہر مار اوروں کو ہے گرچہ ممات
سانپ کے حق میں ہے پر آب حیات

۱۰ جو پڑے آتش میں ہو جلکے فنا
ہے سمندر کی وہی عیش و بقا

سوزش خورشید شاخ تر کو دے ثمر
خشک کو دے آگ میں کر خشک تر

خون ہو فرعونیوں کو آب نیل
قوم موسیٰ پر ہو آب سلسبیل

نار ہو گلزار ابراہیم پر
لیک ہو نمرود پر قہر و شرر

زخم گرز و تیغ و تیر آبدار
ہے شہیدوں کے لئے باغ و بہار

درد و غم ہے زندگی عاشقاں
مرتے ہیں اس زندگی سے فاسقاں

کیونکہ ہے درد بلا مطلوب یار
اس لئے عاشق کریں غم اختیار

جانتے ہیں عاشقان بیقرار
رنج میں گنج اور خزاں میں نوبہار

خار میں گل گل میں [illegible] گرد میں
غم میں شادی اور شفا ہے درد میں

رنج میں راحت فقیری میں غنا
مسکنت میں سلطنت و بے غنا

ہے گلہ میں صبر بےصبری میں تاب
گریہ میں خندہ ثواب اندر عذاب

رحمت ہے زحمت میں اور ظلمت میں نور
ذلت و خواری میں عزت ہے ضرور

نیستی میں ہستی پستی میں علو
زندگی مرنے میں گھٹنے میں نمو

موت میں جینا بقا اندر فنا
عاشق جانباز کو ہے بے عنا

بیخودی و نیستی غم کی بہار
دیکھتے ہیں عاشقان جاں نثار

خاکساری رنج و عبادت ناسزا
عاشقوں سے پوچھ ان سب کا مزا

بےگھری و بے زری و بے پری
بیخودی و بخودی و بے بری

آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
بے قراری انتظاری درد سر

نیستی و پستی و مرگ و فنا
ذلت و رسوائی و رنج و عنا

لذت اور کیفیت ان سب کی ذرا
عاشقانِ باوفا سے پوچھ جا

پوچھ رونے کا مزا یعقوب سے
کلفت و زحمت کا حظ ایوب سے

سر کے کٹنے کا مزا یحییٰ سے پوچھ
لطف تن چرنے کا زکریا سے پوچھ

سر کے رکھدینے کا نیچے تیغ کے
پوچھ اسماعیل سے کیا لطف ہے

آہ و زاری کا مزا آدم سے پوچھ
درد زہ کے لطف کو مریم سے پوچھ

جنگلوں میں ٹھوکریں کھانے کا لطف
اور پہاڑوں بیچ ٹکرانے کا لطف

فرش سے تا عرش پھرنے کا مزا
پوچھ عیسیٰ اور موسیٰ اور احمد سے جا

زخم کھا کر خاک و خوں میں لوٹ کر
جان دینا بے خطر با ذوق تر

پوچھ سب کا شہیدوں سے ذرا
لذت و کیفیت و ذوق مزا

ہو کے بیجاں جاں فدا کرنیکا لطف / پوچھ جانبازوں سے وہ مرنیکا لطف
روشنی سے شمع کے جلنے کو پوچھ / شمع سے جا موم کے جلنے کو پوچھ
ابر سے رونے کو خور کے سوز کو / باغ و اثمار جہاں سے پوچھ تو
گرمی دل چشم تر ہووے نہ گر / باغ جاں کس طرح ہو سیراب تر
عشق کی باتوں نے مجکو اے عزیز / کر دیا اب ایسا بے عقل و تمیز
عشق نے انکے کیا مجھ پر اثر / نقل سے ان کی ہوا میں بیخبر
عشق کی باتوں کا سن کر شور غل / خواب غفلت سے گئی بس آنکھ کھل
ہندوے شب کا جو گذرا حد سے جور / ترک خود اس کا ہوا قاتل بزور
اٹھ وضو کر کے بصد عجز و نیاز / کی ادا جوں توں فجر کی میں نماز
چل کہیں موقوف ہو تا یہ ملال / گھر سے نکلا کر کے یہ دل میں خیال
آخرش گھر سے نکل پھرنے لگا / دربدر صحرا بہ صحرا جا بہ جا
گذراتا بازار میں ہو غم بسر / اور دل مضطر تھا جوں کوزہ میں زر
ہو گیا صحرا میں تسکیں کے لئے / اور اٹھے دلسے بگولے آگ کے
گر تسلی کو گیا اندر پہاڑ / اور غم کا آپڑا سر پر پہاڑ
جس جگہ جاتا تھا مثل آفتاب / تھا ترقی پر جلن اور اضطراب
غنچۂ دل کب کھلے عاشق کا یار / بے ہوائے وصل کب یار گلعذار
ہوئے بے گل کے بلبل کو قرار / باغ میں ہووے اگرچہ سو بہار
دیدۂ حیراں نہ ہو کیوں اشکبار / بے نظارہ نرگس بیمار یار
ہو فغاں بیدل کے دلسے دور کب / تا نہ ہو دلبر سے اپنے لب بلب
جو کوئی ہو عشق کا بیمار یار / کب علاج اسکا ہو جز دیدار یار
مرض مہلک نے جو گھیرا جان کو / دلمیں آیا چل بیمارستان کو
دیکھ کر ہمدرد ہم موضوں کا حال / ہو دل غمگیں مرا شاید بحال
جنس اپنی جنس سے ہو فیضیاب / غیر جنسیت سے ہو اندر عذاب
آدمی ہم جنس ہیں صورت میں ایک / مختلف اوصاف رکھتے ہیں ولیک
ہو گئے اوصاف جو سب رنگ برنگ / اسلئے ہے رات دن آپس میں جنگ

پوچھ لے ہر تخم سے بستان میں جا / خاک میں ملنے سے کیا نم کو ملا
سیم و زر کے خاک میں رلنے کو پوچھ / کیمیا سے مس کے جا جلنے کو پوچھ
گریۂ ابر اور سوز آفتاب / باغ عالم اس سے ہے باآب و تاب
عشق سے دل گرم کر اور دیدہ تر / گلشن جاناں ترا ہو تازہ تر
سربسر مجکو اسکی حالت میں چھوڑ / عشق مجھکو لیگیا کس طرف موڑ
ذکر ان کا بھولا ان کو دیکھ کر / جس طرح ہو آہو پیش شیر نر
یاد آتی ہے مجھے جب انکی بات / یعنی فرماتے ہیں وہ یوں نیکذات
الغرض کی رات اس طرح بسر / ہو گئی جب صبح ظاہر سربسر
صبح کا جسدم ہوا روشن چراغ / نکلا جل بل گھر سے لے سینہ پہ داغ
چل کہیں ایسی جگہ تا ہووے کم / اضطرابی اور بیتابی و غم
ماہ کی جوں کو بگولا گھر بہ گھر / شہر و جنگل میں کیا میں نے گذر
گر گیا گلشن میں جو گل کی کلی / تھی زیادہ اور دل کو بیکلی
سیر دریا کی کہ کم ہو اضطراب / جوش پر تھا اور بحر سوز و تاب
اور مزار اہل دل پر بھی گیا / پر ہوا ہرگز نہ عقدہ دل کا وا
آتش درد فراق بیدلاں / کب بجھے بے آب وصل دلبراں
کب ہو کم ظلمت زدہ کا اضطراب / جب تلک دیکھے نہ روئے آفتاب
ہووے کب قمری کا کو نہ غم دراز / گلشن و گلزار سے بے سرو ناز
جائے کب عاشق کے دلکا پیچ و تاب / ہو نہ گر زلف صنم کا سایہ یاب
لوٹنا موقوف عاشق کا نہ ہو / تا نہ وہ ہم بستر جاناں نہ ہو
الغرض تدبیر کیں میں سو ہزار / پر نہ آیا دلکو میرے کچھ قرار
کیونکہ ہوں میں بھی جو بس بیمار دل / دیکھ ہمدردوں کو نکلے کار دل
نقل ہے کھلتا ہے جب آپس میں دل / جبکہ دو دیوانے بیٹھیں ساتھ مل
ہے مراد ہم جنس سے ہم جنس یار / جنس ظاہر کا نہیں کچھ اعتبار
جنس ظاہر کا جو ہوتا اعتبار / فرق کیوں ہوتے بہتر آشکار
گر کریں اوصاف کو سب اپنے صاف / پھر رہے کا ہمکو ایسا اختلاف

آخرش دل میں یہ اپنے ٹھان کے — در پہ جا نکلا بیمارستان کے
جا کے داروغہ سے میں اس کے کہا — کھول در بیمار خانہ کا ذرا
تاکہ دیکھوں اپنے بیماروں کو ٹک — ہو تسلی دیکھ بیماروں کو ٹک

رجوع بقصہ و کیفیت بیمار خانہ مقولہ سری سقطی رحمہ اللہ

دیکھ کر پہلے تو بس تعظیم کی — باادب اٹھ کر مجھے تسلیم کی
بعد ازاں اسنے دیا جو در کو کھول — کھل گیا گویا در دل بے غلول
دیکھ کر احوال اہل ابتلا — غنچہ دل میرا کچھ بارے کھلا
دیکھا ہر اک کو ہے کہ زار و نزار — کوئی نالاں ہے کوئی ہے اشکبار
کوئی کوٹھے اور کراہتا ہے کوئی — صبر کو اپنے بتاتا ہے کوئی
کوئی روتا ہے کوئی کرتا ہے آہ — کوئی کہتا ہے کہ ہوں ناحق تباہ
کوئی تڑپے ہے کوئی ہے خواب میں — کوئی حیراں کوئی پیچ و تاب میں
ہے کوئی گل کی طرح سے جامہ چاک — مثل قمری ہے کسی کے سر پہ خاک
ہو رہا بلبل نمط نالاں کوئی — مثل بسمل خاک میں غلطاں کوئی
کوئی رکھتا ہے بصد زار و نزار — زخم دل پر مرہم تصویر یار
کوئی پیکر دار وئے تلخ فراق — زندگی سے کرتا ہے کڑوا مذاق
اشک سے دھوتا ہے کوئی ریش دل — کوئی بیتابی سے مارے دل پہ سل
سینکتا ہے درد پہلو کو کوئی — تابش دل سے رکھ آہوں کی روی
درد سر پہ کوئی بیتابی کا لیپ — کرتا ہے پھرتا ہے بیصبری کا کھیپ
ہو تپ و لرزہ سے کوئی بیقرار — پی رہا ہے شربت زار و نزار
کوئی پیچش سے نشکی ہو تباہ — گولیاں کھاتا ہے بیتابی کی آہ
ہو گئے مرض لادوا سے بے اماں — جاں بلب کوئی ہے کوئی نیم جاں
زندگی سے ناامید ہو کر بیہوش — کوئی مسہل موت کا کرتا ہے نوش
دیکھ حال نیک ظاہر میں خراب — ہو گیا موقوف میرا اضطراب
غنچہ دل کھل گیا دیکھ ایک بار — گلشن بیمار خانہ کی بہار

ملاقات شدن سری سقطی از حضرت بی بی تحفہ و بیان حالت غلبہ عشق او قدس سرہا

تھا اسی میں جو گئی اک سو نظر — دیکھتا کیا ہوں کہ اک رشک قمر
تازہ و پاکیزہ رو صاحب تمیز — باللباس خوب و زیبا اک کنیز
چہرہ اس کا ہے گویا شمع حرم — قامت اسکا گلبن باغ حرم
زلف اسکی دام راہ سالکاں — لعل لب اسکا ہے جان تشنگاں
چشم اسکی چشمہ ہے فتنہ کا باز — خال اسکا تخم شوق پاک باز
بیٹھنا اسکا وہ باحسن و وقار — چرخ کو دیتا ہے پھر جیسے قرار
بیٹھی ہے ایکطرف کو جوں شیر مست — دیکھ اسکو ہو گئے غم میرے پست
دیکھ کر کے حسن کی حس کے بہار — نرگس و آئینہ تھے حیران و زار
قید میں بھی تھی یہ اس پر آب و تاب — کوہ کے اندر ہو جیسے لعل و تاب
تھی دو آنکھیں اسکی جوں نقش چراغ — ذوق مستی سے کہ تھے اندر دماغ
دیکھا اسکے شعلہ رخ کی آب تاب — کھاتا تھا نار نظر سو پیچ و تاب
بوئے خوش اس سے مرے اندر دماغ — پہنچی اور دل ہو گیا بس باغ باغ
دیکھ یہ الفت بھری صورت عجیب — ڈرتے ڈرتے میں ہوا اس کے قریب
اور دو مضبوط لوہے کے کڑے — مثل حلقہ ماہ پاؤں میں پڑے
اور بندھے ہیں ہاتھ زنجیروں سے یوں — شاخ طوبی سے ہی لپٹا سانپ جوں
مجکو جو دیکھا تو اسنے اس گھڑی — دی لگا آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی
دست بر دل نغمہ خوش بر زبان — عاشقانہ تھی غزل منہ سے عیاں
روئی اور رو کر کے بھر کر آہ سرد — چند شعر اسنے پڑھے باسوز و درد

اسکے عشق اور ذوق مستی کا اثر ۔۔۔ پڑتا تھا دل پر ہرے جوں تاب خور
ہے کسی فرزانہ کی دیوانہ یہ ۔۔۔ بے شبہ ہے عاشق جانانہ یہ
کیا خطا اس بیخطا نے کی کہو ۔۔۔ قید میں ڈالا ہے اس یوسف کو جو
کوئی بیماری نہیں ظاہر اسے ۔۔۔ ہے بھلی چنگی کہو کیوں بند ہے
ہو گیا اسکو جنوں تقدیر سے ۔۔۔ اسلیئے یہ بند ہے زنجیر سے
جملہ زنداں چونکہ در زندان شوند ۔۔۔ متقی و زاہد و حق خواں شوند
قید آب و گل میں آدم کو کیا ۔۔۔ جوہر انسان جب ظاہر ہوا
بند ہو قطرہ صدف میں چند گاہ ۔۔۔ تب وہ موتی ہوئے باخوبی جاہ
تخم کو ڈالیں زمیں کی قید میں ۔۔۔ تا کہ اس سے پھول پھل حاصل کریں
حرص جو قید قناعت میں ہو بند ۔۔۔ ہو غنا قلبی وہی اے ارجمند
بخل کو اندر سخاوت کے چھپا ۔۔۔ تا حبیب اللہ ہو تو بر ملا
بند یاد مرگ میں کر طول امل ۔۔۔ تا رہے اکدم نہ تو بے نیک عمل
کر تواضع میں تکبر کو تو بند ۔۔۔ تا کرے حق مرتبہ تیرا بلند
عشق حق میں بند کر تو حب غیر ۔۔۔ تا ہو باغ وصل حق میں تجکو سیر
کر خودی کو تو خدا میں محو نیک ۔۔۔ تا کہ معلوم ہو نہیں جز ذات ایک
تا کہ ہو ان کو بایں قید نکول ۔۔۔ گوہر مقصد زر مقصد حصول
بند کر کے تا کریں اسکا علاج ۔۔۔ تا صحت پر ہووے ٹک اسکا مزاج
جو یہ داروغہ سے لونڈی نے سنا ۔۔۔ رو پڑی اکبار اور سر کو دھنا
اے مسلمانو نہیں مجنون میں ۔۔۔ اپنے دلبر کی ہوں پر مفتون میں
سنکے اس سے ظاہری بیہود قال ۔۔۔ ہو گئے غصہ نہ دیکھا دلکا حال

تا تپش کی دلسے اس کے ہیں ۔۔۔ جانا یہ اتنی ہو بہ بے تحبہ وجیں
پوچھا داروغہ سے ہیں اس گھر کی جا ۔۔۔ کیوں کیا ہے قید میں یہ دلربا
کیوں کیا زنجیر و طوق اس شاہ کو ۔۔۔ ابر میں کیسے چھپایا ماہ کو
بولا داروغہ یہ سنکر اے عزیز ۔۔۔ تھی یہ ایک مولیٰ کی شائستہ کنیز
اسکے مالک نے کیا بند اسلیئے ۔۔۔ تا کہ شاید عقل و ہوش آجا اسے
طفل ناداں کو کریں مکتب میں بند ۔۔۔ عالم و دانا ہوتا اور ہوشمند
نطفہ زنداں رحم میں جب ہو بند ۔۔۔ شکل انسان تب ہو خوب اور دلپسند
کان میں جب قید ہوویں زر و سیم ۔۔۔ پاویں جب قیمت گراں رونق عظیم
نفس سگ زنجیر تقوی میں ہو قید ۔۔۔ آہوعرفاں کو جب کرتا ہے صید
طمع کو محو توکل کر شتاب ۔۔۔ تا یجب اللہ کا پاوے خطاب
بولنے کو بند چپ رہنے میں کر ۔۔۔ ہمکلام حق سے ہو تو تا اے پسر
حکم میں حق کے چھپا تو عجب کو ۔۔۔ ظاہر و باطن ترا تا ایک ہو
کور یا کو محو تو اخلاص میں ۔۔۔ تا ہو حق کے بندگان خاص میں
کر صفات حق میں کم اپنے صفات ۔۔۔ ماسوا سے پاوے تو تا کہ نجات
اسلیئے درویش فقرا ہوشمند ۔۔۔ چلہ عزلت میں ہوویں آپ بند
اسکے مالک نے بھی اس امید میں ۔۔۔ اس کنیزک کو کیا ہے قید میں
ہووے شاید عقل و ہوش اسکا بجا ۔۔۔ تا نفع لے اس سے وہ بے انتہا
دردناک اک کھینچکر کے دل سے آہ ۔۔۔ بولی میں ہوں اے عزیز و بے گناہ
سمجھو تم موسیٰ کا چرواہا مجھے ۔۔۔ جس کے دلسے بیخبر موسیٰ رہے
یونہی مجھکو بھی دیوانی جان کر ۔۔۔ کردیا قید اور نہ لی دلکی خبر

تمثیلاً بیان چرواہا موسیٰ علیہ السلام

نقل ہے جاتے تھے موسیٰ طور پر ۔۔۔ ایک چرواہا پڑا رہ میں نظر
کر رہا تھا وہاں بصد زاری و آہ ۔۔۔ اے رحیم والے کریم والے الٰہ
ہے کہاں تو جلوہ کر بتلا مجھے ۔۔۔ تیری دوری نے دبا تڑپا مجھے
رات دن میں تیری خدمت میں رہوں ۔۔۔ ایک دم غمگیں تجھے ہونے نہ دوں
تیل ڈالوں سر میں اور کنگھی کروں ۔۔۔ جیلیں ہیں تیرے لیئے اچھی سیلوں
ہے نہ تا کس جانو اے جان جہاں ۔۔۔ تا کروں قربان تری خدمتیں جاں
خوب سا مل مل کے نہلاؤں تجھے ۔۔۔ اور اچھے کپڑے پہناؤں تجھے
ڈھونڈ کپڑوں کی تری ماروں جوئیں ۔۔۔ اور کھلاؤں ہر طرح کی نعمتیں

ہو اگر بیمار تو اے کردگار
جان و دل سے ہوں ترا میں غمگسار

ہو جو کچھ تکلیف اور زحمت تجھے
کرکے خدمت خوب دوں راحت تجھے

پاؤں دابوں اور چوموں ہاتھ کو
اور کروں سونے کو بستر رات کو

اے مرے رب جاں مری تجھ پر فدا
اور سب اولاد گھر بار مرا

ہے کہاں تو تا تری خدمت کروں
سیئوں کپڑے تیرے اور بخیہ کروں

دیکھ پاؤں میں ترے گھر کو اگر
دودھ گھی لاؤں ترے شام و سحر

روغنی روٹی پکا کر اور کھیر
اور بہت لسی دہی مسکہ پنیر

لاؤں میں تیار کر آگے ترے
روز ہو کھانا ترا گھر سے مرے

اور کا ہرگز نہ کھانے دوں طعام
اپنے ہی گھر سے کھلاؤں میں مدام

رنج و غم ہرگز تجھے ہونے نہ دوں
تیری راحت کے لئے محنت بھروں

تیری خدمت سے نہ ہو فرصت مجھے
میری خدمت سے ہو نت راحت تجھے

اے خدا تجھ پر ہو قرباں میری جاں
اور سب بکریاں اور خانماں

اسطرح بیہودہ کہتا تھا شبان
پوچھا چرواہے سے موسیٰؑ نے کہ ہاں

کسکو کہتا ہے یہ تو مجھ کو بتا
بولا وہ جس نے مجھے پیدا کیا

اور کئے جس نے زمین و آسماں
عرش و کرسی دوزخ و جنت عیاں

اور کئے جن و بشر اور دو جہاں
ہے اسی سے غرض یہ میری بجاں

بولے موسیٰؑ ہائے تو نے کیا کیا
ہوگیا کافر مسلمان کب رہا

ہے یہ کیا بیہودہ ہذیان کفر و جہل
بند کر منہ کو سمجھ اسکو نہ سہل

اس ترے کہنے سے اے بیہودہ گو
ہوگئی عالم میں ظلمت چار سو

کفر سے تیرے ہوا عالم سیاہ
کفر نے تیرے کیا دیں کو تباہ

کھانا پینا پھیرنا تیرا ہے کام
اور یہ کب خورشید کو زیبا ہے کام

گر نہ روکا اس سخن سے حلق کو
آگ آکر پھونکدیگی خلق کو

گر کہے تو جرم کرتے ہیں سبھی
آگ آتی ہے نہ جلتا ہے کوئی

گر نہ آئی آگ کیسا ہے دھواں
ہوگیا کیوں دل سیاہ مردودیاں

جو تو جانے ہے کہ حاکم ہے خدا
پھر یہ گستاخی ہے کب تجھ کو روا

دوستی بے عقل کی ہے دشمنی
ہے خدا پاک ایسی خدمت سے غنی

کس سے یہ کہتا ہے کیا خالو سے تو
یا کہ باپ اپنے سے یا عمو سے تو

جسم تن حاجات بشری تو قرار
دینا ہے اندر صفات کردگار

کھانا وہ کھائے جو رکھتا ہو شکم
کپڑا وہ پہنے کہ ہو جس کے جسم

وہ پئے شیر ہو جسے نشو و نما
چیلپر پہنے جو کہ ہو محتاج پا

وہ منزہ ذات حق دانا ہے راز
پاک ہے ہر چیز سے اور بے نیاز

بلکہ جو بندہ فنا فی الذات ہو
صفت اسکی صفت حق میں مات ہو

اسکے حق میں بھی نہیں کہنی روا
اس طرح کی گفتگوئے ناسزا

نے کہ در حق جناب کبریا
بے بدل بے مثل بیچون و چرا

اولیا کو کہنا بے ادبی کی بات
دل کو کرتی ہے سیاہ اور جان کو مات

گر کہے اک مرد کو تو فاطمہ
گرچہ ہیں ایک جنس مرد و زن ہمہ

وہ کریگا قصد تیرے قتل کا
گرچہ ہو خوشخو حلیم و پارسا

فاطمہ ہے عورتوں کے حق میں مدح
مرد کو بولے تو وہ ہو رنج و قدح

ہاتھ و پا ہیں ہمکو آسائش تمام
اور خدا کے حق ہیں آلائش تمام

لم یلد لم یولد اسکی ہے سزا
ہے وہ خالق والد و مولود کا

ہے وہ پیدائش کہ آیا جسم جو
جو ہوا پیدا ہے اس عالم سے دو

کیونکہ جو اس عالم فانی سے ہے
خلق ہے اور خالق اسکو چاہئے

بولا چرواہہ کہ تم نے یا نبیؑ
سی دیا منہ میرا لب پر مہر کی

اور پشیمانی کی آتش سے بھلا
جان و دل میرا دیا تمنے جلا

کہہ کہ یہ اور بھر کے دل سے ایک آہ
پھاڑ کر کپڑے لیا جنگل کی راہ

بیخود و سرمست با آہ و فغاں
نالہ و زاری ہوا کرتا رواں

عتاب الٰہی بر موسیٰؑ علیہ السلام در مقدمہ چرواہہ

آئی موسیٰؑ کی طرف وحی خدا
میرے بندے کو کیا مجھ سے جدا

میرے ملنے کے لئے آیا تھا تو
یا جدائی ڈالنے آیا تھا تو

ہو سکے جتنک نہ لے نام فراق ｜ رکھتا ہوں مکروہ میں لفظ طلاق
ہر کسی میں سیرت اک رکھی ہے میں ｜ ہر کسی کو اصطلاح بخشی ہے میں
ہندیوں کی اصطلاح ہند مدح ｜ سندیوں کی اصطلاح سند مدح
معنی دو ہوں اور ہو وے بات ایک ｜ ہو ترے حق میں بری اور اسکو نیک
حق میں اسکے مدح تیری حق میں ذم ｜ حق میں اسکے مدح تیری حق میں سم
حق میں اسکے نور تیرے حق میں نار ｜ حق میں اسکے پھول تیرے حق میں خار
حق میں اسکے نیک تیرے حق میں بد ｜ حق میں اسکے خوب تیرے حق میں رد
پس بری ہے پاک و ناپاکی سے ہم ｜ اور اگر انجانی و چالاکی سے ہم
نے کیا میں حکم تا لوں فائدہ ｜ بلکہ سو بخشش کروں بندوں پہ تا
انکے کب تسبیح سے کچھ ہوں میں پاک ｜ بلکہ وہ خود آپ ہوجاتے ہیں پاک
میں نہ کیوں کھولوں زبان کے قال کو ｜ دیکھتا ہوں اسکے دل اور حال کو
دیکھتا ہوں دلکا میں سوز و گداز ｜ لفظ بیجا سے زباں ہو گرچہ باز
ہو زباں یا دل حقیقت یا مجاز ｜ چاہتا ہوں سب سے میں سوز و گداز
دلمیں اپنے عشق کی آتش لگا ｜ سر بسر فکر عبادت کو جلا
موسیا آداب والے اور ہیں ｜ اور سوز و تاب والے اور ہیں
سوز و غم میں کرتے ہیں عشاق راج ｜ کان ویراں پر نہیں عشر و خراج
گر گناہ انسے ہو مت عاصی کہو ｜ جو ہوا پرخوں شہید اسکو نہ دو
ہے وہ خوں پانیسے افضل بے شبہ ｜ سو ثوابوں سے ہے بہتر یہ گنہ
گم ہو سمت قبلہ جب کعبہ میں ہو ｜ پابرہنہ غم ہے کیا غواص کو
رہبری مت ڈھونڈھ مرمستوں سے تو ｜ جامہ چاکوں کو نہ کروا تو رفو
ملت عشق از ہمہ دین ہا جدا ｜ عاشقاں را مذہب و ملت جدا
یہ عتاب حق جو موسیٰ نے سنا ｜ پیچھے چرواہے کے دوڑے برملا
اس کے پاؤں کے نشانوں پر چلے ｜ تا وہ سرگشتہ کہیں شاید ملے

عذر نمودن موسیٰ علیہ السلام بخدمت شبان یعنی چرواہہ

۱۵

رفتہ رفتہ آخرش وہ مل گیا ｜ مژدہ دیکر اس سے موسیٰ نے کہا
ہو گیا ہے تجھکو اب حکم خدا ｜ کھول تو اپنی زباں کو برملا
اب نہ ترتیب و ادب پر کچھ نہ رہ ｜ جو ترا دل سوختہ چاہے وہ کہہ
کفر ترا دین ہے اور دیں نور جاں ｜ تیری برکت سے ہے عالم میں اماں
اے معاف یفعل اللہ ما یشاء ｜ بے محابہ تو زباں کو کھول جا
بولا اے موسیٰ نہیں ہیں وہ رہا ｜ ہو گیا کچھ اور حال عالی مرا
مارا کوڑا تو نے گھوڑے کے مرے ｜ اڑ گیا وہ عرش سے اوپر پرے
پا گیا میں گو مگو کی بات کو ｜ آفریں تجھکو ہو تیری بات کو
کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں اب ｜ شہد وحدت نے کئے ہیں بند لب
حالکو میرے کہاں پہنچے کلام ｜ اس سے چپ رہنا ہے بہتر والسلام

رجوع بقصہ مقولہ حضرت بی بی تحفہ مغنیہ و بیان زور شور و غلبہ عشق حضرت تحفہ قدس سرہا

گرچہ بھید اپنا نہ کہنے دے ہے عشق ｜ لیک کب خاموش رہنے دے ہے عشق
ہو سکے کب بند عاشق کی زباں ｜ گرچہ بھید اس کا نجانیں مرد ماں
جبکہ سمجھیں انبیا کم راز عشق ｜ کسطرح ہوں عام ہمراز عشق
بے کئے معلوم میرے دل کا بھید ｜ کردیا مجنوں سمجھ کر مجھ کو قید
ہوں نہ دیوانی نہ میری عقل پست ｜ لیک ہوں میں اپنے مستانہ کی مست
رہزنی سے عشق کی گمراہ ہوں ｜ سب سے غافل اس سے پر آگاہ ہوں
عشق سے اسکے ہوں میں مست و خراب ｜ مست ہے مستی سے جسکی یہ شراب
لیگیا ہے وہ ہی میرا عقل و ہوش ｜ وہ ہی برلاتا ہے اب مجھ سے خروش
ہوں کسی دانا کی میں دیوانی آہ ｜ شمع روئے یار کی پروانی آہ

مست ہوں پر دل مرا ہشیار ہے   جان آسودہ مگر تن خوار ہے

ہو گیا البتہ یہ مجھ سے گناہ   جان کی خاطر کیا تن کو تباہ

ہے گناہ بس یہ کہ میں رکھتی ہوں چاہ   غیر خوبی کیا ہے یوسف کا گناہ

گر گناہ ہے تو یہ ہو مجھ پر گناہ   اپنے اس محبوب کی رکھتی ہوں چاہ

عشق نے اسکے کیا جو جاں میں گھر   تن بدن سے ہو گئی ہوں بیخبر

شمع رو کا اسکا جب آتا ہے دھیان   اندر اندر جلتی ہوں پروانہ ساں

آتا ہے جب زلف دلبر کا خیال   نوچتی ہوں اس لئے میں سر کے بال

جبکہ یاد آتی ہے پیشانی یار[1]   پھوڑتی ہوں سر کو دیواروں سے مار

چہرۂ گلگوں کا اسکے کر خیال[2]   ہیں طمانچوں سے کروں ہوں منہ کو لال

خنجر ابرو کو اس کے یاد کر   کرتی ہوں قربان اسپہ اپنا سر

یاد کر وہ خال روئے گلعذار   داغ دل سے ہوتی ہوں باغ و بہار

چشم میگوں[3] اسکی جب یاد آگئیں   جھٹ مری آنکھیں وہیں پتھرا گئیں

نوک مژگاں[4] کا خیال ہو اسکے جب   سینہ چھن چھن کر مرا چھلنی ہو سب

یار کے شیریں[5] دہن کو یاد کر   نون چھڑکوں ہوں جگر کے زخم پر

یاد آویں جب در دندان یار   گوہر اشک اسپہ کرتی ہوں نثار

ہو لب شیریں کا اسکے دھیان جب   تشنگی سے چاٹتی ہوں اپنے لب

یاد کر کے قد و قامت[6] یار کا   کرتی ہوں شور قیامت کو بپا

یاد کر کے دلبری[7] کی چال ڈھال   خاک میں سوتی ہوں کیا کیا پائمال

دور ساغر[8] یاد کرکے یار کا   زہر کیسے گھونٹ بھر لیتی ہوں آہ

کر لباس و پیرہن کا اسکے دھیان   کرتی ہوں داماں گریباں دھجیاں

یاد آوے جب سراپائے صنم[9]   جلتی ہوں حسرت سے سر سے تا قدم

یار کی ہمبستری کو یاد کر   لوٹتی ہوں جیسے بسمل خاک پر

کرد دندان لب خنداں کو یاد   گاہ روتی ہوں کبھی ہنستی ہوں شاد

جانتی ہے خلق دیوانی مجھے   عقل سے یکلخت بیگانی مجھے

١٦ کوئی کہتا ہے اسے آسیب ہے   کوئی کہتا ہے جنوں لاریب ہے

حال زار من نمی داند کسے   ہستم اندر آتش غم چوں خسے

حال سے میرے کوئی واقف نہیں   ہوں میں اندر آگ کے جیسے روئی

ہے مری ایسی مثال اے مرد نیک   ناک والا ہو کوئی نکٹوں میں ایک

اسکو سب نکو بنا دیں سر بسر   عقل و ہوش اسکا اڑا دیں سر بسر

گرچہ اپنے کام میں عاقل ہو نمیں   خلق کے نزدیک پر جاہل ہو نمیں

جس سے میں کہتی ہوں اپنا درد و غم   سنکے ہنس دیتا ہے مجکو یک قلم

نے مرا غمخوار نے مونس کوئی   کوئی دیوانی کہے بے حس کوئی

ہر کسے از ظن خود شد یار من   وز درون من نجست اسرار من

اپنی اپنی بوجھ کے سب یار ہیں   کب یہ میرے واقف اسرار ہیں

جسمیں سمجھے ہیں یہ میرا فائدہ   ہے حقیقت میں وہی بس مفسدہ

اور جسے جانیں کہ ہے اسمیں فساد   ہے وہی حق میں مرے انصاف و داد

درد کا میرے نہیں کرتے علاج   کرتے ہیں وہ جس سے اور بگڑے دماغ

بند کرنا کب ہے وحشت کا علاج   وحشیوں کا ہو فقط صحرا علاج

جو کوئی ہو عشق کا بیمار یار   کب علاج اسکا ہو جز دیدار یار

ہے کہیں ایسا کہیں زیر فلک   جائے مرہم زخم پہ چھڑکیں نمک

ہے یہ کس حکمت میں درمان بخار   دیں ٹھنڈائی کی جگہ داروئے حار

تشنگی بجھنیکا کا کیا یہ بھی ہے راہ   جائے شربت زہر دے پیاسے کو آہ

ہے کوئی آتش بجھانیکا یہ کھیل   ڈالے پانی کی جگہ جلتے پہ تیل

بے مروت یہ کہیں تم نے سنی   دوستی کی جا کرے جو دشمنی

---

[1] مراد صفت معبودیت حق است و مراد تجلیات صوری کہ سالک از کیفیت آں اطلاع می شود [2] مراد تجلیات کہ در بیخودی و خواب میشوند ۱۲ [3] مراد صفت بصیری للہ تعالیٰ نظر عنایت بر لا لبان خود [4] مژگان مراد اشارات الٰہی باقی صفحہ آئندہ پر

چاہتے ہیں درد عشق اس سے ہو دور
مایۂ راحت ہے مجکو اس کا غم
عشق جان محرم ہے میرے جان کا
پر وہ ہے درد عشق سے جو جام دل
میں نہیں مجنوں ہوں بس ہوشیار
ہیں مسخر میری عقل و فہم عام
شیخ نے جو نکتۂ تحفہ سنے
دل جلا سن گفت دل آویز کو
یوں کہا اے شیخ جاں کھونا ترا
اس گھڑی کیا حال ہو تیرا بتا
اس کے وصف و نیر ہو جب عالم فنا
اسکے اوپر کہتی ہوں میں ایک مثال
نقل ہے لڑکا تھا اک درویش کے
صورت و سیرت میں بس کامل تھا وہ
پڑھتا تھا اک میر کے مکتب میں وہ
گلبن نو حسن کے گلزار کا
شیفتہ ایسا ہوا پسر فقیر
حال سب لڑکوں کا پوچھا آن کر
یعنی ہو گی آخرش اے اہل بر
کہنے سے استاد کے ہو چشم تر
تھی نہ اسکو کوئی بیماری شاق
عیش دنکو تھا نہ شب سونا تھا وہ

اور ہے میری زندگی اسمیں ضرور
مونس وحشت ہے مجھ کو اسکا غم
زخم غم مرہم ہے میری جان کا
ہے تڑپنا لوٹنا آرام دل
آتا ہے طعنہ جہلا سے مجکو عار
اور جنوں میرا ہے اک ادنی غلام
عشق کے دل میں دُرِ تحفہ چنے
دی اجازت اشک کو ہر زیر کو
اُسکے وصف نیر ہے یہ رونا ترا
نور ہے یا عقل ہنس تیرا بجا
عاشق حق کیوں نہ ہو ہر دم فنا

درد جانان کسطرح چھوڑوں بھلا
درد کی میرے دوا ہے اسکا درد
عشق کی آتش ہے ٹھنڈک جانکی
گریہ آنکھوں میں ہے زخم انتظار
پیش اہل عقل فرزانہ ہوں میں
مانند مرد رقید زنجیر جنون
درد کی سن گفتگو غش کر گئے
تحفہ نے سوز نہانی شیخ کی
اسکو پہچانے اگر تو نیک بخت
گر یہ بینی یک نفس حسن و درد
جان و دل دیں جب مجازی عشق میں

حکایت بطریق تمثیل

خوبی عالم تھا جسم اور دل تھا وہ
تھا پڑھا ذہن و ذکا میں سب میں وہ
آشیانہ طائر انتظار کا
ایک دم رہتا نہ بے ابن امیر
آخر اس لڑکے کو مفلس جان کر
صحبت اسکی میرزادے کو مضر
اٹھ گیا مکتب سے وہ خستہ جگر
کھا گیا تھا میرزادے کا فراق
خون دل پیتا تھا اور روتا تھا وہ

حسن کا اس کے کروں میں کیا بیاں
میر کا لڑکا جو پڑھتا تھا وہاں
ہو گئی ناگاہ الفت درمیاں
ناگہاں اک روز امیر ہو خاق
حکم اٹھا دینے کا اس کے دے دیا
الغرض استاد نے مجبور ہو
پھر سنا تھوڑے دنوں کے بعد یوں
آتش فرقت میں اسکے روز و شب
کھانے پینے نے دیا اسکو جواب

زندگی سے کیسے منہ موڑوں بھلا
اور تپ ہجراں کی دارو آہ سرد
دائمی سوزش ہے ٹھنڈک جان کی
دھوتی ہوں انکو نسے اسکو بار بار
جاہلوں کے آگے دیوانہ ہوں میں
بہ کہ باشم اہل عقل و دو فنون
جان و دل اندوہ غم سے بھر گئے
دیکھ کر رہ اشک رانی شیخ کی
یعنی ہے جیسا کہ حق معرفت
اندر آتش افگنی جان دو وجود
کیوں نہ ہوں قربان حقیقی عشق میں
تا کہ ہو معلوم جانبازی کا حال
جو بصورت پاک طینت نیک پے ١٧
تھا گویا اک حق کی رحمت کا نشاں
شکل و صورت میں تھا یکتائے زماں
میر کے لڑکے کی اور اسکی بجاں
آ گیا مکتب میں حسب اتفاق
اور معلم سے یہ مضمون کہہ دیا
جا کہا درویش کے فرزند کو
ہے وہ لڑکا سخت بیمار و زبوں
جلتا بھنتا تھا بصد رنج و تعب
خواب و راحت نے کیا آرام خواب

۱؎ صحو گذشتہ سے آگے ۲؎ بواسطہ وحی یا بواسطہ الہام باشد ۳؎ ومن مراد صفت متکلمی و اشارت الٰہی است ۴؎ مراد صفت معبودیت و سر از ...
۵؎ مراد جذبہ او معشوق عاشق را ۶؎ ہر چیز کہ دراں چیز مشاہدہ انوار غیبی داد اک معانی می کنند ۷؎ مراد جامع جمیع اعداد و صفات

بھوک زیادہ ہو تو کھا دل کے کباب | پیاس غالب ہو تو دے آنکھوں سے شراب
حالکو اس کے کوئی اگر پوچھتا | ہنس کے رو دیتا نہ تھا کچھ بولتا
میر کے لڑکے کو جب پہنچی خبر | اسکی بیماری کی پھر تو جلد تر
جا مری جانب سے یوں اکبار کہہ | کیا ہے بیماری تجھے اے یار کہہ
یوں جواب اس سوختہ جان نے دیا | تیری الفت میں مرا دل پھنس گیا
جان لے القصہ میرا بیگماں | جسم تڑپے ہے یہاں اور جاں وہاں
میر کا لڑکا یہ سن کر ناز سے | بول اٹھا کیا جانے کس انداز سے
گر ترا دل مجھ پہ یوں مائل ہے اب | بھیجنے میں کون چیز حائل ہے اب
جا کے نوکر نے پیام جاں فزا | میر کے لڑکے کا عاشق سے کہا
بعد لحہ بے طلب تو گھر میں آ | اور طبق پوشیدہ لیجانا اٹھا
بعد اک ساعت کے نوکر میر کا | حسب فرمودہ پسر اندر گیا
ہے طبق رکھا ڈھکا اوپر رومال | اور زمیں پر ہے پڑا وہ نونہال
۱۸ اور کہا سب اس سے جاکر ماجرا | میر کے لڑکے نے پھر سنکر ذرا
دیکھتے ہی اک لگی سینہ پہ چوٹ | ہو گیا اسکا بھی دل بس لوٹ پوٹ
دیکھ کے دل آرام اس کو ہو گیا | جب گیا پہلو سے دشمن ہو گیا
سنتے ہی خادم گیا واں جلد تر | اور اس جانداده کی لایا خبر
رکھ کے سر زانو پہ بیدم ہو گیا | سانپ کے کاٹے کے جوں چپ سو گیا
ہو گیا وہ جاں بحق تسلیم آہ | سنکے اسکی بھی ہوئی حالت تباہ
فائدہ کیا اس پشیمانی سے اب | چلگیا جب تیر ہٹ سکتا ہے کب
لیکے مسکیں نے اشارہ دلربا | دیدیا دل کر کے پہلو سے جدا
دلربا لاکھوں خریدے بیچے دماغ | اک کلی دیکر لیا پھولوں کا باغ
خلق دے مخلوق پر جان بے عنا | عشق خالق میں نہ ہو کیونکر فنا
شمع پر پروانہ ہو جل کر فنا | عاشقان حق نہ ہو کیونکر فنا
حسن یوسف عکس حسن حق ہے یار | حسن حق پر کیوں نہ ہو عاشق نثار
گوی شو میگرد در پہلوئے صدق | غلط غلطاں در خم چوگان عشق

نے کبھی ہنستا نہ کرتا بول چال | غم کے کو نہیں پڑا اور تھا نڈھال
اندر اندر کھا کے رنج یار سخت | رفتہ رفتہ ہو گیا بیمار سخت
جھٹ بلا کر ایک خدمتگار کو | یوں کہا جا پوچھ اس بیمار کو
آ کے خدمتگار نے بعد از سلام | میر کے لڑکے کا پہنچایا پیام
تیری فرقت میں ہوا بیمار میں | اب کوئی دم کا ہوں مہماں یار میں
لوٹ کر کے میرزادے کا غلام | آیا اور بیمار کا لایا پیام
یعنی نوکر کو کہا جا جلد تر | کہدے اس دلدادہ سے اس طور پر
دل قرار رہتا ہے گر مجھ بن اداس | بھیجدیتا کیوں نہیں دل میرے پاس
سن کے عاشق نے پیام دلربا | ٹھہر دروازہ پہ نوکر کو کہا
وہ طبق سربستہ لیجا کر ضرور | جلد رکھنا میرزادے کے حضور
جا کے دیکھا ہے طبق رکھا ڈھکا | اور زمیں پر اک طرف لڑکا پڑا
وہ طباق اسجا سے جلدی سے اٹھا | میر کے لڑکے کے جا آگے دھرا
اس طبق کو دیکھا جو رومال اٹھا | دل تڑپتا پایا اس میں برملا
وہ تو دل کو دیکھ کے راحت پا گیا | دلکو اس کے بھی مگر تڑپا گیا
پھر کہا خادم کو جلدی دوڑ کر | جا کے اس جانباز کی لا تو خبر
یعنی وہ دلدادہ لڑکا مر گیا | جانکو جاناں پہ قرباں کر گیا
عشق اپنا کام کر کے چل گیا | گلبن نو ہائے گل میں مل گیا
اپنے کہنے سے پشیماں ہو کے وہ | ہو گیا بیہوش بس رو رو کے وہ
عاشق صادق تھا اور اہل کمال | دیدیا دلبر کو جو دل بے ملال
اک اشارے میں دیا دل بیخلل | کر گیا اس شعر پر گویا عمل
جبکہ ہو عاشق مجازی کا یہ حال | کیوں نہ مٹے جاں عاشقان ذوالجلال
عشق مولی کچھ نہیں لیلی سے کم | کیوں نہ ہوں مجنوں میں سیر یکقلم
حسن یوسف پر زنان مصر مست | ہو کے کاٹیں جا بجا لیموں اپنے دست
عاشقان صورت و وہم و خیال | کب ہوں مثل عاشقان ذوالجلال
عشق حق میں تو جو دے اک جانکو | پاوے بدلا دس سے لیکر سات سو

عشقہائے کز پئے رنگے بود ۔ عشق نبود عاقبت ننگے بود
پھر تھرا کر گر پڑی بے ہوش ہو ۔ آہ بھر کر رہ گئی خاموش ہو
شیخ نے اسکو پکارا اے کنیز ۔ بولی لبیک اے سُرِیّ باتمیز
نام جو لیتی ہے میرا بر ملا ۔ مجھ کو جانے ہے کہاں سے تو بتا
غم میں اس کے عشق کے کھیلی ہے نرد ۔ آپکو کھو کرکے پایا اس کو فرد
شیخ بولے مانا میں عاشق ہے تو ۔ پر بتا ہے کون تیرا ماہرو
کونسے محبوب کی عاشق ہے تو ۔ کونسے مطلوب کی شائق ہے تو
کون سے ہے شعلہ رو کی سوختہ ۔ ہے تو کس تیر نگہ کی دوختہ
کونسے ہے سرو قد کی پائمال ۔ عشق میں کس ماہ کے ہے تو ہلال
زخم خوردہ ہے تو کس چوگان کی ۔ گیند کی جو ہے جو غلطاں ہر گھڑی

حضرت تحفہ بغم پر سینہ چاک ۔ کہہ چکی جب یہ حکایت دردناک
بعد ساعت کے جو آیا اسکو ہوش ۔ پھر وہی نعرہ تھا اور جوش و خروش
یوں کہا پھر شیخ نے اے باادب ۔ کیا مرا جانے ہے تو نام و لقب
بولی جیسے دوست کو جانا ہے میں ۔ اس سے اس کو خوب پہچانا ہے میں
کھل گئے سب دل میں اسرار جہاں ۔ ہے نہ کوئی بھید اب مجھ سے نہاں
کر ذرا روشن ترا ہے کون ماہ ۔ کونسے بت نے تری ماری ہے راہ
کونسے دلدار پر مائل ہے تو ۔ کسکی تیغ ابرو کی کمال گھائل ہے تو
ہے تو کس شیریں دہن کی تشنہ لب ۔ ہے تو کس چاہ ذقن میں غرق اب
پیچ میں آئی ہے کس کاکل کے تو ۔ ہے نشہ میں بیچ بتا کس نل کے تو
کونسے شمشاد کی قمری ہے تو ۔ کونسے آزاد کی قیدی ہے تو

بیان کردن بی بی تحفہ معشوق و محبوب خود را کہ محبوب من معبود برحق و قادر مطلق است

کون سے گل کی ہے تو بلبل بتا ۔ کون ہے محبوب تیرا گل بتا
عرض کی تحفہ نے اے قطب زماں ۔ ہے مرا محبوب خلاق جہاں
یعنی جس نے کردیا ہے بے قصور ۔ حرف دو سے دونوں عالم کا ظہور
عشق سے پرجان جسنے کی مجھے ۔ یاد میں اپنے بہر مو کی مجھے
مجھ کو اپنے سے تنہا سا کر دیا ۔ نور عرفاں سے مرا دل بھر دیا

خالق کونین پر عاشق ہوں میں ۔ مالک دارین کی شائق ہوں میں
دل دہندہ ہی کی دلبر وہ ہوں میں ۔ اپنے اسجاں بخش کی مردہ ہوں میں
ہوں دہندہ آبرو کی اشک ریز ۔ اپنے عزت بخش کی ہوں خاک بیز
اپنے اسیر آب سرو گل ہوں میں ۔ گاہ قمری اور گہے بلبل ہوں میں
جسکی وحدت کی ہے کثرت جلوہ گاہ ۔ جسکی یکتائی کا شہد اللہ گواہ
ہے وہی معبود برحق میرا دوست ۔ ہے وہی موجود مطلق میرا دوست
ہے مرا محبوب مطلوب و حبیب ۔ جو ہے مجھ سے بھی بہت میرے قریب
جسکی پی کرکے مئے حیرت زمین ۔ ہے پڑی بدمست بیجان و خزیں
جسکے جام عشق سے ذرات مست ۔ فرش تلے عرش موجودات مست
ہے جو محبوبان عالم پر یہ نور ۔ ہے اسی کی پرتو کا سب ظہور

دلربا جسنے دیا دل اس کو میں ۔ آپ کو چھوڑا گئی مل اس کو میں
اپنی ہستی بخش پر ہوں میں فنا ۔ میری ہستی میں ہے وہ جلوہ نما
اپنے ہوں افروختہ پر سوختہ ۔ اپنی شادی پر ہوں غم اندوختہ
ہے مرا محبوب دو عالم کا رب ۔ جسکی پاکی بولتی ہے خلق سب
ذات برحق بادشاہ بیبدل ۔ فرد مطلق لایزال و لم یزل
ہے مرا محبوب سر کن فکاں ۔ جان عالم جان جاں روح جہاں
ہے مرا معشوق وہ بلاشبہ شک ۔ عشق میں جسکے ہے سرگرداں فلک
ہے نشہ میں جسکی عبدیت کے چور ۔ آدم و جن و ملک حور و قصور
ہے وہی دلبر مرادہ ہی حبیب ۔ اور سوا اسکے نہیں کوئی حبیب
حسن محبوبان عالم سر بسر ۔ عکس حسن حق ہے یوں خود سنگ پر

19

جس پر اندوده ہے یہ خوبی خلق   عکس محبوبی ہے محبوبی خلق
اڑ گیا جب زر ہوئی ظاہر مسی   اسکے عاشق پر جب آتی ہے ہلسی
سایہ اپنے اصل کو جب چل گیا   خاکیں عشق مجازی رل گیا
ہووے گر عاشق مجازی کو کچھ عقل   ساتھ اس سایہ کے کرتا ہے نقل
سایہ تو جا اصل میں اپنے ملا   عشق حقیقی اسکو حاصل ہو گیا
جب حقیقت دیکھ لی اندر مجاز   تب حقیقی عشق میں کر ترک و ناز
یعنی جب معشوق اسکا مر گیا   بے وفائی اپنی ظاہر کر گیا
ہو گئی باہر بدن سے روح جب   ہو گیا عشق مجازی سرد سب
چشم وگوش وچہرہ سب موجود ہے   عشق تھا جس پر کہو وہ کیا تھی شے
پرتوہ حسن حقیقی کا وہ تھا   جس پہ یہ عاشق ہوا تھا مبتلا
پرتوہ سب اصل کو اپنے گیا   رہ گیا عاشق بچارہ دیکھتا
کھل گئی جب آنکھ تب فریاد کی   عشق ناقص میں عمر برباد کی
اصل اور سایہ میں سمجھا کچھ نہ فرق   چھوڑ دریا کو ہوا قطرہ میں غرق
دیکھ کرکے عکس خود دیوار پر   غش کیا اور کی نہ سورج پر نظر
آئینہ میں دیکھ کر عکس حبیب   اصل صورت سے رہا تھا بے نصیب
جب خیال ماسوا باطل ہوا   عشق حقیقی تب اسے حاصل ہوا
عشق برمردہ نباشد پائدار   عشق را برحی و برقیوم دار
عشق زندہ در روان و در بصر   میشود ہر دم ز غنچہ تازہ تر
عشق مردہ پر نہیں ہے پائدار   زندہ اور قائم کا کر عشق اختیار
عشق زندہ کا ہو ہر دم تازہ تر   دل میں اور آنکھوں میں باصد کروفر
ماسوا حق کے جو کچھ موجود ہے   شکل ہستی ہے ولے نابود ہے
بند کر آنکھوں کو کر دل سے نظر   ہے وہی محبوب ہر جا جلوہ گر
غیر ہی کب ہے وہ ہے موجود یار   اول و آخر نہان و آشکار
ہے حقیقت میں نہیں جز ذات ایک   دو نظر آتے ہیں احول کو ولیک
۲۰ احولی کو دور کرکے کر نظر   ہے وہی خورشید ہر جا جلوہ گر
ہیں اسی دریا کی سب موجیں ضرور   گرچہ رنگارنگ ہے ان کا ظہور
شمع گر لاکھوں تجھے آویں نظر   ایک سا ہی جب نور ہر جاوے نظر
ہے ہزاروں آئینوں میں شکل ایک   عقل اس کثرت سے حیراں ہے ولیک
آئینوں کو دیکھ کرکے رنگ رنگ   عقل جزوی اس نکتہ سے ہے دنگ
پوچھے آئینوں کی کثرت سے نو گر   حق کے اسماو صفات ہیں جلوہ گر
دس عدد ہوں یا ہزار ہوں یا کہ سو   ہر اک ان کا ایک سے خالی نہو
وہ نہیں جسمیں نہیں وہ جسمیں ہو   وہ بھی ہے ناچیز اے اعداد جو
یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے ہیں نہ تو   ہے وہی نور منزہ چار سو
ذرہ کہ دو نہ پڑھ اور دو نجان   جان اسمیں آپکو محو نہان
اس سے زیادہ کہہ نہیں سکتا ہوں میں   ہے یہی بہتر کہ چپ رہتا ہوں میں
ہے ہما ے وحدت اب پرواز پر   آ گرے کب دام سخن میں اے پدر
قطرہ میں دریا سماوے کس طرح   ذرہ میں خورشید آوے کسطرح
باد اندر مشک آسکتی ہے کب   آگ بلبہ میں سما سکتی ہے کب
کوہ کو کیونکر اٹھاوے برگ کاہ   نور میں ظلمت کو ہو کسطرح راہ

رجوع بقصہ

شیخ سری یہ سخن تحفہ سے سن   رہ گئے حیران وتشنہ بے سخن
سنکے اس سے بلبل میٹھے کلام   قند وحدت سے ہوئے شیریں کام
کرکے اس سے گوہر معنی گوش   شربت توحید کو بس کرکے نوش
یوں کہا قیدی تجھے کس نے کیا   روئی اور رکھ ہاتھ یہ دلبر کہا
جاہلوں نے کرکے باہم مشورہ   بند مجھ آزاد کو بس کر دیا
بعد ازاں اک ادھر کو گر پڑی   شیخ نے جانا گئی مر اس گھڑی
ہوش جب آیا تو پھر اس نے پڑھے   چند شعر اپنے مناسب حال کے
دیکھ اس کی حالت مضطر کو شیخ   اور سن کر قصہ بے سر کو شیخ
صاحب بیمار خانہ سے کہا   بہر حق کر اس ولیہ کو رہا

اس گرفتار محبت کو تو چھوڑ
آہوئے صحرائے وحدت کو تو چھوڑ

قید سے تو چھوڑ اس بے قید کو
تا نہ برلائے حق امید کو

کر تو آزاد دو عالم کو آزاد
دو جہاں میں تا کرے حق تجھکو شاد

سنکے اسنے طوق اور زنجیر توڑ
انکے کہنے سے دیا تحفہ کو چھوڑ

پھر کہا یوں شیخ نے اے خستہ جاں
اب چلی جا تیرا دل چاہے جہاں

عرض کیا تحفہ نے اے والا گہر
میرے جانب کا ٹھکانا ہے کدھر

قید میں ظاہر کی ہیں کیا قید ہوں
قید باطن کی ولے پابند ہوں

شبلی معنی ہو نہیں آزاد دو کون
بند کر سکتا ہے اب مجھ کو کون

طوق زنجیر اور یہ زنداں میرے اب
اک اشارہ میں فنا ہوتے ہیں سب

کیا نہیں تم نے سنا ہے خوش خصال
قید میں منصور کی قوت کا حال

حکایت حضرت شیخ منصور رحمہ اللہ

قید میں جسدم کیا منصور کو
فانی حق غرق بحر نور کو

ساتھ اس کے تھے تین سو اور چند
اپنے اپنے جرم کی شامت سے بند

بولا منصور ان کو تم سے بند توڑ
تم اگر چاہو تو دو نمیں سبکو چھوڑ

یوں کہا سب نے یہ گر ممکن ہے جو
کیوں نہیں دیتے خلاصی آپ کو

یوں کہا مجھ کو شریعت کا ہے پاس
قید حق میں ہوں نہیں مجھ کو ہراس

ہاں اگر چاہو تو دوں میں تمکو چھوڑ
اک اشارے میں تمہارے بند توڑ

پھر اشارہ جو کیا انگشت سے
بند دست و پا سے انکے گر پڑے

قیدیوں نے آپکو دیکھا جو خاص
بند اور زنجیر سے بالکل خلاص

عرض کی سب نے کہ اے شیخ بلند
کس طرح جائیں در زنداں ہے بند

اور ہیں درباں دروں پہ مستعد
پہرے اور چوکی کے اوپر مستعد

یوں کہا منصور نے پھر کیا ہے ڈر
کہہ کے یہ اور کی سوئے زنداں نظر

شیخ کے کرتے ہیں زنداں پر نظر
ہو گئے پھٹکر کے دیوار و نمیں در

پھر کہا اب جاؤ تم سارے نکل
اپنے اپنے گھر کو جاؤ بے خلل

بولے سب تم کیوں نہیں چلتے ہو گھر
یوں کہا جانا ہے مجھ کو دار پر

ہے مرے سینہ میں اک سر نہاں
دار پر جا کر کروں گا میں عیاں

بعد اس کے حکم سے دلدار کے
ٹکڑے ٹکڑے ہونگے جسم زار کے

اس طرح میں بھی ہوں حکم حق میں بند
امر تلخ اسکا ہے مجھ پر مثل قند

میرے پیارے نے مجھے اے ہوشمند
کر دیا ہے بند میں بندہ کے بند

اس مرے محبوب نے کر دی مجھے
اپنے اک بندے کی ہیں بندی مجھے

اس کی مرضی پر رہونگی دلسے بند
ہو چلا میرا یہاں گر بند بند

گر مرا مالک ہو راضی جاؤں گی
ورنہ صابر ہوں نہ میں گھبراؤں گی

شیخ سری نے کہا ہنسکر کہ یوں
ہے عجب تو نکتہ داں اے ذوفنوں

اس سخن سے ہو گیا اب آشکار
ہیں ہوں مجنوں اور تو ہے ہوشیار

ملاقات شدن شیخ سری سقطی از تاجر مالک تحفہ

شیخ اور تحفہ بہم آپس میں باز
کر رہے تھے گفتگوئے راز و ناز

تاجر دل خستہ سینہ سوختہ
پشت خم غصہ سے سینہ دوختہ

آگیا باہر سے اندر ناگہاں
جانب زنداں بندی بے اماں

آکے داروغہ نے یوں اس سے کہا
ہے کہاں تحفہ کہا اندر ہے جا

پاس اس کے بیٹھے ہیں حضرت سری
سنکے یہ خوش ہو گیا وہ اس گھڑی

شیخ کو دیکھا تو بس خرم ہوا
فکر سے تحفہ کے دل بے غم ہوا

بولا برکت سے دعا کی ان کی اب
مشکلیں آسان ہونگی میری سب

بعد تسلیم و ادب ہو چشم تر
رکھدیا پھر شیخ کے پاؤں میں سر

شیخ بولا ہوش کر اے باتمیز
مجھ سے سو درجہ ہے بہتر یہ کنیز

ہے ادب مجھ سے گدا کا بے شمار
شاہ معنی کو کیا ہے و خوار

لائق تعظیم پر تو ہو ستم
اور ہو نالائق معظم محترم

ابلہاں تعظیم مسجد می کنند
در جفائے اہل دل جد می کنند

کب سے مسجد جز درون اولیا
کیونکہ ہے واں جلوہ فرما کبریا

٢١

گیا نظر بندی ہے اے دانائے راز
چاہ کو جانے ہیں راہ اور رہ کو چاہ
غم کو شادی جانیں اور شادی کو غم
سہل کو مشکل کہیں مشکل کو سہل
خلق جسکو جانتی سردار ہے
اس کنیزک کو کہ ہے سلطان جان
جان کو اپنی ستاتا ہے کوئی
گر بیاں اس کی حقیقت مجھ سے تو
ہو گئی ہے کب کب سے یہ زحمت اسے
اشک سے لعل و گہر کرئے نثار
سنیئے مجھ سے قصہ تحفہ بہ ہوش
کان دیجے تا مرے دلکا دھواں
۲۲ خلق کا دیکھا وہاں اک اژدہام
بکتا ہے اک شاہد خورشید فام
وصف اس گلرو کا جب مجھ پر کھلا
الغرض میں بھی عزیمت کر بڑھا
نور کا پتلا عجب دیکھا عیاں
سب سے آگے بڑھ کے آخر میں کہا
لے لیا میں مول آخر کو بجاں
خوبی و حرفت کا تھا پس اسکے غل
شوق کی پیکر کے اکدن بنگ کو
تھا زباں پر یہ کہ ہے فریاد رس
چارہ بیچاری کا بیکس کا رفیق
دادِ دہندہ بیدلاں عاشق نواز
پردۂ دلمیں مرے لی تونے جا

باز کو پشہ کہیں پشہ کو باز
شاہ کو مسکیں کہیں مسکیں کو شاہ
نم کو دریا سمجھیں اور دریا کو نم
اہل کو نااہل نااہلوں کو اہل
پیش اہل دل ذلیل و خوار ہے
کس لئے رکھا ہے خوار و ممتحان
خاک میں زر کو ملاتا ہے کوئی
اول اور آخر سے یکسر مو بمو

ہے عجب دنیا کا یہ برعکس کار
نیک کو جانیں ہیں بد اور بد کو نیک
خوار کو سلطان سلطاں کو ذلیل
عاقلوں کو جانتے مجنون ہیں
اور جسے سمجھیں ہیں سب خوار و ذلیل
کیوں کیا اس گلبدن کو خوار و زار
کیوں اس آزاد دو عالم کو کیا
حال کیا رکھتی تھی اور کیدھر رجوع

بیان نمودن تاجر حال تحفہ را رحمہا اللہ

عشق کے کہیے در تحفہ بگوش
نکلے راہ گوش سے کچھ تو اس آن
گر رہی تھی قند پر جیسے ہوام
جنتی تحفہ ہے تحفہ اس کا نام
دل میں پھول اسکی تمنا کا کھلا
بہر تسخیر پری آگے بڑھا
جسکی ہے تعریف میں قاصر زباں
اس کی قیمت دونگا میں سب سے سوا
فتنہ دوران آشوب زمان
خاطر عالم رہی تھی اسپہ ڈھل

سنیے ساتھ اس کے کہانی تو مری
ایکدن پھرتا تھا میں بغداد میں
ایک سے پوچھا میں کیوں ہے یہ ہجوم
دیکھ اس کو شمع رو و گلبدن
جلوہ آں ماہرخ از راہ گوش
دیکھا رخ اسکا تو پایا جلوہ گر
ہیں خریدار اسکے صد ہا پیش پا
یاں تلک لایا کہ جو اندر شمار
آیا خوش ہو کر کے پھر میں جلد تر
سر سے پا رکھتی تھی زیبائی بنا

اظہار شدن عشق تحفہ و زور و شور داد

مایہ بے مایہ کا بیکس کا شفیق
مرہم زخم دلانِ پاک باز
خلق کے در پر مجھے دی تو نے جا

دستگیر ناتواں عاجز نواز
اے مرے دلبر مرے جانکے حبیب
پر ہے تیرے عشق سے سب تن مرا

خار کو جانے ہیں گل اور گل کو خار
ایک کو سمجھیں ہیں سو اور سو کو ایک
دانا کو نادان اور ناداں کو عقیل
اور جو ہیں مجنوں انہیں عاقل کہیں
ہے حقیقت ہیں وہی شاہ جلیل
کیوں کیا اس آئینہ کو پر غبار
قید میں اسکا سبب مجھ کو بتا
یہ جنوں اسکو ہوا کیونکر شروع
کتنی مدت سے ہے یہ حالت اسے
شیخ سے کی عرض تاجر نے کہ یار
اس بلائے ناگہانی کو مری
آ گیا اک کوچہ بیداد میں
ہے کہا اک فتنہ تحفہ کی دھوم
سب گئے ہیں بلبل و پروانہ بن
بر دراز تاجران و عقل و ہوش
کان سے بہتر ملی مجھ کو نظر
قیمت اس کی کرتے جاتے ہیں رسوا
آئے درہم اسکی قیمت بیس ہزار
خانہ ویران گر کو لیکر اپنے گھر
پر عیاں چہرے سے سودائی بنا
تھی لگی گانے بجانے چنگ کو
کون تجھ بن بے بس و بیکس کا کس
مستغیث عاجزان چارہ ساز
ہے مرے نزدیک دوروں کے قریب
خلق کے ہاتھوں میں ہے دامن مرا

بندگی تیری ہے میری زندگی ۔ غیر کا کر دفع بند بندگی
دو جہاں کا دل سے میرے غم گیا ۔ تخم الفت تیرا دل میں جم گیا
بیکسوں کا تو ہے کس بیکس ہوں میں ۔ دستگیری کر کہ بس بیبس ہوں میں
کہہ کے یہ پھر بے تحاشا رو پڑی ۔ کھولدی منہ کا نسے مرجان کی لڑی
ماسوا کی آرزوئیں توڑ دیں ۔ آرزوئیں دل سے اپنے چھوڑ دیں
بول اٹھا ہر ایک کسی سودا سے آ ۔ سر میں اس زیبا کے سودا اڑ گیا
عشق کا مارا کسی نے اس کو تیر ۔ پار دل کے ہو گیا سینہ کو چیر
پر ہوا روشن نہ وہ ہے کون ماہ ۔ کونسے بت نے ہے مارا اس کو آہ
گذرا اس حالت میں اسکو ایکسال ۔ کھانا اور پینا تھا اس پر سب وبال
انس رکھتی تھی غم بے ڈھب سے یہ ۔ بھاگتی تھی مثل وحشی سب سے یہ
آہ نالہ سے اسے الفت کمال ۔ اپنے بیگانے سے تھی وحشت کمال
گاہ سر ہنتی تھی دیواروں سے پھوڑ ۔ گاہ جا جنگل میں دروازں کو توڑ
نوچتی تھی گاہ اپنے سر کے بال ۔ گہہ طمانچوں سے کرے تھی منہ کو لال

ہے قسم تیرے جمال پاک کی ۔ دام غم میں تیرے جیسے ہیں پھنسی
ہر رگ و پے میں سمایا ہے تو ہی ۔ غیر کی تجھ میں نہ گنجائش رہی
ہاتھ سے اس کے تو کر مجھ کو خلاص ۔ کر مجھے اپنے کرم سے اپنا خاص
بعد ازاں اٹھ کر کے توڑا ساز کو ۔ اور کیا رونا شروع اور ہائے ہو
جو کوئی اس محفل دلکش میں تھا ۔ تاجر اور ساتھ اسکے سب چھوٹا بڑا
تیر عشق پھینکا کسی خوش ماہ نے ۔ زخم کھایا اسکی جاہ آگاہ نے
لیک کی ہر چند سب نے باہنر ۔ جستجو اسباب کی ادھر ادھر
ماری تیغ عشق کس معشوق نے ۔ زخم دل کھایا جو اس معشوق نے
عیش دنکو تھا نہ سونا رات کو ۔ لب یہ خنداں نے زباں سے گفتگو
تھی گریباں سے عداوت ہاتھ کو ۔ تار دامن میں نہ چھوڑے بات کو
شور افغاں کی کبھی تھی دھوم دھام ۔ گاہ خاموشی سے رکھتی تھی کلام
رات بھر ہنستی تھی یا روتی تھی یہ ۔ تجکو سونے دے نہ خود سوتی تھی یہ
کام تھا گریہ ہے اسکو روز و شب ۔ جان میری اس سے آئی ہے بلب

۲۳

مقید کردن تحفہ را در بیمارستان و بیان زور شور او در غلبہ عشق آلہی نو

گرچہ تدبیریں کریں میں سو ہزار ۔ ایک نے بھی پر کیا اس پر نہ کار
کر کے بس آہن ولی سب نے بدوق ۔ کر دیا اس ماہ کو زنجیر طوق
اشک آنکھوں میں لبوں پر تھی فغاں ۔ عاشقانہ تھی غزل منہ سے عیاں
جیسے ابنا تک وہ ہی دیوانی ہے یہ ۔ عقل و حس اپنے سے بیگانی ہے یہ
کھانا پینا ترک اس کا ہو گیا ۔ خواب اور آرام اس کا سو گیا
نقل غم اس کا ہے رونا ہے شراب ۔ لوٹنا جگنا ہے بیہوشی ہے خواب
ہے جنوں پر اپنے دیوانی سدا ۔ عقل سے رہتی ہے بیگانی سدا
ہو ہے روشن جس جگہ شمع بلا ۔ اپنے دل سے پروانہ جان کو جلا
ہے محبت اس کو وحدت سے سدا ۔ دشمنی رکھتی ہے کثرت سے سدا

جبکہ بگڑا اور بھی اس کا مزاج ۔ بند کرنا ٹھہرا آخر کو علاج
چشم سے جاری تھا اسکے خونکا نال ۔ پڑھ رہی تھی شعر اپنے حسب حال
جس کا سب مضمون سوز و درد تھا ۔ گریہ و افغان و آہ سرد تھا
دشمنی ہے خویش داری سے اسے ۔ ہمدمی ہے آہ و زاری سے اسے
کھا کباب دل لگی ہے بھوک اگر ۔ جب پیاسی ہو پیئے خون جگر
راحت اور آرام اس پر شاق ہے ۔ اور تڑپنے لوٹنے میں طاق ہے
اگر ہنسے تھوڑا بہت روتی ہے یہ ۔ رنج و غم پر اپنے خوش ہوتی ہے یہ
غش ہے اپنی بیخودی مستی ہے یہ ۔ مرتی ہے نت نیلسنی پستی ہے یہ
اپنی حیرانی کی یہ مشتاق ہے ۔ شور و غل میں شہرۂ آفاق ہے

اسکی آنکھونکو ہے نت رونے سے عشق
اشک کو مثل خودی دھونے سے عشق

اور جو پوچھو سب مری پونجی ہے یہ
گنج دولت کی مرے کنجی ہے یہ

رکھتا تھا امید نالوں میں بلفور
ہم مثل قیمت کے اس پر سود اور

رکھتی ہے ظاہر جو یہ حسن و جمال
اس سے زیادہ اور ہے اسمیں کمال

شیخ بولے اسمیں کیا ہے وہ ہنر
جس سے اسکی ہے یہ قیمت اور قدر

فن موسیقی میں رکھتی ہے کمال
قال سے اسکی ہو عالم اہل حال

ذوق میں آکرکے یہ گاتی ہے جب
مست ہوتے ہیں در و دیوار سب

واسطے نغمہ کے جب کھولے زباں
جا کے آتی ہے تن مردہ میں جاں

ہاتھ میں جب ساز کو لیتی ہے یہ
صوفی اک عالم کو کر دیتی ہے یہ

جب بلند کرتی ہے یہ آواز کو
ہوتی ہے برپا قیامت چار سو

اسکی اس حالت نے اے والا خطاب
کر دیا ہے عیش میرا سب خراب

باہمہ حال اسکو میں سوز دو نار
ہے خریدا دیکے درہم بیس ہزار

کیونکہ رکھتی ہے یہ اک کامل ہنر
جس سے اسکو چاہتا ہے ہر بشر

جس سے زیادہ خلق میں اسکی ہے دھوم
شوق کا خلقت کی ہے اس پر ہجوم

یوں کہا ہے مطربہ گاتی ہے یہ
دل کو اک نغمہ میں لیجاتی ہے یہ

جو کوئی آواز کو اس کی سنے
ذوق سے دو دو پہر سر کو دھنے

لحن داؤدی اسے حق نے دیا
اور دم عیسیٰ اسے حق نے دیا

بلبل روح اسکا سن آواز چنگ
جائے گلزار ارم کو بے درنگ

مرغ دل پراں ہو جب کھولے زباں
ہو صدا سے اسکی حیران کل جہاں

اور سوا اسکے ہیں جو اس میں کمال
اس سے واقف ہے خدائے لایزال

پرسیدن شیخ سری سقطی از تحفہ مطربہ حقیقت حال او

سکے سری نے کہا تحفہ سے یوں
سچ ہے کیا تاجر بیاں کرتا ہے یوں

حال دل کچھ تو بھی کر اپنا بیاں
دست بر دل دیدہ تر کھولی زباں

روئی اور ہنسکر کہا اے شیخ دیں
سچ کہا تاجر نے گرچہ سچ نہیں

کہتا ہے اپنی سمجھ کی ہر کوئی
حال سے میرے نہ واقف ہر کوئی

یعنی کی حق نے مرے دل سے کلام
تھی زباں محبوب اپنی استقام

لے لیا بس کو جیہ الفت کو میں
پر نہ چھوڑا اس در دولت کو میں

سب گناہوں کو مرے کرکے معاف
کی عطا جنت مجھے بے اختلاف

فضل سے حق کے ہوئی مقبول میں
سیر باغ وصل میں مشغول میں

جسکے معنی میں نے ہندی میں لکھے
پھر کئی اشعار عربی کے پڑھے

کر لیا حق نے مجھے پاک اور قبول
بعد فرقت کے ہوئی قربت حصول

ہو گئی حاضر پکارا جب مجھے
جو کہا مانا میں رغبت سے اسے

ہو گیا وہ وارث ہر دو سرا
ایک جنت تا کیا جو اس کا ہو رہا

زہد ناقص تلخ و تیرہ مثل قند
لطف حق نے کر لیا مجھ سے پسند

ذکر عطاء بی انتہائے الٰہی در عبادت بندگان خود

زہد نا مرغوب ناچیز و حقیر
فضل سے لکھی اسے نعمت کثیر

ہے یہ فضل و لطف اسکی ذات میں
پونچھ لیکر دے ہے موتی ہاتھ میں

سنگریزہ لیکے دے لعل و گہر
لے ہے مشت خاک دے ہے سیم و زر

نے گل پژمردہ دے گلشن تجھے
بدلے اک دن کے دے خرمن تجھے

لیکے تجھ سے کوزۂ آب خراب
جام کوثر دے ہے یا مشک و گلاب

سجدۂ سر جو نہیں جز خاک و خوں
بدلے اسکے دے ہے قرب بیچگوں

چشم نم لے دے بہم رحمت تجھے
آہ دل لیوے دم وصلت مجھے

بدلے اک دینار کے دے کان زر
لیکے شاخ خشک دے بستان تر

لے ہے گندہ بیر دے حور و قصور
لے دو قطرہ اشک دے دریائے نور

لیکے دے نعمائے جنت نامراد
ہیں جو اعمال جوارح خاک باد

دل کے بدلے جان جان کون جان
دست تا بالا و پردے اور زباں

لطف لحساں کا ہو اس کسے کب بیاں
بخشدے ادنیٰ کو اک ملک جہاں

تخت پر بخشش کے جو ہو جلوہ گر
بندۂ عاجز کو بخشے تاج سر

پشہ کو شہباز کے دے بال و پر
رو نہ سکیں کو طاقت شیر نر

ذرہ کو خورشید کر دیتا ہے وہ
قطرہ ہیں دریا کو بھر دیتا ہے وہ

وہ ہوا اس کا جو اب اسکا ہوا
وہ ہوا اسکا تو سب اُسکا ہوا

ہوش کر اے یار سہر وصل جاں
مرزعہ دنیا ہے کچھ بولے یہاں

چند ایام اندر عمر مستعار
کر کے طاعت لے حیات پائدار

وہ حیات جاوداں بے انتہا
گرد جس کے نیستی ہر گز نہ جا

پیش عقبیٰ دنیا اک ساعت ہے بس
ایک ساعت وہ بھی بیراحت ہے کبس

ہے کہاں افسوس تیری ہوش و عقل
سانس تیری رائیگاں کرتی ہے نقل

مت گراں انفاس خوش کو خوار و زار
غفلت و نسیاں سے بچ رہ ہوشیار

تین دن کے عیش پر مت ہو تو شاد
آخر ہو مثل عقیمہ نامراد

خوش تو سب چھوڑ کر مر جائے گا
جز ندامت کے نہ لیکر جائے گا

تو حیات جاوداں چاہے اگر
پہلے مر مر نیسے جاگا ورنہ مر

آفریں جاں کو جو اسکی رہ ہیں جا
مرحبا سر کو جو ہو اس پر فدا

مرنا اس رہ ہیں ہے رشک زندگی
ہے یہ مرنا زندگی پائندگی

عہد و پیمان ازل کو یاد کر
ذکر حق سے ملک دل آباد کر

غفلت و نسیاں سے رہ تو دور تر
پاس کر انفاس کا اے بیخبر

پاسبان ذکر کا رکھ زور و شور
تا نہ آجائے کہیں غفلت کا چور

ایک دم نسیاں اگر تجھ کو ہوا
عمر کی دولت سے لیجا گا چورا

ایکدم غافل نہ رہ کر ذکر حق
تا نہ آئے غیر ذکر و فکر حق

غیر حق کو دلسے اپنے دور کر
نور کے جلوہ سے دل معمور کر

ذکر کر مذکور تا ہووے عیاں
نی کہ ہو جس ذکر سے جاری زباں

ذکر تن طاعت ہے ذکر دل حضور
ذکر سری نور ہستی سے نفور

ہے مشاہدہ حق کا ذکر روح یہاں
رویت اور دیدار ہو اُس دن وہاں

ذکر لفظی عارضی ہے اے عزیز
ذکر روحی جوہری ہے اے عزیز

جبکہ تجھ پر ہو عیاں سلطان ذکر
اس گھڑی ہو سر بسر تو کان ذکر

ذاکر اور مذکور ہو جا ایک بار
غیر حق کی کب رہی باقی شمار

ہو ترے دلمیں یہاں جان عیاں
جسکے اک دریا کا قطرہ یہ جہاں

یہ جہاں نم ہے وہ یم بے انتہا
نم کو ہے اس یم سے بس نشو و نما

پیش خورشید کرم اے جان غم
ہیں یہ دونوں ماہ خور ذرہ سے کم

الغرض برق تجلی منہاں
پھونک کر کر دے تجھے بس بے نشاں

بعد اس کے ہو نہیں سکتا عیاں
ہو ترے ہر جز دے جو کچھ عیاں

جب کرے عشق احد دلسے ظہور
میم احمد درمیاں سے ہووے دور

دل سے جسدم عشق کا شعلہ اٹھا
جز احد کے کون اے احمد رہا

بند کر امداد اب آگے زباں
قصہ تحفہ کو کر ہم سے بیاں

رجوع بقصہ و خریدن شیخ سری تحفہ را و منظور نہ کردن تاجر و آزاد کردن تحفہ را

شیخ لے سن دیکھ کے حال و قال
ہائے جب تحفہ ہیں سب تحفہ کمال

خاطر نادر ہیں اپنے باکمال
بو یا ایک اسکی تمنا کا نہال

اور کہا دلمیں کہ ٹوٹوں سے گہر
مول لینا ہے بہت آسان تر

دونوں عالم سے ہے بہتر یہ گہر
اور ہے تاجر طفل ناداں بیخبر

حقہ پر لعل سر بستہ ہے یہ
لے تو اسکو کھولدے زر کی گرہ

گرچہ تیرے پاس اک درہم نہیں
لطف حق کا بھی مگر کچھ کم نہیں

شیخ نے پھر اٹھ کے تاجر سے کہا
بیچ ہیں تحفہ کو دوں اسکی بہا

بیچتا ہے تو اگر لے تا ہوں میں
جو طلب قیمت کرے دیتا ہوں میں

جسقدر زر چاہئے تجھ کو سو لے / لیک تحفہ سیمبر کو مجھ کو دے
عرض کی سنکر کے تاجر نے کہ آہ / ہو گیا ہوں فقر سے میں تو تباہ
میں تو لٹکر ہو گیا اس پر فقیر / کب ہے تم پاس اسقدر دولت کثیر
تم ہو خود مسکیں کہاں تم پاس زر / جو خبر بد ہو گئے اسے اے بہرہ ور
جو کہ نقد و جنس میرے پاس تھا / سب کا سب میں اسکی قیمت میں دیا
ہو گیا محتاج سب کچھ صرف کر / نے کنیزک ہاتھ میں ہے اب نہ زر
یہ رہا نہ وہ میں بیکس رہ گیا / مثل عاشق بیدل و بیدل رہا
آہ صد افسوس اب میں کیا کروں / کس سے جا اپنی مصیبت کو کہوں
شیخ نے اس سے کہا ٹک صبر کر / لاتا ہوں میں اسکی قیمت بے خطر
بعد ازاں اٹھکر کے با آہ و بکا / روتے روتے شیخ اپنے گھر گیا
گھر گئے شیخ اور نہ تھا پاس ایکدانگ / جز دعا و گریہ و افغان و بانگ

مناجات شیخ سری سقطی در طلب قیمت تحفہ رحمہا اللہ

جا کے بس حیران تنہا بیٹھ کر / رات بھر روئے بصد سوز جگر
عرض کرتے تھے کہ اے پروردگار / حال میرا تجھ پہ ہے سب آشکار
پاس میرے کچھ نہیں پر اے جواد / ہے ترے فضل و کرم پر اعتماد
کر دے اسدم اپنی رحمت کی نظر / مجھ غریب و مفلس و نادار پر
کھول گنجینہ کرم کے اپنے در / اور عطا کر تحفہ کی قیمت مجھ کو کر
سرخرو کر مجھ کو تاجر کے حضور / وعدہ کر آیا ہوں میں اس پر ضرور
ہو مرا یارب تو اب حاجت برار / کر نہ مجھ کو سامنے تاجر کے خوار
بہر حق ہو بحر رحمت موجزن / کر مجھے رسوا نہ اندر مرد و زن
شیخ کی سن عجز و زاری دیکھ کر / آگیا دریا کرم کا جوش پر
لوٹتے تھے شیخ خاک عجز پر / ناگہاں ٹھوکا کسی نے آکے در
کھولا دروازہ تو دیکھا اک امیر / بالباس فاخرہ روئے منیر
ہے کھڑا در پہ با آداب تمام / اور شمع روشن لئے ہمرہ غلام
اور کئی ہمراہ خادم باادب / تھیلیاں پر زر لئے ہاتھوں میں سب
کون ہے پوچھا دیا اسنے جواب / ہوں میں احمد بن مثنیٰ اے جناب
شیخ نے اس سے کہا اسوقت تو / کسلئے آیا کہا اے نیک خو
مجھکو اس رات اے ولیِ باخدا / خواب میں یوں پہنچی ہاتف کی ندا
یعنی لیکر چند زر کی تھیلیاں / جا کے سری کی نظر کر اس زماں
دیکے سری کو کر اسکا جی خوشی / جان تو اس کی خوشی میری خوشی
آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں میں / ہو یہ مقبول اب جو کچھ لایا ہوں میں
شیخ نے سن مژدہ راحت فزا / سجدۂ شکر حق کی نعمت کا کیا
صبح ہوتے ہی ادا کر کے نماز / باہر آئے شیخ با شوق دراز
میر کو لے ساتھ اپنے باشرف / لیگئے تشریف تحفہ کی طرف
ہاتھ احمد کا پکڑ اک آن میں / لیگئے اسکو بیمارستان میں
دیکھا جو صاحب بیمارستان کو / بیٹھا ہے آنکھیں لگائے چار سو
شیخ کو دیکھا تو کہہ کر مرحبا / عرض کی آؤ کہ اب مجھ پر کھلا
یہ کہ درگاہ خدا میں بے گماں / قرب تحفہ رکھتی ہے یہ قدر شاں
غیب سے کل آئی مجھ کو یوں ندا / بے شبہ تحفہ ہے مقبول خدا
چاہتی ہے رب کو وہ اور اسکو رب / فضل رب کا اسپہ ہے ہر روز و شب
ہے خدا کا قرب اسکی جان میں / نور و عظمت اسکو ہے ہر آن میں
شیخ کو دیکھا تو تحفہ رو پڑی / اور یہ کی اس سے مناجات اسگھڑی
یعنی خوش بیٹھی تھی میں اے کبریا / تو نے عالم میں مرا شہرہ کیا
حال سے میرے کوئی واقف نہ تھا / وصف کا میرے کوئی واصف نہ تھا
خلق میں مشہور کر کے اے خدا / کر دیا مجھ کو بلا میں مبتلا
بند محکم میں ہے جو ہے مشتہر / ہے یہ بند آہن سے بھی بس سخت تر
خلق میں جو ہو گیا مشہور تر / کھل گئے سو آفتوں کے اسپہ در
غیرت و رشک و حسد غصہ و خشم / بغض و حرص و دشمنی کینہ و خشم

۲۶

ہر طرف سے اس کے اوپر کر ہجوم
آن کر برسے ہے جیسے ابر جھوم

مرکز عزلت ہو گمنامی کی راہ
آفت شہرت سے جب پکڑے پناہ

شب قدر سے قدر کم ہو نیکی پوچھ
عظمت عزلت کو اسم اعظم سے پوچھ

آگیا تاجر بھی اتنے میں وہاں
آنسوؤں کی سیل چہرہ پر رواں

شیخ نے پھر پیش کی ہمیان زر
عرض کی تاجر نے ان کو دیکھ کر

قیمت تحفہ ہے بس اس سے سوا
اس سے اسکو کب کروں دلسے جدا

روکے تاجر نے کہی آخر یہ بات
خواب میں حق نے کہا مجھکو یہ رات

جانسے میری طرف مائل ہے یہ
ہے نہ دیوانی بہت عاقل ہے یہ

اب اگر دنیا کی دولت دو تمام
کب قبول اسکو میں اے نیکنام

اور جو کچھ ہے سیم و زر اسکے سوا
وہ بھی میں نے سب فقیروں کو دیا

حق کی مرضی پر اٹھا تاجر نے گھر
باندھی مولی کے رستہ پر کمر

اور کہا گویا کہ رب العالمین
خوش مرے اعمال سے ہرگز نہیں

مجھ سے راضی ہو تا گر پروردگار
مال میرا ہو تا تحفہ پر نثار

پاس میرے مال و زر جتنا ہے اب
خالصاً للہ دیا میں سب کا سب

الغرض دولت لٹا کر میر نے
رکھا بار فقر سر پر میر نے

گر نواں آفات سے چاہے پناہ
دامن عزلت پکڑ اور امن چاہ

جسنے دیکھی ہو نہ خلوت کی بہار
کیا قدر جانے وہ گمنامی کی بار

قدر اور عظمت اگر چاہے ہے تو
بیٹھ کر خلوت میں گم کر آپ کو

شیخ بولے غم نہ کر آیا ہوں میں
جس کا تو طالب ہے وہ لایا ہوں میں

میں نہیں دیتا ہوں اس تحفہ کو اب
قیمت اسکی دلسکیگا کوئی کب

پھر بڑھائے اور درہم چند بار
بڑھتے بڑھتے پہنچے تا چالیس ہزار

یعنی ہے مقبول حق تحفہ ضرور
پاس میرے خویش بیگانہ سے دور

ہو گیا جب ظاہر اس کا مرتبہ
کر سکے کون اسکا اب بیع و شرا

خالصاً للہ اب میں بالیقیں
کر دیا آزاد تحفہ کے تئیں

کر دیا سب کچھ رہ حق میں نثار
تا کروں حاصل رضائے کردگار

میر نے جو حال تاجر کا سنا
ہاتھ سر پر مار کر رونے لگا

جو رہا محروم اس حرکت سے میں
جل گیا سر تا قدم حسرت سے میں

شیخ سے پھر میر بولا بھر کے آہ
تم رہو اسباب کے میرے گواہ ۲۷

چھوڑ کر کے حشمت و جاہ و سریر
راہ میں حق کی میں ہوتا ہوں فقیر

دل سے اپنی سب مرادیں توڑ کر
باندھی مولی کی مرضی پر کمر

بڑھ گیا تحفہ کی برکت کا اثر
کر دیا یکلخت سب کو راہ پر

عشق کا تحفہ کے اک شعلہ اٹھا
گھر دئے ہمسایوں کے سب ہی جلا

عشق کے دریا میں خود تھی غوطہ زن
پاس والوں کو بھی لے ڈوبی وہ زن

بیان تاثیر صحبت کاملان و تحریص صحبت و خدمت ایشاں

کر لیا اپنا سا سب کو یک بیک
جو گرے کان نمک میں ہو نمک

پکڑے خربوزہ سے خربوزہ تو رنگ
رنگ عارف کیوں نہ دے پھر تجکو رنگ

تو بھی ہو کامل کا بھائی ہمنشیں
تا وصال حق ہے ہو تو ہم قریں

ہووے ان مرغابیوں کے ساتھ ساتھ
تاکہ ہو حاصل تجھے آب حیات

گرچہ ہو تو سنگ و آہن سے بتر
صحبت کامل سے ہو لعل و گہر

رات اندھیری اور رہ میں گھاٹیاں
بے شمع جانا ہلاکی ہے میاں

خدمت کامل کو کر تو اختیار
دین و دنیا کے ہوں تا سب راست کار

خود کا ہو سنگ و شجر میں جب اثر
صحبت کامل بنا دے کیوں کر ثمر

ہوئی بس اکسیر کامل کی نظر
سنگ و آہن جس سے ہووے لعل و زر

ہو نواں شیر انکے قدموں پر نثار
پھر شکار معرفت کا کر شکار

خاک سے کم ہے جو ہو خاکی کا یار
صحبت نوری سے دیکھے سو بہار

ڈھونڈ حق کے یار کو اے مرد کار
تا خدا تیرا ہو یار اور غمگسار

بحر مقصد بیکراں اور دور راہ
رکھ ستاروں پر نگاہ تا ہو پناہ

ناتوانی بندہ شو سلطاں مباش
زخم خو ہوں گوئی شو چوگاں مباش

خاک پائے کاملاں ہوائے پسر
درد کی برکت نے تحفہ کی غرض
اسکی صحبت نے کیا ایسا اثر
تحفہ بند بندگی سے جب چھٹی
سب لباس فاخرہ تن سے نکال
عقل کی چادر کو کرکے چاک چاک
اشک کے دانوں کی لی تسبیح بنا
درد و رنج و غم کو کرا اپنا رفیق
وقت ہنسنے کا ہے نہ رونے کا اب
اس سے اسپر روتی یا ہنستی ہوں میں
چاہتی ہوں اس سے اسکو خاص تر
جبتلک ہوگا نہ دلبر کا وصال
ہو قرار و صبر کب بلبل کو آہ
تا نہ دیکھوں شعلہ رخسار ماہ
تا نجاؤنگی میں اس گلگوں سے مل
گرچہ ہے ہر دم نیا جلوہ وصال
کہہ کے یہ اور اٹھ کے بازاری و آہ
شیخ اور تاجر وغیرہ بعد ازیں
چھوٹے ہے جیسے قفس سے جانور
روح صالح تن سے جوں فرقت کرے

آزاد شدن تحفہ رضی اللہ عنہا و گریختن او از خلق

شیر غراں کی طرح وانسے اٹھی
ٹاٹ کا ٹکڑا لیا اک سر پہ ڈال
عشق کی لی ڈال اپنے سر پہ خاک
اور عصائے آہ ہاتھوں میں لیا
پکڑا شہر نامرادی کا طریق
کر دیا آزاد حق نے تجھ کو جب
واسطے اسکے ہی جاں کھوتی ہوں میں
دل سے مائل ہوں میں اسپر سر بسر
پائے فرقت میں رہونگی پائمال
جبتلک دیکھے نہ روئے گل کو آہ
میں رہونگی غم سے جل جل کر تباہ
غنچہ ساں پر خوں رہے گا میرا دل
پر ترقی پر ہے عاشق کا خیال
چھوڑ کر سبکو لیا جنگل کا راہ
باہر آئے دیکھا تحفہ کے تئیں
اڑگئی جھٹ ہوتے ہی گھر سے بدر
ٹھہرتی ہے کب وہ جنت سے ورے

جسم سے پوشاک پھر کرکے جدی
جائے اطلس کر لیا تن پر پلاس
پہن عریانی کا اک کرتہ لیا
باندھی بیتابی کے پٹکے سے کمر
اور کیا آنکھوں سے جاری بحر خوں
آہ بھر کر عرض کی تحفہ نے یوں
بھاگتی ہوں اس سے میں اسکی طرف
جبتلک اس تک نہیں پہنچونگی میں
ماہی بے آب کو کب ہو قرار
تا نہ دیکھونگی لب دندان یار
اسکے سودائی محبت میں تباہ
گرچہ ہے دلبر مرا ہر لحظہ پاس
اے برادر بے نہایت درگہی است
وانسے دامن جھاڑ کر وہ چاک جیب
ڈھونڈا ہر چند سب نے اسکو جابجا
ملگیا خشکی سے ناگہ حسب خواہ
بلبل ہیں جو تھی پنجرہ میں واہ

بہتر اس سے ہے کہ ہو تو تاج سر
کھو دیا ان سبکا روحانی مرض
ہو گئے اکسیر سے جوں مثل زر
تن پہ اک کملی پرانی ڈال لی
ترک دل سے کر دیا راحت کا پاس
مفلسی و فقر کا توشہ لیا
اور مصلی عجز کا مونڈھے پہ دھر
شیخ سرسی نے کہا پھر اس سے یوں
واسطے اپنے نہ روؤں نے ہنسوں
اور رونا اس سے ہے اسی پر صرف
جان کو اپنی یونہی کھوؤنگی میں
ہو نہ جبتک بحر تک اس کا گزار
میں رہونگی خون دل سے اشکبار
جان اور تن کو کروں گی میں فدا
لیک مستسقی کی کب بجھتی ہے پیاس
ہر چہ بروے میری بروے الیست
ہو گئی مثل پری اکدم میں غیب
پر نہ تحفہ کا پتہ ان کو ملا
ماہی بے آب کو دریا کا راہ
کھلتے ہی کھڑکی لیا گلشن کا راہ

رفتن شیخ و تاجر و امیر احمد بن مثنی بہ بیت اللہ و انتقال کردن امیر در راہ مکہ و ملاقات شدن شیخ از تحفہ و انتقال نمودن تحفہ و تاجر

دام میں قید آہوئے وحشی جو تھا
اب نشاں اسکا کہاں پائے ہو تم
وہ ہوا صحرائے لق و دق میں گم
جب نہ تحفہ کا پتہ ان کو ملا
بند کھلتے ہی ہوا مثل ہوا
کر دیا پھر عزم بیت اللہ کا

۲۸

شیخ و تاجر میر بلینوں ہو بہم / منفق ہو کر کیا قصد حرم
مرگیا ان میں سے رستہ میں امیر / حسرت و درد و الم کا کھا کے تیر
میر توان سے گیا مر راہ میں / شیخ و تاجر پہنچے بیت اللہ میں
اک صدا پر درد آئی کان میں / جس سے جونش انکی پڑا آجانمیں
اے مرے معبود اے محبوب دل / اے مرے مقصود اے مطلوب دل
رہنمائی تجھ سے ہے گمراہ کو / دلے ہے آگاہی تو جان آگاہ کو
پیاس تیرے شوق کی رکھتا ہے جو / تیرے آب وصل بن کب سیر ہو
جو کہ غم سے تیرے ہے پر اضطرار / بے ترے دیکھے اسے ہو کب قرار
جا کے دیکھا اکطرف اک خستہ تن / سر بسجدہ خاک میں ہے نعرہ زن
سر اٹھا کر اس نے دیکھا شیخ کو / اور کہا اے شیخ سری خوش تو ہو
سن کے بولی لا الٰہ الا ھو / جہل ہو بعد علم کے اے نیک خو
تم گئے کیا بھول اے سری مجھے / میں ہوں تحفہ مول لیتے تھے جسے
شیخ نے دیکھا جو اسکو غور کر / مثل تنکہ ہو گئی ہے سوکھ کر
ہو گئی ہے زہد سے جیسے خیال / ہے گل پژمردہ کانٹے کی مثال
ہو گیا قامت الف سے اسکا نوں / مار مردہ کی طرح کا کل نگوں
شیخ نے تحفہ سے پوچھا اے قمر / نخل تنہائی سے پائے کیا ثمر
تجھ کو تنہائی میں کیا حق نے دیا / کر بیاں کچھ لطف وصف کبریا
عرض کی تحفہ نے اے والا قدر / شب قدر نے چھپ کے پائی کیا قدر
میں وہ پایا خاک میں عزلت کی رل / خاک سے پاتا ہے جوں ہر تخم پھل
سیم وزر کے ہوں مجھے لئے نکتہ سنج / ملگیا کان نہاں سے ایک گنج
لاکھ میں سے اک کرم اسکا ہے یہ / دی ہے اپنے قرب میں مجھ کو جگہ
دفع درد و غم مرا سب کر دیا / عشق سے اپنے مرا دل بھر دیا
شیخ نے اس سے کہا یوں وہ امیر / دے تھا جو قیمت میں تیرے زر کثیر
یوں کہا تحفہ نے وہ نیکو سرشت / ہیگا ہمسایہ مرا اندر بہشت
حق نے بخشا ہے اسے وہ مرتبہ / آنکھ نے دیکھا نہ کانوں نے سنا

جب نہ پایا تحفہ جاں کاہ کو / چلدئے پھر تینوں بیت اللہ کو
دولت دنیا بھی کر کے سب فناہ / جاں بھی جانِ آفریں پر کی نثار
اکدن با شوق دل اور سینہ صاف / کر رہے تھے کعبہ کا طواف
تھا یہ اک مضمون اس نالہ کیساتھ / یعنی کہتا ہے کوئی بیدل یہ بات
ہے چراغ شب سیہ روزوں کا تو / شادی دل ہے شب اندوزں کا تو
درد ہے تیرا شفا بیمار کی / زخم تیرا ہے دوا دل زار کی
عاشق حق بنتا ہے دنیا میں مریض / آہ و درد اسکی دوا ہے بے نقیض
سنکے اس سے شیخ مضمون دعا / مثل سیل اشک اس جانب چلا
سنکے اسدم شیخ کی آواز پا / چونک اٹھی یکبارگی وہ پارسا
شیخ نے پوچھا کہ تو کون ہے بتا / جسکے نالہ سے مرا دل خوں ہوا
رحم حق تجھ پر ہو ہے حیرت کی جا / آشنا کے بعد ہونا آشنا
میں ہوں تحفہ جسکو کی تمنے رہا / پائی پردہ سے تیرے ہیں سو نوا
ہے پڑی اک غار میں وہ خاک تن / خاک میں غلطاں ہے اسکا تن بدن
سرو سیمیں قد ہوا اس کا خلال / بدر تن گھٹ کر ہوا مثلِ ہلال
قطرۂ خوں تھے ہزاروں چشم پر / ہو لبوں پر آہ و نالہ پر شرر
کیا ہوا حاصل تجھے کہہ بعد ازاں / خلق سے ہو کر کے خلوت میں نہاں
جب سے چھوڑا دوستوں اور شہر کو / تو نے کیا دیکھے کرم حق کے کہو
اسم اعظم سے تمہیں ہو گا عیاں / کیا ملی عظمت اسے ہو کر نہاں
قدر و قیمت پائی میں چھپنے میں یوں / لعل و گوہر کوہ کے کونے میں جوں
خلق سے جسدم ہوئی ہوں میں نہاں / جو نہاں تھا ہو گیا مجھ پر عیاں
تخت پر اپنی محبت کے بٹھا / تاج الفت کا مرے سر پر دھرا
قربت حق سے ملے انست مجھے / غیر اسکے سب ہے وحشت مجھے
تھا مرے ہمراہ عرب کی راہ میں / مرگیا غم سے وہ تیری چاہ میں
حق تعالیٰ کی مرا الفت میں وہ / ہمقریں ہیگا مرا جنت میں وہ
شیخ بولے وہ کریم بے ریا / خطِ آزادی تجھے جس نے دیا

۲۹

تاجر دل خستہ الفت میں تری | چار چشم ہے شوق زیارت میں تری
ہے طواف اندر تری امید پر | لگ رہی ہے ہر طرف اس کی نظر

سنکے تحفہ نے دعا اک دل میں کر | مر گئی رکھ کر در کعبہ پہ سر
دم میں بھر کر سانس ٹھنڈا مر گئی | عشق کے سب کام پورے کر گئی

جان مت دی جان اسنے رائیگاں | جان جا: اس پر فدا کی اسنے جاں
عمر طاعت میں گزاری یار کی | مرد وار آخر کو جاں بھی وار کی

چھوڑ کر اے دل یہ روبہ شانگی | سیکھ لے اس زن سے تو مردانگی
غم تو اپنا کر نہیں گر تجھ کو غم | جائے ماتم ہے نہ جس جا میں ہو غم

آگیا تاجر بھی ناگہ اس گھڑی | دیکھا تحفہ کو کہ ہے مردہ پڑی
بیدلی سے وہ بھی گر کر خاک پر | مر گیا تحفہ کے رکھ پاؤں پہ سر

جان دی بلیساختہ مثل پتنگ | ساتھ اس شمع کے جلکر بیدرنگ
دیکھ کر یہ حال بولے شیخ یوں | انا للہ الیہ راجعون

بعد ازاں تجہیز اور تکفین کر | خاک میں دونوں کو سونپا سر بسر
شیخ نے دونوں کا کر گور و کفن | بعد راہی ہوئے سوئے وطن

رحمت حق ہو جیو شام و سحر | ان شہیدوں کی روان پاک پر
رحمت حق ہو سدا ان پر نثار | دے جگہ ہم کو بھی رب انکے جوار

بارہ سو تھے اور اکاسی سال ہجر | ہو چکا جب حضرت تحفہ کا ذکر
ہو چکی جب مثنوی تحفہ تمام | تحفۃ العشاق رکھا اسکا نام

تمت بالخیر

از جناب عالم لوذعی و فاضل یلمعی جناب مولانا مولوی اشرفعلی صاحب مدرس اوّل بدست آمد

آہ کہ وہ یار مرا یار نہیں | آہ وہ دلبر مرا دلدار نہیں
آہ مجھے جس نے لیا پھیر دیا | آہ مرا کوئی خریدار نہیں

آہ جو لے ہے مجھے پھینکے ہے وہیں | آہ کوئی مجھ سا بھی بس خوار نہیں
آہ جسے دل دیا بس رنج لیا | آہ کوئی یار وفادار نہیں

آہ سنے کون مرا درد و غم | آہ بجز غم کوئی غمخوار نہیں
آہ کہوں کس سے میں احوال دل | آہ کوئی محرم اسرار نہیں

آہ مصیبت مری پھر کون سنے | آہ مرا یار ہی جب یار نہیں
آہ اے امداد نہ کر آہ آہ | آہ ہی سر قابل اظہار نہیں

غذائے روح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

کس سے ہو حمد و ثنا اُس ذات کی
قدرتِ حق یہ ہے جس سے دو جہاں
ہے منزہ وہ نواز کون و مکاں
ہے توہی پروردگار دو جہاں
ہم سے طاعت لب تری آوے بجا

کُن سے پیدا جسنے موجودات کی
ہو گئے دو حرف سے کُن کے عیاں
اُسکے پر اوصافِ قدرت ہیں عیاں
ہے توہی پیدا کنندہ انس و جاں
ہاں مگر ہو لطف کچھ ہم پر ترا

اُس وجودِ پاک کی ہو حمد کب
حکم کاف و نون کے ہوتے ہی ہوا
یا الٰہی تو ہے بیچون و چگوں
خوانِ الوانِ عام ہے سب پر ترا
تجھکو جو لائق ہے اطاعت اے خدا

جلوہ گر ہے جس سے موجودات سب
کُن سے یہ کونین کا نقشہ بنا
راہ اپنی کا مرا ہو رہنموں
شکرِ احساں پر کروں تیرا سدا
ہووے شاید جب کسی سے کچھ ادا

نعت شریف حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نام پیغمبر سے اے امداد آ
کس سے ہووے نعتِ ختم المرسلین
ذات پاک احمد ہے والشمس والضحےٰ
سرورِ عالم محمد شاہ دیں
ذاتِ پاک اُنکی نہ پیدا ہوتی گر

کر نواب کام و زباں شیریں ذرا
جز بذاتِ پاک ربّ العالمیں
جسکے یہ ذرّے ہیں سارے اولیا
پیشوائے اوّلین و آخریں
ہوتے کب ارض و سما جن و بشر
آل اور اصحاب جتنے ہیں تمام

نام پاک اُنکا ہے احمد مجتبےٰ
ذاتِ احمد ہے وہ بحرِ بیکراں
ہے سزاوار اُسکو تاجِ سروری
حکم اُن کا ہے جہاں میں سر بسر
اُسپہ پڑھ امداد تو لاکھوں صلوٰۃ
پڑھ تو انپر سَو درود اور سَو سلام

ہیں وہ مقبولِ جنابِ کبریا
جسکا اک قطرہ ہے یہ کون و مکان
زیب اُسے ہے خلعتِ پیغمبری
وہ یہاں آئے ہیں سب سے پیشتر
تجھکو ہو جسکی شفاعت سے نجات

مدح مبارک ہر چہار خلیفہ و دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم

شہسوارانِ جہاں مردانِ دیں
تیسرے عثمان رض با حلم و حیا
صدق اور عدل اور شجاعت اور حیا
تو بھی جان و دل سے اے امداد اب

چار یار مصطفےٰ اہلِ یقیں
چوتھے ہیں حضرت علی رض شیر خدا
ہے ان ہی چاروں سے دیں کو ارتقا
رہ فدا اُنپر سدا ہر روز و شب

اوّلاً ابوبکر صدیق رض اہلِ دیں
اور سب اصحاب اُنکے ذی علوم
اُن سے راضی ہے خدائے دوسرا
جو کوئی بداعتقاد اُن سے ہوا

دوسرے عادل عمر رض والا یقیں
ہیں ہدایت کے فلک پر وے نجوم
اور خوش ہیں انسے حضرت مصطفےٰ
ہے وہ مردودِ جنابِ کبریا

اس داستان میں تبرکاً حضرت پیر و مرشد برحق عارف نورِ مطلق شیخ المشائخ والا و لیاء حضرت
مولانا و اولانا قطب میاں دو آب نور الاسلام حضرت خداوند میاں جیو نور محمد جھنجھانوی رح

نام سے مرشد کے اے امداد آ　دے زبانِ دل کو اب کچھ ذائقا
ماہیِ دریائے توحیدِ خدا　مظہرِ حق مصدرِ سرِّ خدا
شاہِ دیں سرخیل جملہ اولیا　تاج بخشِ اصفیا دا نقیبا
رہنمائے زبدۂ اربابِ علم　رہبرِ ہر قدوۂ اصحابِ علم
اخترِ چرخِ ہُدا ماہِ عطا　بحرِ علمِ معرفت نجم الہدا
یعنے پیر اور مرشد اور مولی مرے　حضرت نور محمدؐ نیک پے
ہیں وہ بیشک مظہرِ انوارِ حق　سر سے پا تک مصدرِ انوارِ حق
سارے عالم پر ہے اُس کا پرتوا　کون سی جا وہ نہیں جلوہ نما
خاص جلوے کی چمک جسپر پڑی　چرخِ غیبی کا ہوا ماہِ جلی
پرتوا اُس نور کا جس پر پڑا　ہو گیا ذرّے سے خورشید ضیا
آگئے اُنکے ذرّوں کے ذرّہ مثال　ہے وہ خورشیدِ فلک بے قیل وقال
اِن ہیں اُن میں فرق ہے بس بیشمار　اِن سے حاصل کارِ خیر اور اُن سے یار
دیکھ لے ہے چشم دل کی کھول کر　ہر جگہ نورِ محمدؐ جلوہ گر
عکس سے اُس نور کے تا اے پسر　روئے جاناں پر پڑے تیری نظر
گرچہ یاں سے کر گئے ہیں انتقال　فیض باطن ہے دلے اُنکا بحال
اب تو بے شک وہ سراسر نور ہے　نور ہے سایہ سے بالکل دُور ہے
جب ہوا پیدا وہ نورِ معرفت　شبلیِ دوران ادہم کی صفت
بارہ سو انسٹھ[۱۲۵۹] میں کر کے انتقال　اِس جہاں سے جا ملے باذوالجلال
مولد و مرقد شریف اُن کا پسر　خلق میں روشن ہے جوں شمس وقمر
شہر جھنجھانہ ہے اک جائے ہُدا　مسکن و ماوا ہے اُس جا آپ کا
متصل اُس شہر کے اے نیک نام　ہے عجیب دلچسپ درگاہِ امام
پاس اُس مرقد کے قبلہ رخ بنی　ہے زیارت گاہ میرے پیر کی
اعتقادِ دل سے جو جاوے وہاں　اُسپہ سب اسرارِ باطن ہوں عیاں
کرتے ہی زیارت مزارِ پاک کی　ہو ویں ظاہر اُسپہ اسرارِ خفی

سرورِ عالم شہِ دنیا و دیں　عاشق و معشوق رب العالمیں
واقفِ اسرارِ حق دانائے راز　بے نیاز عالم سے حق سے بانیاز
پیشواؤ شاہ شاہانِ جہاں　مقتدائے جان جانانِ جہاں
حامیِ دین متیں خیر الامم　دافعِ بدعات وکینِ کفر وظلم
قبلۂ ارباب واصحاب یقیں　کعبۂ عبّاد و زہّاد اہل دیں
حضرت نور محمدؐ اولیا　پیر و مرشد ہیں مرے اور رہنما
دیکھ ٹک جلوہ ذرا اُس نور کا　جس سے ہیں پُر نور بہر دوسرا
جسکے سر پر خاص سایہ اُس کا ہو　ملک غیبی کا ہوا سلطان وہ
چشم رحمت سے نظر جس پر کرے　قطرے سے دریا ہو وہ پل مارتے
پرتوؤں کا اُسکے کیا ہووے بیاں　ہے ہر اک اُنمیں سے خورشید جہاں
کیونکہ ہیں یہ سب کے سب خورشید جاں　اور وہ ہے آفتاب آسماں
روشنی انکی سے ہے دنیا کا کار　نور سے اُنکے ہو حاصل ردِ یار
چاہیئے تجھکو اگر وصلِ خدا　سایۂ نور محمدؐ میں تو آ
الغرض جو راہِ حق مطلوب ہے　جا قدم لے دوڑ میرے پیر کے
بلکہ سو چند اس سے ہے نور وضیا　کیونکہ پردہ جسم کا بھی اٹھ گیا
سالِ تاریخ اور تولد اور وفات　اُنکی دونوں مجھسے سُن اے نیکذات
ہجرتِ نبوی کا اے فرخندہ فال　بارہ سو[۱۲۰۱] پر تھا زیادہ ایک سال
جسکو ہووے شوق دیدارِ خدا　اُنکے مرقد کی کرے زیارت وہ جا
گر نہ آوے تجھکو کوری سے نظر　پوچھ لے مجھ سے تو اب اے بے خبر
مولدِ پاک آپ کا ہے اور مزار　اس جگہ تو جان لے اے ہوشیار
سید محمودِ ہے نام شریف　ہے مکاں وہ بس عجیب وبس لطیف
اُس جگہ ہے مرقدِ پاکِ جناب　سر جھکاتے ہیں جہاں سب شیخ وشاب
دیکھتے ہی اُس کے مجھ کو ہے یقیں　اُسکو ہو دیدار ربّ العالمیں
کیوں پھرے ہے جا بجا سر مارتا　سایۂ نور محمدؐ میں تو آ

۳

جو نہ ہو قدرت تجھے اُس نور تک	اُنکے خلفا سے تو جا دامن سے لگ	ہیں بہت اُنکے خلیفہ اور مرید	پا سکے ہے اُنکو کب تو اے سعید
ہیں مرید اور طالب اُنکے بیشمار	جنکی برکت سے جہاں میں آشکار	لیک اُن کا مرتبہ دیکھے ہے وہ	چشم بینا دل مصفا جسکے ہو
اُن کا رتبہ کب تجھے آوے نظر	ہو رہا ہے تو تو بالکل بے بصر	الغرض گر تجھ کو اب منظور ہے	دُوں پتا بعضوں کا ان میں سے تجھے
طالبِ صادق ہے جو تو اے میاں	دُوں پتا خانہ کا میں اُنکے نشاں	راہِ حق تجکو اگر مطلوب ہے	قصبۂ تھانہ بھون کی راہ لے
ہیں خلیفہ آپکے چند اک وہاں	نور سے جن کے ہے روشن سب جہاں	فیض اُنکا عام ہے اک خلق پر	چھوڑ گھر اور جلد لے جا اُنکا در
صحبت اُنکی جان پارس اے فنا	جنکے ملنے سے ہو مس خالصِ طلا	ہے نگہ میں اسقدر اُن کی اثر	سنگریزے جس سے ہوں رشکِ قمر
دیکھتے ہی اُنکے دم میں اے اخی	سّو برس کا بُت پرست ہو وے ولی	اس طرح کے چھوڑ کر مردانِ مرد	چھانتا پھرتا ہے کیوں عالم میں گرد
ہیں خلیفہ اُنکے گرچہ بے شمار	لیک اُنمیں ہیں ۲ دو اعلیٰ با وقار	اُن میں سے دو شخص ہیں اہل ہدا	ماہِ برجِ معرفت شمس الضحیٰ
نیرِ برجِ کرم ماہِ عطا	گوہرِ درجِ نعم بحرِ سخا	صاحب ارشاد و تلقین و ہدا	عاشقِ حق نائبِ خیر الوریٰ
عالم و زاہد ولی اہل مقام	متقی و پارساؤ نیک نام	یعنے ہیں حافظ محمد ضامن اب	فیض کی طالب ہے جن سے خلق سب
دوسرے شیخ محمد مولوی	علم و زہد اُن کا ہے عالم پر جلی	بحر ہے مواج دونوں علم کا	ظاہری و باطنی با اہتدا
وصف ان کا ہو سکے کس سے ادا	بحرِ عرفاں کے ہیں دونوں آشنا	مجمع البحرین ہیں عرفان کے	جن سے باغِ دو جہاں سرسبز ہے
۴ دیکھنے کو حق کے یہ آنکھیں ہیں دو	بے حجاب ہو دیکھ ان سے یار کو	دیکھنے کو مصحف رخسار جہاں	چشمۂ عینک ہیں دونوں ایکساں
ملک غلبی کے ہیں ۲ دو شمس و قمر	نور سے دیکھ اُنکے روئے سیمبر	شمع ۲ دو ہاتھوں میں دیدی ہیں ترے	راہ سیدھی آپ تو اب دیکھ لے
	اسپہ بھی پھر تو اگر اندھا رہے	قعر گمراہی میں بیشک جا پڑے	

مناجات بجناب باری تعالےٰ

اُن کی برکت سے مجھے بھی یا خدا	اپنے کوچہ کا ذرا رستہ بتا	ساتھ کا میرے ہر اک واصل ہوا	کوئے فرقت میں رہا میں ہی پڑا
میں بھی تو اُس نور کا سایہ ہوں آہ	دُور مجکو ڈال کر مت کر تباہ	گرچہ نالائق ہوں بدکار اور بُرا	کفش بردار ہوں مگر اُس نور کا
نیک ہوں یا بد بھلا ہوں یا بُرا	تیرا کہلا کے کہاں جاؤں خدا	مت اُٹھا ذلت سے اس در سے کہیں	دوسرا در مجکو اب ملتا نہیں
اپنی رحمت سے بلا یا دُور کر	پر نہ چھوڑوں گا کبھی میں تیرا در	مجھ سے ہیں بندے ترے بے انتہا	پر نہ مجھکو تجھ سوا ہے دوسرا
دیکے عزت پھر مجھے مت کر تو خوار	اور نہ کر ذلت گنہ سے شرمسار	مت مسلّط مجھ پہ کر شیطان و نفس	ہاتھ سے تیرے ہو جو ہو اور بس
تجھ سے ہی شرمندگی بس ہے مجھے	پر نہ کر شرمندہ آگے اور کے	شامتِ اعمال سے اپنے مگر	ایک مدت تک رہا ہوں دور تر
ہو کے قائل اپنی تقصیرات سے	اب جو آیا ہوں تو مجھکو بخشدے	کیا کروں میں عذر تقصیرات کا	تیرے آگے عجز و زاری کے سوا
آہ و زاری سے اٹھا دستِ دعا	مانگتا ہوں تجھ سے تجھکو اے خدا	تجھکو ہی تجھ سے طلب کرتا ہوں میں	اور کی خواہش نہ اب کرتا ہوں میں
نے گدائی تاجداری چاہئے	پر ترے کوچہ کی خواری چاہئے	کر مجھے یوں اپنی الفت سے تو مست	جس سے ہو وے سب خیالِ غیر پست

دی مجھے اب ہوش یارب اسقدر
غیر تیرے جو ہو دل سے دور ہو
دے تڑپ ایسی تو اپنے عشق کی
درد و غم کو اسقدر یارب عطا
کر عنایت بیخودی اب مجھ کو دو
خاک راہ دردمنداں کو مجھے
تاکہ کردوں غرق اس میں غیر کو
داغ دل سے کر مجھے باغ و بہار
زنگ غیر آئینہ دل سے دور کر
جام وحدت سے مجھے یوں مست کر
دے رہائی مجھکو یارب آپ سے
ہر رگ و پے میں سماوے شاہ جاں

تجھپہ دیوانہ رہوں اٹھوں پہر
تیری الفت سے یہ دل معمور ہو
ایک دم آرام ناپاؤں کبھی
جو کہ دیکھے مجھ کو دے آنسو بہا
آپ کو کھو کر میں پاؤں آپ کو
جان بریاں چشم گریاں کر مجھے
ماسوا دلبر کے جو کچھ ہو سو ہو
تاکہ آوے سیر کو وہ گلعذار
تاکہ دیکھوں اسمیں روئے سیمبر
حرف غیریت کا ہو دل سے بدر
آپکو میں اپنے پاؤں آپ سے
دور ہو حرف دوئی از ور میاں

ذکر ہووے نورا ہوئے سدا
فکر باطل دل سے میرے دور ہو
شغل ہووے درد و غم کے جام سے
سینہ بریاں چشم گریاں جان بلب
درد الفت دے وہ اب دل کو مرے
دے وہ گریہ کو مرے شورائے غفور
کر عطا ایسی طپش دل کو مرے
خانۂ دل کو مرے ویران کر
دام الفت میں پھنسا کر جلد تر
دوست سے کر پر مرا یوں لحم و پوست
کر جگہ دلبر کی یوں دل میں مرے
مادۂ من کا مرض دل سے دور ہو

فکر ہووے نوری ہووے سدا
مظہر انوار سے پر نور ہو
ایکدن بیٹھوں نہ میں آرام سے
عشق میں کھینچوں سدا رنج و تعب
درد میرے کو دوا ہو درد سے
جس سے ہو جا چشم طوفاں کا تنور
ماسوا جاناں کے سب کو پھونکدے
گنج الفت اسمیں بھر دے سر بسر
دو جہاں کی قید سے آزاد کر
پوست سے باہر نہ نکلے غیر دوست
غیر کی اسمیں نہ گنجائش رہے
تو ہی تو باقی رہے تن نور ہو

۵ اس میں بیان ہے لطف اور احسان کا حضرت مولانا و ہادینا و مرشدنا قطب میاں دو آب نور الاسلام حضرت خداوندم مولوی نور محمد قدس سرہٗ کا کہ اوپر مجھ ناکارہ بیچارہ بدراہ روسیاہ امداد اللہ چشتی نوری عفا اللہ عنہ کے ہے

جلوۂ نور محمدؐ نے اب آ
دیکھکر اس شعلۂ رخ کی بہار
دیکھتے ہی لالۂ رخ کی پھبن
تھی شب معراج نے وہ زلف تھی
ایک چشمہ بھی جو اس سے کھول دوں
گر دکھاؤں اسکا ذرّ شاہوار
یہ رہے نہ وہ رہے نہ میں نہ تو
اس جگہ خاموش رہنا چاہیے
لطف و احسان اسکا لکھ سکتا ہے کب
خوش زمانہ تھا کہ اس ہجران میں

دو جہاں سے مجھ کو فارغ کر دیا
ہر بن مو سے مرے نکلے شرار
داغ دل سے ہو گیا باغ و چمن
جو تجلی اس نے پائی نور کی
غرق اس میں دونوں عالم کو کروں
دو جہانکو اسپہ کر ڈالوں نثار
تو ہی تو باقی رہے خود ہو ہی ہو
سر باطن مت زباں پر لائیے
سر قلم کا بھی قلم اس جا ہے اب
تجھپہ جو جو گذرے تھا اس آن میں

خود دکھا برق تجلی کا جلال
ان شراروں کو اجازت دوں اگر
پھنسکر اسکی زلف میں امداد میں
بحر عرفاں لطف سے اس نور کے
اک حباب اس بحر کا ہے یہ سما
جو دکھاؤں اس تجلی کی چمک
بل نہ حرف ہو رہے پھر جان تو
رکھ قدم امداد اس جا تھام تھام
دیکھ یاں مت مار دم امداد اب
پھرتا تھا صحرا بہ صحرا کو بہ کو

خرمن تن میں مرے دی آگ ڈال
خاک کر دیں ماسوا کو پھونک کر
دونوں عالم سے ہوا آزاد میں
موجزن امداد کے سینہ میں ہے
اک ذرہ ہے یہ خور اس نور کا
پھونکدے ماہی سے لیکر ماہ تک
تو ہی ہو باقی رہے خود تو ہی تو
غور فہم عام پر کر والسلام
بندہ ہو کر حق سے کر حق کو طلب
اپنے اس دلبر کی کرتا جستجو

ذوقِ شوقِ محبتِ الٰہی کا بیان

اے خدائے مالکِ ہر دو سرا
دردِ فرقت سے مرا دل ہے بھرا
ہجر کی دوری سے بہت بیتاب ہوں
ریگ پر ہوں ماہیِ بےآب ہوں

بیقراری ہے بہت اے کبریا
ڈھونڈھنے تجھکو کہاں جاؤں بتا
تو ہی بتلا آپ اپنی مجھ کو راہ
جس سے پہنچوں تجھ تلک اے بادشاہ

بن بلائے تیرے اے شاہِ جہاں
تجھ تلک میں پہنچ سکتا ہوں کہاں
واسطے اپنے ذرا صورت دکھا
تاکہ جی قیدِ دوئی سے چھوٹ جا

اس دوئی نے کردیا دور اسقدر
آپ کی بھی میں نہیں رکھتا خبر
بحرِ وحدت سے مجھے لاکر یہاں
ڈالا یوں کثرت میں اے جانِ جہاں

دور کرکے مجھ سے کثرت کے حجاب
جلوۂ وحدت دکھا مجھکو شتاب
تاکہ قیدِ ما و من سے چھوٹ کر
اصل سے اپنے کہیں پاؤں خبر

پھر میں اپنا اس کو کرکے راہبر
تجھ تلک پہنچوں کہیں اے باخبر
وہ بھی تو اک وقت تھا اے کبریا
جز وجودِ پاک کے کوئی نہ تھا

بحرِ وحدت میں یہ جاں تھی غوطہ زن
کچھ دوئی کا تھا نہ واں رنج و محن
ملک میں ہستی کے اے امداد آ
گم کیا ہے آپ کو تو نے بھلا

قیدِ ہستی میں پھنسا تو اس قدر
اصل کی اپنی نہیں تجھکو خبر
عہد و پیماں جو کئے تھے تو نے واں
کچھ بھی ان سے یاد رکھتا ہے یہاں

عہد و پیماں توڑ کر اے بے وفا
جس لئے پیدا کیا تھا تجھکو یار
وہ کیا ہرگز نہ تو نے اختیار
۲ راہ سے بے راہ تو اب ہو گیا

بھائی نے یہ مضمون کتاب نان و حلوا کا کہ تصنیف بہاؤالدین عالی کی ہے جو مطابق اپنے حال کے تھا لکھا

سن تو اے شکستۂ راہِ قدیم
اور اے گم کردہ راہِ مستقیم
گوشِ جاں سے سن تو بلبل سے ذرا
یار کی باتوں سے یہ کہتی ہے کیا

ہے یہ بلبل یار کے گلزار کی
پوچھ باتیں اس سے اس دلدار کی
آفریں اے بلبلِ بستانِ جاں
کہہ مرے دلدار کی تو داستاں

آفریں اے بلبلِ دستان سے
آفریں اے قاصدِ بستانِ حے
قاصدا جلدی خبر مجھ کو سنا
کہتا ہے حق میں مرے کیا دلربا

مجھ سے راضی بھی ہے وہ دلبر بتا
اور مائل بھی ہے کچھ سوئے وفا
یا ہمیشہ ہجر پر مسرور ہے
سچ بتا جو کچھ اسے منظور ہے

آفریں اے پیکِ فرخ فالِ من
آفریں اے مایۂ اقبالِ من
آفریں اے بلبلِ خوش خواں تجھے
ماسوا سے کردیا فارغ مجھے

ہیں نوا میں کیا تری آتش بھری
آگ جس سے یوں مرے دلمیں لگی
سوزِ دل سے میری با آہ و فغاں
ہر بنِ مو سے نکلتا ہے دھواں

آفریں اے ہدہدِ شہرِ سبا
آفریں اے قاصدانِ دلربا
آفریں اے طوطیِ شکر شکن
تجھ پہ ہو قربان میرا جان و تن

کہہ تو پھر مجھ سے ذرا حالِ صنم
لیگیا تحقیق دل سے رنج و غم
نجد کے یاروں کی دے مجھ کو خبر
تاکہ ہو دیں مست سب دیوار و در

پھر سنا بہرِ خدا اے نامہ بر
زمزم و خیف و منا سے کچھ خبر
ہے دل و جاں دونوں غم میں مبتلا
تاکہ چھوٹیں سنکے حالِ دلربا

مسکن و ماویٰ سے پھر میرے ذرا
دے خبر بہرِ خدا بہرِ خدا
پھر کہوں کچھ یار بے پرواہ سے
کس لئے مجھ سے وہ اب ناراض ہے

کیوں خفا مجھ سے ہوا وہ بے سبب
عہد و پیماں توڑے کیوں یکلخت سب
کہہ ذرا بہرِ خدا اک حرف تو
از زبان آں نگارِ تند خو

جس سے ہو تسکین کچھ دل کو مرے
وہ بیاں کر تجھ سے ہوں قرباں ترے
ایکدن وہ تھا کہ ہم اور وہ صنم
مثلِ بو و گل تھے آپس میں بہم

ایکدن وہ تھا کہ ہم سے دلربا
گاہ خوش ہوتا تھا اور گاہے خفا
خوش وہ دوراں تھا کہ گاہے از کرم
مارتے راہِ وفا میں تھے قدم

آخر ش اک شب بصد رنج والم
میں کروں تھا گوشہ میں یادِ صنم

سر بزانو غم سے اس کے بیٹھ کر
کھینچتا تھا دل سے آہِ پُر شرر

جاں لبوں پر حسرتِ گفتار سے
دل بھرا نومیدیِ دیدار سے

وہ قیامت قامتِ پیماں شکن
آفتِ دوراں بلائے مرد و زن

فتنۂ ایام و آشوبِ زماں
غارتِ سوزِ صد چو من بے خان و ماں

دیکھتا کیا ہوں کہ وہ مہرِ منیر
خود بخود ہوتا ہے یاں رونق پذیر

ناگہاں در سے مرے وہ بے حجاب
لب گزاں ڈالے ہوئے رخ پہ نقاب

زلف مشکیں دوش پر ڈالے ہوئے
اور نگہ سے کار عالم کا کئے

بے محابا پاس میرے آن کر
پوچھنے مجھ سے لگا وہ باخبر

یہ کہ اے شیدا دلِ محزوں مرے
دے بلا کش عاشقِ مفتوں مرے

آتشِ فرقت میں تیری دل کا حال
کیا ہے کچھ تو منہ سے تو اپنے نکال

میں کہا اس سے قسم اللہ کی
جان اب مجھ میں نہ کچھ طاقت رہی

بیٹھ کر اک دم سرِ بالیں پر
اٹھ گیا بے ساختہ وہ باخبر

ساتھ اپنے لیگیا وہ خود پرست
عقل و دیں میرا وہ سارا ایک لخت

میں نے تب اس سے کہا اے خوش ادا
پھر میں کب دیکھوں گا تجھ کو یہ بتا

یہ لگا کہنے مجھے دیکھے گا تو
خواب میں اپنے پھر آدھی رات کو

یہ داستان بیچ بیان تاسف اور ندامت اور صرف کرنے عمر کے بیچ اس چیز کے کہ کہ نفع نہ دے قیامت کو اور بیچ معنوں اور غرض قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سُؤرُ المؤمنین شفاءٌ یعنے جھوٹا مومن کا شفا ہے

عمر گذری ساری قیل و قال میں
پھنس رہی غفلت سے اس جنجال میں

اے ندیم اب بہرِ حق اٹھ تو سہی
کچھ نہیں طاقت ہے اب مجکو رہی

اے ندیم اب کفش پا سے دور کر
بہر ہوئی ہے وہ آتش جلوہ گر

دے مجھے اب وہ شراب شعلہ زن
جس سے جلکر خاک ہو تن اور بدن

اور پلا جلدی سے مجھ کو وہ شراب
غیر حق ہو جس سے جلکر سب کباب

وہ شراب اب مجکو دے تو اے لبیب
راہ بر ہو جو کہ در راہِ حبیب

دے شراب ایسی مجھے اب جلد تر
مست ہوں پینے سے جسکے اس قدر

جس طرف دیکھوں اٹھا کر کے نظر
کچھ نہ آوے غیر دلبر کے نظر

وہ پلا مجھ کو تو اب بہرِ خدا
تاکہ فارغ ہوں زقیدِ ماسوا

اور مئے خمر الحنا ہے لاؤ تم
چھوڑ پیالوں کو لگا دو منہ سے خُم

اٹھ توجہ کر ذرا بہرِ خدا
کرتا ہے تسبیح اس کی دل مرا

خوف مت کر اتنا تو اے صاحبِ شعور
کیونکہ ہے اللہ تو ربِّ غفور

تنگ ہے افسوس وقتِ عمر اب
حیف ہے صد حیف کھوئی عمر سب

آہ صد افسوس یہ عمرِ عزیز
کھوئی اپنے ہاتھ سے ہو بے تمیز

علمِ رسمی دور کر مجھ سے اخی
عمر علمِ رسم میں گذری مری

علمِ رسمی سارا قیل و قال ہے
اس سے کچھ حاصل نہ خط اور خال ہے

دل کو کرتا ہے یہ مردے سے تبر
کچھ نہیں حاصل ہے اس سے بجز خطر

طبع کو افسردگی بخشے مدام
مولوی کا یاد رکھ پھر یہ کلام

علم کا بر تن زنی مارے بود
علم کاں بر دل زنی یارے بود

خرچ تو نے علم تن پر کیا
ہو گیا حق میں وہ تیرے اژدہا

علم سے کر لے صفائی دل کی یار
ہے وہی پھر تیرا یار و غمگسار

علم خفی ہے جانِ علم و عاشقی
بالیقیں ہے مکرِ ابلیسِ شقی

عاشقی کا حکم حق ہے اور درست
اور سوا اسکے ہیں سارے علم سُست

جسکے دل میں ہو نہ الفت یار کی
ہے بلا شک وہ تو قابل نار کی

ہو نہ جس دل میں محبت کا اثر
ہے خدا کی مار اس پر بیشتر

جسکے دل میں ہو نہ مہر گلرخاں
کہنہ انبہ ہے وہ پر از استخواں

رازِ باطن اس سے کب تجھ پر ہو باز
گو ترے شاگرد ہوں تو فخرِ رازی[1]

علم رسمی گو تو کیسا ہی پڑھے
راز باطن اُس سے کب تجھ پر کھلے

جو کوئی قربان نہ ہووے یار پر
اسکے لائق ہے جدا ہو تن سے سر

جو نہ ہووے مبتلائے ماہ رُو
نام اُسکا لوح انسانی سے دھو

جس کسی کے ہو نہ دل میں مہر یار
اُس پہ لائق ہے کہ ہو پالاں کا بار

الغرض اس علم رسمی میں اخی
کھو چکا تو عمر اپنے کام کی

علم دیں ہے فقہ و تفسیر و حدیث
جو سوا اُس کے پڑھے ہو وہ خبیث

عمر سے تیری کوئی پوچھے اگر
سات دن باقی ہیں اسمیں ٹک نہ کر

سن تو اس ہفتے ہیں اے مردِ خدا
اب پڑھے گا علم بتلا کون سا

فلسفہ یا نحو یا طب یا نجوم
ہندسہ یا رمل یا اعداد رسوم

یہ علوم اور یہ خیالاتِ صور
فضلہ شیطان ہے یہ سنگ پر

ہو ہو دل خالی ز عشقِ دلبراں
سنگِ استنجائے شیطاں اسکو جاں

دل کو علمِ عشق سے خالی اگر
دیکھتا ہے بے حیا ٹک غور کر

سنگِ استنجائے شیطاں ہے وہ دل
دل نہیں پر ہے سرشتِ آب و گل

حیف ہے رکھتا ہے جو تو اے دغل
سنگِ استنجا دبوا اندر بغل

لوح دل سے فضلہ شیطان دھو
اے مدرس درس عشقی ہم بگو

چند خوانی حکمتِ یونانیاں
حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں

پڑھ چکا تو حکمتِ یونانیاں
حکمتِ ایمانیوں کو بھی تو جاں

علم معقولات بے بنیاد ہے
مغز کو خالی کرے گا تا بکے

بحث نحو و صرف میں کی عمر صرف
انکو فضلِ عشق سے پڑھ یک دو حرف

دل کو روشن کر بانوار جلی
کیوں بنا ہے کاسہ لیسِ بوعلی

فخر رازی اور ارسطو بوعلی
ہیں یہ باطل اور اُن کے علم بھی

ان کو جو پڑھتا ہے تو اے زشت خو
خوک اور کتوں کا جھوٹا کھانا تو

سرورِ عالم شہ ہر دو سرا
کہتا ہے مومن کے جھوٹے کو شفا

۸ سو ارسطالیس سو رِ بوعلی
کب شفا حضرت نے فرمایا اخی

جھوٹے میں مومن کے ہوتی ہے شفا
کافروں کا جھوٹا ہے زہر اور بلا

کھا لیا ہے زہر اگر تو نے ذرا
جا کے کھا تریاق تا ہووے شفا

سینہ اپنا جا کے تو صد چاک کر
دل کو تو آلودگی سے پاک کر

کب تلک افسوس زاری بیشمار
شرم کر حق اور نبی سے ابتو بار

کب تلک بیہودگی سے گفتگو
تو کریگا اب تنا اے زشت خو

کب تلک اِس فکرِ باطل میں بھلا
تو رہے گا مبتلا اے بے حیا

فکر اس کی کر جو تیرا یار ہو
دیدہ و غم کا تیرے حامی کار ہو

سن دف و نے سے وہ اک مردِ عرب
کہتا تھا کیا خوب از روئے طرب

گوش جاں سے سن ذرا اے نیکخو
قول اک مردِ عرب کا مجھ سے تو

تھا عرب میں ایک مردِ خوش ادا
عشق سے رکھتا تھا وہ کچھ ذوالقا

ایک دن فرحت سے وہ بے رنج و غم
دائرہ اور نے بجاتا تھا بہم

اور کہتا تھا یہ خوش الحان سے
یعنے اس مضمون کو جی جان سے

ہو ولے تم قوم اے مردانِ کار
مدرسہ میں رہ کے یوں لیل و نہار

کچھ کیا حاصل نہ تم نے زینہار
جز خیال اور وسوسہ اے نابکار

جو کہ کرنا تھا کیا تم نے نہ کام
عمر باتوں میں گئی ناحق تمام

حیف حق و لق لق میں یہ عمر عزیز
تو نے کھوئی رائگاں اے بے تمیز

پر کبھی تم نے نہ ذکر اُسکا کیا
جس نے یہ تم کو دیا ذہن و ذکا

ذکر میں اور فکر میں غیروں کے آہ
جان اور تن کو کیا نا حق تباہ

چھوڑ کر کے تم نے کوچہ یار کا
لے لیا ہے آہ رشتہ نار کا

ہے تمہارا ذکر در غیر الحبیب
کچھ نہیں عشقی میں اب تمکو نصیب

لوح دل سے دھو اُسے اے نیکذات
علم جو دیوے نہ عشقی میں نجات

ساقیا یک جرعہ از جام قدیم
دے تو اب امداد کو مہر کرم

تا کرے شق پردۂ پندار کو
یار کی آنکھوں سے دیکھے یار کو

[1] مراد ازاں امام حجۃ الاسلام فخر الدین رازی است شنیدہ تا آن دم کہ در دل تو محبت کفر خان نخواہد بود سرِ باطن منکشف نخواہد شد اگر مثل فخر الدین رازی ہزار تلمیذ تو بود ۱۲

یہ داستان بیچ قطع علائق اور گوشہ نشین ہونے خلائق سے ہے

جسکو دے توفیق رب العالمیں ۔ ہو وہ قیل وقال سے عزلت گزیں
آپکو خلوت میں ہے عزت اے فنا ۔ اختلاط خلق سے ڈھونڈے ہے کیا
جو ملے گوشہ سے عزت برملا ۔ خلق کے ملنے سے پھر حاصل ہے کیا
دامن عزت سے پا مت کر بدر ۔ کیوں پھرے ہے چوں گدایاں دربدر
گوشۂ خلوت میں تو بیٹھا اگر ۔ پھر قدم ہرگز کبھی باہر نہ کر
جو تو دیو نفس سے پاوے اماں ۔ جا پری کیطرح سے ہو جا نہاں
جس طرح پریاں ہو رہتی ہیں چھپی ۔ دیو کے ہاتھوں سے رہتی ہیں بچی
اس طرح جب دور ہو تو خلق سے ۔ نفس اور شیطاں کے ہاتھوں سے بچے
کب حقیقت سے کھلے گا تجھ پہ در ۔ تو مجازی سے نہ گذرے گا اگر
ہووے حاصل کب تجھے راہ خدا ۔ جب تلک چھوڑے نہ دنیا کا مزا
جو تو چاہے ہے عزت دنیا و دیں ۔ خلوتے از مردم دنیا گزیں
جس نے پایا کچھ بھی خلوت کا مزا ۔ ہو گیا وہ دو جہاں کا پیشوا
جب ہوئی پوشیدہ سب سے لیل قدر ۔ ہو گئی وہ رشک صد خورشید و بدر
چھپ رہی ہے جو شب قدر اے فنا ۔ اسلئے مقبول ہے پیش خدا
ہے نہاں جو اسم اعظم اسلئے ۔ سارے ناموں کا وہی سردار ہے
ہو تو گر عالم سے پنہاں اے ولی ۔ لیل قدر اور اسم اعظم ہے تو ہی
بیٹھ جا گوشہ میں اے فرزانہ مرد ۔ اور جمیع ماسوا اللہ سے فرد
گنج مقصد ہے یہ خلوت اے پسر ۔ لیک علم اور زہد ہوویں جمع گر
علم بن مت بیٹھ گوشے میں فنا ۔ اسمیں ذلت ہے تجھے بے انتہا
اور برا ہے علم بھی بے زہد کے ۔ تو سمجھ اس کو ذرا اے نیک پے
اسپہ یاد آیا مجھے قصہ لطیف ۔ غور سے سن اسکو اے مرد شریف

حکایت ایک عابد جاہل کی کہ غار میں رہتا تھا اور جوان دنیادار کی

تھا کسی جا ایک مرد خوشخصال ۔ عالم و فاضل ولی صاحب کمال
عالم و زاہد سخی اہل کرم ۔ متقی و پارسا و محتشم
رکھتا تھا گھر میں وہ اپنا اک پسر ۔ صورت ظاہر میں مانند قمر
گرچہ ظاہر میں تھا از بس خوبرو ۔ لیک باطن میں تھا بد اور زشت خو
ناخلف تھا حد سے زیادہ وہ پسر ۔ رنج تھا اس بات سے اس شیخ پر
الفت پدری سے پر اے نیک پے ۔ علم کی تعلیم کرتا تھا اسے
اپنی کم بختی سے لیکن وہ پسر ۔ بھاگتا تھا پڑھنے سے ادھر ادھر
کرتا تھا صحبت بدوں کی اختیار ۔ نیک باتوں سے اسے آتی تھی عار
کہتا تھا جس بات سے اسکا پدر ۔ کرتا تھا برعکس اس کے وہ پسر
آخرش اک روز تنگ ہو کر کہا ۔ باپ نے اس کے کہ سن اے بیحیا
جو کہ تجھکو لکھنا اور پڑھنا نہیں ۔ دور ہو جا پاس سے میرے کہیں
میں نہیں دیکھا ہے تجھ سا ناخلف ۔ گاؤخر بھی تجھ پہ رکھتے ہیں شرف
ایسے نالائق سے کیا امید ہے ۔ دین و دنیا میں نہ کام آوے مرے
دور ہو گھر سے نکل اے بیحیا ۔ نوکری کر جا کہیں اور کھا کھلا
بے حیائی سے یہ بولا وہ پسر ۔ ہے خوشی میری بھی یوں ہی اے پدر
عرض کی اسنے کہ حضرت خوب ہے ۔ جلد مجھ کو آج رخصت کیجئے
ایک گھوڑا خوب سا لے دیجئے ۔ اور خرچ راہ کچھ دیدیجئے
تاکہ جبتک میں کہیں نوکر نہ ہوں ۔ قوت بسری اس سے میں اپنی کروں
سنکے اسکے باپ نے پھر جلد تر ۔ کردیا تیار اسباب سفر
ایک گھوڑا جو کہا تھا لے دیا ۔ اور خرچ راہ بھی کچھ دے دیا
اور کپڑوں کے کئی جوڑے بنا ۔ ساتھ اسکے کر دیئے اور یوں کہا
جا ترا حافظ خدا اے بدگہر ۔ پھر قدم ہرگز نہ رکھیو تو ادھر
ہو کے رخصت باپ سے راہی ہوا ۔ پھر نہ منہ اسطرف کو اسنے کیا
شہر شہر و دربدر پھرنے لگا ۔ نوکری کی جستجو کرنے لگا

رفتہ رفتہ آخرش وہ نوجواں
اک شہر کے بیچ پہنچا ناگہاں

کہتے ہیں اُس شہر میں تھا اک امیر
صاحبِ حشمت امیرِ بے نظیر

اُس امیرِ نیک کی اے خوش ادا
نوکری کا تھا قلم جاری سدا

دے سے تھا عرضی نوکری کی اُسکو جو
اُسکو نوکر اپنا کر لیتا تھا وہ

عرض کی اُس نے جوں ہی جا کر کہا
نام اُس کا جھٹ سواروں میں لکھا

ایک مدت تک سواروں میں رہا
ہوتے ہوتے عہدہ پھر بڑھنے لگا

پھر جو کی قسمت نے اُسکی یاوری
فوج ساری کا ہوا افسر بھی

چند عرصہ میں ہوا وہ نوجواں
صاحبِ حشمت امیرِ کامراں

عیش اور عشرت میں وہ رہنے لگا
بے غم و بے رنج و بے محنت سدا

ایک مدت تک رہا اس رتبے پر
جب تلک چاہا خدا نے وہ پسر

اُس پسر کی جس گھڑی اے نیکنام
عیش و عشرت کی ہوئی مدت تمام

کی قضا نے جو نظر نوعِ دگر
دم کے دم میں ہو گیا زیر و زبر

نے رہا لشکر نہ وہ فوج و سپاہ
نہ وہ دولت نہ وہ حشمت نہ وہ جاہ

نہ قلعہ نہ محل نہ وہ بارگاہ
دم کے دم میں ہو گیا بالکل تباہ

پھرتا تھا صحرا بہ صحرا در بدر
فقر و فاقے سے ویسے خستہ جگر

پھرتے پھرتے الغرض با سوز و درد
اک شہر کے بیچ جا نکلا وہ مرد

دن کو تو اُس شہر میں پھرتا رہا
رات کو جا ایک مسجد میں پڑا

تا مسافر جان کر اُس شخص کو
دے کھلا کھانا کوئی مردِ نکو

الغرض کی رات مسجد میں بسر
ہو گئی اتنے میں صبح جلوہ گر

صبح ہوتے ہی وہ مردِ بے نوا
باہر آ مسجد کے در پر ہو کھڑا

سوچتے دلمیں لگا اپنے جواں
یا الٰہی اب بتا جاؤں کہاں

تھا اسی حالت میں وہ مردِ گدا
دیکھتا کیا ہے کہ اک خلقِ خدا

پہن کر پوشاک اور گھر سے نکل
جاتی ہے جنگل کو دوڑی بے خلل

اپنے اپنے گھر سے ہر اک مرد و زن
جانبِ صحرا رواں ہے بے محن

اس جواں کے دلمیں یہ آیا خیال
دیکھ تو تو بھی ذرا چلکر کے حال

ہو رہا ہے آج صحرا میں یہ کیا
بے محابا جو ہر اک جاتا ہے چلا

کہہ کے یہ اور اُٹھ کے وہ مردِ خدا
ساتھ اُن لوگوں کے آخر ہو گیا

عنقریب اُس شہر کے اک کوہ تھا
اسمیں اک درویش رہتا تھا سدا

غار کے اندر ہی اندر وہ گدا
رات دن کرتا عبادت کو ادا

حق تعالےٰ نے اُسکو قدرت سے مدام
بھیجتا تھا اُسی جا پر طعام

اِسلیئے اُس غار سے باہر اخی
وہ فقیر ہرگز نہ نکلے تھا کبھی

اُس کا بعد اک سال کے معمول تھا
غار سے باہر نکل کر بیٹھتا

تھا معیّن ایک دن ہر سال میں
باہر اُس دن آتا تھا ہر حال میں

کوہ کی چوٹی پہ جا کر بیٹھتا
آپ کو دکھلاتا سب کو دیکھتا

خلق اُسکے دیکھنے کے واسطے
جمع ہوتی تھی تلے اُس کوہ کے

منزلوں سے آتی تھی خلقِ خدا
اُسکی زیارت کیلیئے اُس دن سدا

تھا وہ دن عالم میں گویا روزِ عید
واں کا جانا سمجھے تھا ہر اک سعید

اور کچھ خیرات بھی کرتے تھے واں
لائق اپنے ہر کبیر و ہر جواں

الغرض اُس دن اُسی معمول پر
جمع خلقت ہو رہی تھی بیشتر

یہ جواں بھی تھا وہیں حیراں کھڑا
دیکھئے ہوتا ہے یاں کیا ماجرا

اتنے میں اک شور خلقت سے اٹھا
آئے حضرت سامنے دیکھو ذرا

دیکھ کر درویش کو اُس کوہ پہ
دور سے کرتا تھا زیارت ہر بشر

اور طلب کرتے تھے اُس درویش سے
بس دعائے خیر سب چھوٹے بڑے

اپنے اپنے مدعا کے واسطے
لوگ اُس سے ہی دعا کرواتے تھے

اور درویش بھی با التجا
اُن کے حق میں مانگتا حق سے دعا

الغرض اُس دن صبح سے تا بشام
منتظر رہا اُس کوہ کے گرد ازدحام

شام کے ہوتے ہی وہ پیرِ ہُدا
اٹھ وہاں سے غار کے اندر گیا

خلق ساری اپنے اپنے گھر گئی
رہ گیا واں وہ جوانِ اجنبی

سوچتے جی میں لگا اپنے جواں
میں بھلا اے دل بتا جاؤں کہاں

آدمی ہر ایک اپنے گھر گیا
تو کریگا شہر میں جا کر کے کیا

گر بسر جیوں توں یہاں اِس رات کو
جب گئی تھوڑی سی رات اُسکے تئیں
گر تجھے کچھ عقل ہے اے ہوشیار
حُبِّ درویشاں کلیدِ جنت ست
چلکے اُس درویش کی خدمتمیں اب
کیا ہے حاصل رنج لیجانا تجھے
دلمیں اپنے پختہ کر کے یہ خیال
دیکھکر درویش بولا اے جوان
اور مجھ کو چاہیئے ہے کچھ نہیں
میری خدمت میں رہا کر تو سدا
ہر کہ خدمت کرد اُو مخدوم شد
جو تجھے خدمت پسند آئی تری
جہل سے بدتر نہیں ہے کوئی شے
جہل تن میں اک بلائے جان ہے
تو بھی اَے امداد اگر ہے ہوشیار
ہو یہاں جاہل سے اکثر کام بند
جہل سے اپنے گدا نے آہ آہ
الغرض پھر وہ جواں باصد خوشی
جو کہ فرماتا تھا پیر اُسکے تئیں
ایک دن درویش نے اس کو اخی
اُس جواں نے خوش جو پایا پیر کو
یہ کہا درویش نے اے نوجواں
اِس کو تم وقتِ وضو اور غسل کے
دونوں باتوں کا مجھے دیجے جواب
یہ کیا تھا عہد مَیں نے اُس گھڑی
اِس سبب سے رات دن ہیں بر بلا

صبح کو پھر دیکھئے جو ہو سو ہو
دلمیں اُسکے یہ خیال آیا وہیں
کر تو درویشوں کی خدمت اختیار
دشمنِ ایشاں سزائے لعنت ست
سیکھ کچھ راہِ خدا اے بے ادب
آخر اک دن یار مرجانا تجھے
غار کی جانب چلا گھوڑے کی چال
کیا ترا مطلب ہے کہ مجھسے بیاں
راہِ حق بتلائیے میرے تئیں
تا ترا مقصود بر لاوے خدا
ہر کہ خود را دید اُو محروم شد
ایکدم میں تجھکو کر دونگا ولی
جہل کفر و شرک کی بنیاد ہے
آدمی جاہل بھی کچھ انسان ہے
صحبتِ جاہل نہ کرنا اختیار
آخرت میں اُسکا ہوا انجام بد
غیر کو ناحق کیا یارو تباہ
پڑ رہا خدمت میں اُس درویش کی
جان و دل سے جیسے وہ کرتا تھا وہیں
سامنے اپنے بٹھایا باخوشی
عرض کی اُسنے کہ اَے فرخندہ خو
جو ترا دل چاہے کہ مجھ سے بیاں
دُور کیوں کرتے نہیں ہو آنکھ سے
تا کہ ہو موقوف دِلکا پیچ و تاب
جب تلک باقی ہے میرے جی میں جی
بر خلافِ نفس کرتا ہوں سدا

کہہ کے یہ اور ہاتھ رکھکر زیر سر
کیوں پڑا تنہا یہاں اے پُر خلل
صحبتِ درویش سے مسرور رہ
دوست درویشوں کا ہووے جنتی
واسطے دنیا کے کیوں اَے بیخبر
آخرت کے کام سے غافل نہ ہو
اعتقادِ دل سے وہ اے نیک پے
عرض کی اُس نے کہ اَے پیر ہُدا
یہ کہا درویش نے اے نوجواں
بے کئے خدمت کوئی پاتا نہیں
جس نے خدمت کی ہوا مخدوم وہ
جہل سے اپنی وہ درویشِ غبی
جہل سے دلمیں نخوت اور غرور
ہو سکے جتنا تو رہ جاہل سے دُور
تیر کے مانند تو جاہل سے بھاگ
جبتلک زندہ ہے جاہل خوار ہے
جہل کا اُسکی کروں میں گر بیاں
پاس اُس درویش کے رہنے لگا
ایک مدت جب گئی اُس کو گذر
ہر طرح کی گفتگو کرنے لگا
ہو جو گستاخی مری اِسدم معاف
عرض کی اُسنے کہ یہ جو آپ کی
دوسرے یہ ناک میں بتی جو ہے
یہ کہا درویش نے اے یارِ غار
میں کرونگا نفس کے برعکس کار
ناک کی بتی کا سُن مجھسے سبب

پڑ رہا جنگل میں تنہا خاک پر
اُٹھ کے اُس درویش کی خدمت میں جا
اور ساری خلق سے بس دور رہ
دشمن اُنکا ہے بلاشک دوزخی
ٹھوکریں کھاتا پھرے ہے دربدر
دولتِ دنیا پہ تو مائل نہ ہو
جا کے قدموں پر پڑا درویش کے
ہے مجھے مطلوب اب راہ خدا
گر یہی منظور ہے تو رہ یہاں
خدمتی محروم اب جاتا نہیں
کی خودی جس نے رہا محروم وہ
آپ کو سمجھے تھا عالم اور ولی
رہتا ہے جاہل سدا رحمت سے دُور
جاہلوں پر ہو غضب حق کا ضرور
جاہلوں کی ہووے صحبت مثلِ آگ
عاقبت اُسکا ٹھکانا نار ہے
قہقہہ مارے ہر اک پیر و جوان
اُسکے کہنے پر عمل کرنے لگا
پاس اُس درویش کے اے بہرہ ور
اُس جواں سے وہ فقیر بینوا
عرض خدمت میں کروں میں صاف صاف
آنکھ پر ہے موم کی ٹکیا لگی
اِسکے رکھنے کا سبب بتلائیے
جب کہ کی میں نے فقیری اختیار
گو وہ کیسا ہی ذلیل ہو اور خوار
نفس نے اکبار کی خوشبو طلب

یوں کہا اک روز مجھ سے نفس نے
عطر مجموعہ کا مجھ کو چاہئے

تاکہ آوے نفس قابو میں تمام
ایسے ایسے اسلئے کرتا ہوں کام

بند میں نے آنکھ کو یوں کر لیا
حق کی نعمت ہیں نہ ہو اسراف تا

اسلئے کافی ہے مجھ کو ایک بھی
گرچہ میں نے بند کرلی دوسری

اس قدر ٹپکایا جمائی موم کی
حشر تک ہرگز نہ اترے گی کبھی

عالم و فاضل ہے پر میرا پدر
اس سے میں اکثر سنی ہے یہ خبر

اس جنابت سے نہ ہوگا پاک وہ
گو کرے سو بار تن کو شست و شو

اور تیرا عضو سارا اے عزیز
خشک رہتا ہے سدا کرتے تمیز

دوسرے یہ ناک میں تیرے اڑی
ایک بتی گوہ کی جو حد سے سڑی

اسکے اوپر آپ کو اب اے فقیر
کہتا ہے تو صاف پاک اور بےنظیر

اس طرح کے زہد و تقوی سے ترے
یہ تیرا خادم بہت حیران ہے

زانوں میں رکھ کے سر اپنا فقیر
مارے خفت کے ہوا ایسا حقیر

ایک عرصہ تک تامل میں رہا
پھر یہ اپنے دل سے اسنے یوں کہا

۱۲

اٹھ یہاں سے کرکے تو یہ جلد تر
اٹھ جنابت کو بدن سے دور کر

الغرض نہا دھو کے اٹھ کر بانیاز
کی ادا اس وقت جو اسنے نماز

وہ تجلی اس گھڑی حاصل ہوئی
پہلے اس سے جو نہ دیکھی تھی کبھی

علم دیں جاکر کے پڑھ تو شہر سے
پھر سکھایا کر یہاں آکر مجھے

اس جواں نے سنتے ہی جھٹ برملا
جو کہا تھا پیر نے وہ ہی کیا

ہوگیا درویش پھر تو بے خلل
عالم و زاہد و تقی بے بدل

ہونا علم اور زہد آپس میں بہم
رکھ سکے کب رہ میں عزلت کے قدم

زہد وہ ہے جو اکھاڑے بیخ سے
ماسوا دلبر کے دلمیں جو ہے شے

یہ ہوس دل سے ترے باہر کرے
اور دلمیں خوف و ڈر ظاہر کرے

[1] إِنَّمَا يَخْشَى ہے انکی شان میں
کہتا ہے حق دیکھ لے قرآن میں

يَخْشَى ٱللَّهَ کو نشان علم جان
إِنَّمَا يَخْشَى قرآن میں پڑھ جواں

یعنے فرماتے ہیں یہ حضرت نبیؐ
جانتا ہوں میں جو تم جانو کبھی

میں نے بدلے عطر کے پی اے پسر
گوہ کی بتی ناک میں اس دن سے دھر

اور شش تو دوسرا مجھ سے یہ اب
آنکھ کے اک بند کرنے کا سبب

کیونکہ دو سے دیکھتے ہیں جسقدر
ایک سے بھی اتنا آتا ہے نظر

بند کی ہے آنکھ میں نے اس قدر
تا کھلے ہرگز نہ یہ پھر عمر بھر

سنکے یہ باتیں جواں نے یوں کہا
گرچہ میں جاہل ہوں اے مرد خدا

غسل کرنے سے جنابت کے کبھی
خشک رہ جائے اگر اک بال بھی

کیونکہ دھونا فرض ہے کل جسم سب
گر رہا کچھ خشک پاک ہوتا ہے کب

یعنی تیری آنکھ ساری دیکھ لے
خشک رہتی ہے یہ نیچے موم کے

کس طرح تیری نماز ہووے درست
جب تلک غسل و وضو ہووے نہ چست

ایسے عملوں سے خدا دیوے پناہ
دین و دنیا جو کرے دونوں تباہ

سنکے یہ باتیں جواں سے وہ گدا
دلمیں کر انصاف اور چپ رہ گیا

شیر کے آگے ہوں جوں روباہ پیر
اس جواں کے سامنے اسدم فقیر

کرکے تو انصاف اے دل اب ذرا
اس جواں کو اپنا تو مرشد بنا

غسل کامل اور وضو کو چست کر
باندھ پھر حق کی عبادت میں کمر

وہ مزہ اور حظ اسے حاصل ہوا
جسکی کچھ ہوتی نہیں ہے انتہا

ہوکے نادم پہلی باتوں سے بلا
اس جواں کو پاس اپنے یوں کہا

شرم آتی ہے بڑھاپے سے مجھے
اسلئے پڑھنے کو کہتا ہوں تجھے

سیکھنے سے علم کے اے بہرہ ور
ہوگیا درویش راہ راست بر

ہوگئے جب علم اور زہد ایک جا
جب ہوا مقبول درگاہ خدا

علم ہے جو راہ دکھلادے تجھے
دھو دے زنگ گمرہی دلسے ترے

جو جو ہے دلمیں سوا حق کے بھرا
زہد وہ شے ہے کرے سب کو فنا

ڈرتے ہیں حق سے وہ مردان خدا
علم حق جن کو کیا حق نے عطا

یعنے مجھ سے اب بہت ڈرتے ہیں وے
عالم و عامل ہیں جو بندے مرے

دل کو علم خوف سے آباد کر
جا حدیث لَوْ عَلِمْتُمْ یاد کر

ذکر کیا ہنسنے کا بلکہ برملا
روتے روتے غم سے دو نالے بہا

[1] یہ اشارہ ہے طرف آیۂ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یعنے خدا کے بندوں میں علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں ۱۲۔

ساقیا وہ جام اب مجھ کو پلا — ٹکڑے ٹکڑے جس سے ہو سینہ مرا
درد و غم سے کر کے پُر اک جام لا — جلد دے امداد کے منہ سے لگا
تاکہ دریا دل بنا جا دل میں سما — درد سے ہو درد اسکے کی دوا
علم کان سے ہر ایاغ و باغ بود — ہمچو مرد و زن چراغ بود

اس داستان میں مذمت اُن علماء کی ہے جو مشابہت رکھتے ہیں امراء کی اور دُور رہتے ہیں فقراء سے

فقر سے ہو علم کو زیب اے پسر — نے زباغ و زراغ و اسپ و گاؤ خر
فقر فخری کہتے ہیں حضرت نبیؐ — فقر سے ہو زیب و زینت علم کی
علم کی عزت بلا شک فقر ہے — فقر و فاقہ عالموں کا فخر ہے
فقر و فاقے سے ہے عزت علم کی — حشمت دنیا ہے ذلت علم کی
فقر و فاقہ عالموں کا تاج ہے — مومنوں کا فقر ہی معراج ہے
مولوی کو بے گماں لاریب ہے — اسکو اسباب جہاں سے زیب ہے
علم کا نقصان ہے حضرت مولوی — حشمت و مال و منال دنیوی
قاقم و خز کب تلک یوں پہن کر — ہو گا تو آراستہ اے نامور
اور کب تک مرغ و ماہی سے اخی — تو کریگا زیب و زینت خوان کی
آپ کر انصاف اے صاحب کمال — ہو بلسیر کب تجھے یہ از حلال
اسقدر مال و منال اے با ادب — جز فریب و مکر کے ہو جمع کب
تو مشقت گر کرے ہو ہو نڈھال — آوے کب کچھ ہاتھ میں مال حلال
اس میں بس اتنا تکلف ہو ضرور — جو کی روٹی اور کچھ دال مسور
موٹا جھوٹا کپڑا تن ڈھکنے کو ہو — اس سے زیادہ ہو نہ پھر تجکو کبھو
اور نیز اسقدر مال و منال — جمع ہو کیونکر یہ از وجہ حلال
مال و ملک و دولت و باغ و بہار — مسند و تکیہ و خانہ زر نگار
نان و حلوا و قند و شکر قورما — ہو بلسیر بے شبہہ کیونکر بھلا
جسکے اور آپ کو کہتے ہو وا — عالم و فاضل ہیں ہم با انتقا
علم دیں سے یوں کرو جھنڈا کھڑا — اور کھانا پھر نہ ہو اس طرح کا
ہاتھ میں کچھ مال لایا شبہ ناک — تاکہ ہو تو نرم پوش اور خوش خوراک
آخرش تجھ کو کرے دیں سے بری — یہ تن آرائی و یہ تن پروری
مال و ملک و دولت و باغ و چمن — سب یہ گردن میں پڑینگے طوق بن
ایک لقمہ بھی جو کھاوے شبہہ ناک — خاک کھا اور ڈال تو دانتوں پہ خاک
اور یہ لقمہ آخرش اے نیکنام — زہر قاتل ہو ترے حق میں تمام
تجھ کو مال و جاہ پر مفتوں کرے — نور عرفاں دل سے وہ بیروں کرے
تو تو اس لقمے کو کھاوے بے شبہہ — دین اور ایمان ترا کھاتا ہے یہ
ایسا لقمہ دین کو یوں کھاوے سن — اندر اندر جس طرح لکڑی کو گھن
تو برائی اور خباثت بدرگی — شبہہ کے لقمے کو سن مجھ سے اخی
یعنے اک دانہ اگر ہو شبہہ ناک — اسکو لیکر حضرت ابراہیمؑ پاک
سیکڑوں تعظیم اور عزت سے جا — بو دیں کعبے کے حرم میں برملا
تخم اسکا ڈالے اپنے ہاتھ سے — اور گاؤ چرخ سے بو نا کرے
اور سینچیں آب زمزم سے اسے — حضرت ابراہیمؑ آکر پے بہ پے
اور اسکے کاٹنے کے واسطے — آہن نو سے اگر داتی بنے
اور بلیں حضرت خیر النساءؑ — حجر اسود سے بنا کر آسیا
اور گوندھیں اسکو حوریں جنتی — با خوشی کوثر کے پانی سے اخی
اور خمیر اسکے یہ پڑھتے بے عدد — فاتحہ یا قل ہو اللہ احد
اور جلادیں لاکے حضرت جبرائیلؑ — لکڑیاں طوبیٰ کی جھٹ بے قال و قیل
اور پھونکیں آگ اسکی دمبدم — حضرت عیسیٰؑ نبی محترم
اور پکاویں حضرت مریمؑ اسے — نوحؑ کے تنور میں اے نیک پے
اور اگرچہ تو پڑھے اے ہوشیار — اسکے ہر لقمے پہ بسم اللہ ہزار
گرچہ اس پر ایسے ایسے ہوں عمل — پر نہ اس لقمے کا کچھ جاوے خلل
باوجود ایسی کراماتوں کے یار — وہ خباثت اسکی ہو پھر آشکار

۱۳

آتش خاصیت اُس کی جب کھلے ۔ وہ ہی لقمہ زہر ہو تجھ کو لگے
راہِ جنت کی چھڑا کر بے خلاف ۔ راہ دوزخ کی بتادو تجھ کو صاف
ورنہ ہوگا دین تیرا سب تباہ ۔ کر علاج اسکا ذرا ہمراہِ آگہ
اس ہوا و حرص سے تو در گذر ۔ کر قناعت پیشہ مت پھر دربدر
ہو نہ گر کمخاب و مخمل گلبدن ۔ اِک گزی کافی ہے ڈھکنے کو بدن
ہوں نہ بہ کھانے اگر با قند و مشک ۔ تجھ کو کافی ہے پیاز و نانِ خشک
اور نہ ہووے گر پیالہ زرِّ ناب ۔ کف سے پی سکتا ہے اپنے یار آب
اور نہ ہوویں اسپ گر زرّیں لجام ۔ پا پیادہ چل سکے ہے چند گام
جو نہ ہووے دُور باش از پیش و پس ۔ دُور باشِ نفرتِ خلق از تو بس
اس سے بہتر ہے کہے تجھ کو ضرور ۔ سارا عالم ہر طرف سے دُور دُور
ہو نہ گر دالان کوٹھا کوٹھری ۔ رہنے کو کافی ہے خس کی جھونپڑی
مخمل و دیبا کا تکیہ گر نہ ہو ۔ رکھ کے پتھر سر کے نیچے یار سو
اس جہاں میں ہے تو چند اِک روز کو ۔ بَن کے پھل سے کر بسر اوقات کو
جس کا چاہے تو جہاں میں ہو عوض ۔ تجھ کو حاصل اُس کا بدلہ ہو غرض
عمر کا بدلہ نہ ہو سکتا ہے یار ۔ اسکو ہاتھوں سے نہ کھو اے ہوشیار
تا کرے امداد جا کر بے محن

راہِ طاعت میں تجھے بیجان کرے ۔ خانۂ دیں کو ترے ویران کرے
دردِ دیں کا ہے تجھے اپنے اگر ۔ جلد اُسکا کر علاج اے بے خبر
کر کے محنت اور مشقت باکمال ۔ جا کے پیدا کر تو کچھ قُوتِ حلال
جو نہ ہووے جامہ اطلس تجھے ۔ تن کے ڈھکنے کو ہے کملی بس تجھے
نان و حلوا قورمہ زردا پلاؤ ۔ اور بریانی متنجن نان پاؤ
سونے چاندی کے نہ ہوں برتن اگر ۔ مٹی کی صحنک بھی کافی ہے مگر
اور سُنہرے آبخورے گر نہ ہوں ۔ پی سکے ہے یار پانی چلّوؤں
گھوڑا ہاتھی اونٹ خچر جو نہ ہو ۔ چل سکے ہے پا پیادہ یار تو
یعنے گر ہوویں نہ تیرے باوقار ۔ آگے اور پیچھے نقیب اور چوبدار
اور نہ ہوں گر خانہائے زرنگار ۔ کر سکے ہے زندگی در گنجِ غار
اور نہ ہوویں فرش گر ابریشمیں ۔ بوریے کہنہ پہ ہو گوشہ نشیں
واسطے داڑھی کیلئے کنگھی نہ ہو ۔ انگلیوں سے کنگھی کر سکتا ہے تو
الغرض جس چیز کا چاہے یہاں ۔ ہو سکے ہے اُسکا بدلہ بیگماں
اور جہاں میں بے عوض ہے جان تو ۔ قدر اپنی عمر کی پہچان تو
ساقیا بہرِ خدا وہ جام دے ۔ چھوٹے کر حرص و ہوا کی قید سے
یار کے کوچے میں قرباں جان و تن

بیان چیزوں مختصر متفرق کا اور بیچ اشارہ قولہ تعالیٰ کے
اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً انصاف اور اخلاص کے ساتھ

خرچ جان اپنی کروائے عاشقو ۔ دوستی میں اپنی گر تم راست ہو
ٹھوکریں کھاتا ہے سب کی وہ سدا ۔ جو کوئی اس راہ سے واقف ہوا
دو جہاں سے اُس نے بازی جیت لی ۔ یار کے قدموں پہ جسنے جان دی
کر جوانی یں نثار اے دوست جاں ۔ جاءوا اَبَاھُم ذٰلِکَ پڑھ جواں
کر جوانی میں تو قرباں آپ کو ۔ یار کے قدموں پہ جو کچھ ہو سو ہو
سب ہوئے برباد ایامِ شباب ۔ بہرِ دیں کچھ بھی نہ لی تو نے شتاب
گذر اس پنجاہ سے اور اک سجود ۔ نے کیا تا کام آوے اے یہود

جو کوئی اِس راہ سے آگاہ ہے ۔ تن کو جانے ہے کہ سنگِ راہ ہے
گیندِ دولت کا وہ آخر لیگیا ۔ جان دی جس نے بپائے دلربا
گر حیات اور عیش خوشی چاہے ہے یار ۔ گاوِ نفس اپنے کو تو اوّل تو مار
یعنے بچہ یا کہ بوڑھی گائے ہو ۔ اُسکی قربانی نہ ہووے جان تو
جو ہوا بوڑھا گراں جانی نہ کر ۔ بوڑھے بکرے کی تو قربانی نہ کر
دن جوانی کے ہوئے آخر تمام ۔ کچھ کیا حق کیلئے تو نے نہ کام
ساٹھ سے بھی عمر زیادہ ہوگئی ۔ کام کی جو بات تھی ہرگز نہ کی

عمر تیری کام کی گذری نہ آہ ایک بھی سجدہ نہ تو نے کر لیا
تا کہ کام آتا وہ تیرے یوم دیں وہ کیا ہرگز نہ تو نے اے لعیں

اب بھی تو اے عندلیب کہنہ سال کر شروع آہ و فغاں تیز بنال
جو کیا نالہ نہ در فصل بہار کر ادا اُس کو خزاں میں زینہار

اب بھی تو بہر خدا اے بے خبر اس بڑھاپے کو غنیمت جان کر
عجز سے رو کر خدا کے روبرو توبہ و استغفار کر ہر لحظہ تو

جو جوانی میں کیا تو نے نہ کام کر ادا اُس کو بڑھاپے میں تمام
تا کہ تو جانے زیاں کا سُود یار تھے گنہ تو نقد اور توبہ اُدھار

غرق دریائے گناہی تا بکے وز معاصی روسیاہی تا بکے
غرق دریا میں گناہوں کے بھلا تو رہے گا کب تلک مجھ کو بتا

اور بدیوں سے تو اپنی روسیاہ کب تلک رکھیگا اے حال تباہ
گوش جاں سے پنبۂ غفلت نکال حبذا امجد کا تو سُن پھر مجھ سے حال

حضرت آدمؑ کہ دادا سب کے تھے اور خلیفہ تھے خدا کے جا نلے
اور فرشتوں نے انہیں سجدہ کیا دی خدا نے رہنے کو جنت میں جا

اِک گنہ کرتے ہی سُن اُن کو کہا مذنبی مذنب نکل اب یاں سے جا
تو طمع رکھتا ہے باچندیں گناہ داخل جنت ہو تو اے روسیاہ

اِک گنہ کے ساتھ آدمؑ کو نکال حق نے جنت سے دیا پھر دور ڈال
جو کرے صدہا گنہ شام و سحر کس طرح جنت میں ہو اُسکا گذر

حد سے گذرا انتظار اب ساقیا کر مدد یہ وقت ہے امداد کا
عمر گذری ہجر میں جلتے ہوئے اب تو مت محروم رکھ دیدار سے

اس داستان میں بیان ہے مُراد قول نبی صلعم کی حُبُّ الوَطَنِ مِنَ الاِیمان کہ کیا غرض ہے اس سے

قید میں عصیاں کی جو قید ہیں بہر غلیظی سے وہ ناامید ہیں
جو گناہوں کے پڑے ہیں جال میں یار کے دیدار سے محروم ہیں

تن بدن کو پالتے ہیں جو کوئی قید میں ہیں نفس اور شیطان کی
لذتِ تن میں پڑے ہیں جو کہ بد اُنکی گردن میں ہے حَبْلٌ مِّنْ مَّسَد

بند تن کو توڑ زنداں سے نکل یار کے کوچہ کو اٹھکر جلد چل
اٹھ توجہ کر سُوئے ملکِ نعیم یاد کر اوطان اور عہدِ قدیم

اٹھا کہیں بہر خدا ٹک سوچ تو یار کے کوچے کو اور اس عہد کو
یار کی تجھ کو محبت ہے اگر راہ لے کوچے کی اُس کے جلد تر

ظاہر اور باطن یعلم اے نیکتن کہتے ہیں ایماں سے ہے حبِّ وطن
یہ وطن ہند و عراق و شام کے وہ وطن ہے اور جسکا نام لے

یہ وطن دنیا کے ہیں سب اے اخی کب کرے تعریف دنیا کی نبیؐ
دوستی دنیا کی شر ہے اور خطا ہو خطا سے کب تجھے ایماں عطا

ترک دنیا کو کرے ہے یار جو دو جہاں کا ہوتا ہے سردار وہ
چھوڑ کر دنیا کو جاتا ہے وہ یار اُس وطن کو نفس پر ہو کر سوار

نیک طالع ہیں وہی اے نیک تن جنکو رغبت ہے سُوئے اصلی وطن
ہیں سعادتمند جو سب چھوڑ کر رکھتے ہیں وہ راہِ اصلی پر نظر

اس وطن میں ہے تجھے جاں اک سفر یوں مسافر چاہیئے کرنا گذر
دیکھ کر اس راہ کی باغ و بہار کر لیا تو نے وطن ہی اختیار

شہر تن میں اسقدر تو آپھنسا اس وطن کو کر دیا دل سے جُدا
اس وطن میں ہے جو یہ خود بیوطن تو پڑا کب تک رہیگا خستہ تن

موڑ منہ اور تن سے جانکو شاد کر اپنا تو اصلی وطن آباد کر
چھوڑ کر اصلی وطن اپنا بھلا کوئی ویرانے میں رہتا ہے پڑا

ہے یہ دنیا خانہ سو ویران یار اسکو ناداں ہی کرے ہے اختیار
ہے یہ ویرانہ سمجھ اور غور کر اُلوؤں اور جغدوں کے رہنے کا گھر

ہے یہ جنت واسطے کفار کے ظالم و فساق و بداطوار کے
اور مومن کو ہے زنداں یہ جہاں عیش اور آرام زنداں میں کہاں

فکر کر ایسی کوئی اے بے خبر
تاکہ تو اِس قید سے ہووے بدر

آشیانہ ہے ترا عرشِ بریں
تو پڑا ہے قید میں اندر زمیں

چھوڑ کر کے اپنا خانہ زرنگار
اس نجاست پر ہے تو مفتون یار

کیوں خراب آباد میں ہے تو پڑا
دیکھ چل گلزار کی آب و ہوا

کب تلک اے شاہباز پرفتوح
تو رہیگا دور از اقلیم روح

حیف ہے صد حیف اے صاحب ہنر
ایسے ویرانے میں کھولے بال و پر

کب تلک اے ہدہد شہر سبا
تو رہیگا اس سفر میں بستہ پا

کر کے کوشش بند پا سے دور کر
اور اُڑا تو آپ کو پھر عرش پر

کیوں پڑا خالی کنوئیں میں سر کے بل
گر تو یوسف ہے کنوئیں میں سے نکل

تا عزیزِ مصرِ ربانی ہو تو
جسم سے چھوٹے تو روحانی ہو تو

اِس نجاست پر یہ سبزہ دیکھ کر
ہوگیا مفتون تو اے خیرہ سر

ایک دانے کیلئے اے زشت خو
جال میں تو نے پھنسایا آپ کو

واسطے تصویر بیجاں کے میاں
آپ کو رسوا کیا اندر جہاں

بھر رہے دل میں خیالاتِ جہاں
ذکر و فکرِ حق بھلا اِس میں کہاں

لوح دلسے سب خیالاتوں کو دھو
جان سے اک یار پر مفتون ہو

یار ہرجائی نہ بن اے بیوفا
خالصاً اک دلربا سے دل لگا

جب نہ تجھ کو ہو پسند ہرجائی یار
کیوں نہ ہو بیزار اس سے کردگار

ایک سو ہو کر یہ سُن مجھ سے مثال
تاکہ ہو معلوم تجھکو سب یہ حال

حکایت بسبیل تمثیل کے لکھی گئی نو

تھی اک عورت خوبصورت نازنیں
سیم تن نازک بدن اور مہ جبیں

زلف و رخسار و لب اُسکے رشکِ حور
جسکی اُلفت میں دل اک عالم کا چور

ایک دن با ناز با صد کرّ و فر
ایک کوچے میں ہوا اُسکا گذر

اتفاقاً سوختہ دل اک جواں
دیکھ اُسکو ہوگیا عاشق بجاں

اُس پری کا دیکھ کر حسن و جمال
ہوگیا وہ مثلِ تصویرِ خیال

اُڑ گئے سب ہوش اور صبر و قرار
ہوگیا کُل محو اندر روئے یار

اُسکو یوں مجنوں و شیدا دیکھ کر
عشق کا اُسکے ہوا زن پر اثر

یوں کہا زن نے اُسے اے سادہ رو
حال اپنے کو بیاں کر مجھ سے تو

کیوں کھڑا ہے کِسکا تجھ کو دھیان ہے
کِسلئے آئینہ ساں حیران ہے

جا یہاں سے دیکھ اپنا کام کر
کیوں بلا میں پڑتا ہے اے خیرہ سر

اُس جواں نے یوں کہا جانِ جہاں
چھوڑ تجھ کو اب بھلا جاؤں کہاں

عشق تیرا لیگیا اے میر بیجاں
ہوش و عقل و صبر اور تاب و تواں

عشق نے تیرے مجھے بیخود کیا
کام مجھ کو کچھ نہیں اب تجھ سوا

یہ کہا زن نے اُسے اے بیخبر
ہے مری ہمشیرہ مجھ سے خوب تر

حسن میں بہتر ہے مجھ سے لاکھ بار
جسپہ ہیں شمس و قمر دونوں نثار

دیکھ اُسے ٹک ذرا اے سادہ رو
آتی ہے پیچھے مرے وہ ماہ رو

سُنکے یہ اور چھوڑ کر اُسکو وہ خام
ہٹ کے پیچھے کو چلا چند ایک گام

جب لگا جانے تو زن نے دوڑ کر
دھول اک سر پر لگائی جلد تر

اک طمانچہ اُسکے منھ پر مار کر
یہ لگی کہنے اُسے اے خیرہ سر

میری صورت پر اگر عاشق ہے تو
اپنے اِس دعوے میں جو صادق ہے تو

غیر پر کیوں کی نظر میرے سوا
ہے یہ دعوئی عشق کا اے بیحیا

کرتا ہے دعویٰ تو میرے عشق کا
غیر کو کیوں دلمیں پھر دیتا ہے جا

کیا یہی ہو ہے وفائے عاشقاں
غیر پر مائل ہو ظاہر یا نہاں

جو کہ ڈالے غیر پر اپنی نظر
ہے حقیقت میں وہ مشرک سربسر

اپنا عاشق ہو کے دیکھے غیر کو
کعبے میں چاہے بنانا دیر کو

رکھتا ہے دلبر تو داغِ حبِ غیر
اور چاہے کوچۂ دلبر کی سیر

غیر کو نظروں سے تو اپنی نکال
چشم دلسے دیکھ پھر حق کا جمال

دوسرا ہے کون یاں حق کے سوا
کسلیے احول بنا ہے بے حیا

جو سوا حق کے ہے دے سبکو جلا
ایک دلبر سے تو دل اپنا لگا

جز وجودِ مطلق اور ہستی پاک
دھیان میں تیرے جو آوے ہے سب خاک

تو کہاں اور میں کہاں عالم کہاں
ہے یہ اک نورِ منزہ اے جواں

ہے ہزاروں آئینہ میں جلوہ گر
ایک صورت جان لے اے بیخبر

ہے کہاں سے کثرتِ آئینہ جاں
ہیں سب اسماء و صفات اے نکتہ داں

اس شکر نے بند لبوں کو کر لیا
گفتگو کی قید سے دل چھٹ گیا

جامِ وحدت دیجیے ساقی جلد تر
ماسوا کی قید سے آزاد کر

اوّل و آخر نہان و آشکار
ایک ہے خورشید اور ذرّہ ہزار

ہے ہزاروں آئینوں میں اک جمال
اس تکثر سے ہے حیران عقل حال

اس سے زیادہ کہہ نہیں سکتا ہوں اب
قند وحدت سے ہوئے ہیں بند لب

ساقیا اس دشت وحشت سے چھڑا
یار کے کوچے کا دے رستہ بتا

تا کہ میں سب چھوڑ کر کے بندِ تن
بحرِ دردِ عشق میں ہوں غوطہ زن

اس میں بیان ہے بلاؤں اور محنتوں کا حال جو عشق کی راہ میں ہیں اگرچہ بھاری ہیں لیکن سب اوپر ہلکی ہیں عاشقوں پر بلکہ بڑی راحتیں اور چین ہے اوپر عاشق آزاد کے

ہیں طریقِ عشق میں صدہا بلا
اے دلِ غمگین غم میں مبتلا

محنت و خواری و ذلّت اور حذر
انتظاری بیقراری دردِ سر

نے عزیز و نے قریب و نے شفیق
نے کوئی غمخوار انکا نے رفیق

لیک عاشق ماہرانِ عشق ہیں
ہیں وہ خوش ہر دم بلا و رنج میں

جان بازی میں ہیں پختہ پر نہ خام
بود سے اپنے ہیں بے خود لا کلام

خار و خس کو غیریت کی آگ دے
با فراغِ دل تو تنہا راہ لے

ڈھونڈ مت اندر خودی کے بہتری
بہتری ہے بیخودی میں اے اخی

رنج و غم ہوتا ہے فرحت اور خوشی
جبکہ حاصل ہووے مقصودِ ولی

بکریوں کے پاؤں کی گردِ و غبار
بھیڑیے کی آنکھ میں باغ و بہار

انکو حاصل بارِ جمالِ یار ہے
گرچہ تن اُن کا مثالِ خار ہے

عیش و عشرت جبتلک چھوڑے نہ تو
غیرِ حق سے اور منہ موڑے نہ تو

کب بھلا حاصل تجھے ہو راہِ عشق
مبتلا ہے تو تو اندر جور و فسق

توشہ ہے اس راہ میں تقویٰ اترا
نان و حلوا طاق میں رکھ اے فتا

نان و حلوا کیا ہے یہ فرزند و زن
تیری گردن میں پڑے جو طوق بن

نان و حلوا کیا ہے یہ باغ و بہار
مسند و تکیہ و خانہ زرنگار

نان و حلوا کیا ہے سن اے بدقماش
یہ سعی تیری ہے از بہرِ معاش

بے بقا کیوں واسطے اسکے خود پسند
ہوگا کس کس کا تو یاں احسانمند

تجھ کو یہ صبر و توکّل سے چھڑا
در بدر رسوا پھراتا ہے سدا

عشق کے رستے میں لاکھوں ہیں الم
آفت و درد و بلا و رنج و غم

کھانا اور پینا نہ سونا ہے وہاں
ہاں مگر اک نالہ و آہ و فغاں

ہوتے ہیں ہمراہ عاشق کے مگر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر

عشق کے وہ آزمودہ کار ہیں
بادشاہ باطن میں ظاہر خوار ہیں

تو بھی اے امداد اپنے سے نکل
ہو کے بیخود کوچۂ دلبر کو چل

سن نہ ہونے میں ترے کب ہے برا
مت ہو تو اُس میں تجھے ہے فائدا

راہ میں فقر و فنا کے سہل ہے
جسم و جاں کو پہنچے غم گر پے بہ پے

بکریوں کا دیکھ گلہ جس طرح
بھیڑیا ہوتا ہے خوش اور با فرح

ہے اسی صورت سے حالِ عاشقاں
شو بلا و درد و غم میں بے گماں

عشق کی راہ میں ہو کب آسودگی
سر بسر ہے درد و غم آلودگی

ہو نہ جب تک تجھ پہ آسائش حرام
رکھ سکے کب عشق کے رستے میں گام

غیر ناکامی کے اس جا کام تے
عشق کی رہ ہے رہِ حمّام تے

نان و حلوا کیا ہے تیرا جاہ و مال
باغ و زراع و حشمت و اقبال حال

نان و حلوا کیا ہے فکر نام و ننگ
جسکی خاطر ہے یہ ساری صلح و جنگ

نان و حلوا کیا ہے یہ طول امل
اور فریبِ نفس و علم بے عمل

واسطے دنیائے دوں کے ہوشیار
زیرِ منّت ہوگا کس کس کے تو بار

عیش اور آرام تیرا اے جواں
لے گیا یک لخت یہ حلوا و نان

دھو دیا لوحِ توکّل سے سبھی
نام تیرا جان اے مردِ غبی

گوشۂ صبر و توکل چھوڑ کر — کیوں پھرے سر مارتا ابدھر ادھر
کان میں تیرے پڑا بھی ہے لئیم — حرفِ اَلرِّزقُ عَلیٰ رَبٍّ کریم

یعنے ہے رزاق وہ پروردگار — رزق سب کو دیتا ہے لیل و نہار
رزق دیتا ہے تجھے شام و سحر — پھرتا ہے پھر کس لئے تو در بدر

جا قناعت پیشہ کر اے بیخبر — صبر کے گوشہ میں اب تو بیٹھ کر
گھر کے کتے ہی کو جا مرشد بنا — تاکہ دے تجھ کو دکھا راہِ ہدیٰ

اس میں بیان اُس عابد کا ہے کہ دُنیا کو ترک کر کے پہاڑ کے غار میں بیٹھا تھا اور آزمانہ اللہ تعالیٰ کا اُس کو امتحاناً اور نصیحت لینی اُسکو ایک کتے سے

کوہ لبناں میں تھا ایک عابد مقیم — غار میں جس طرح اصحاب الرقیم
چھوڑ کر ظاہر کی ساری جق و بق — غار میں بیٹھا کرے تھا یادِ حق

دن کو رہتا تھا ہمیشہ روزہ دار — رات کو کرتا عبادت بیشمار
قدرتِ حق سے اُسے اک وقت پر — نان و حلوا پہنچتا اے نامور

آدھا اُس سے رات کو کھاتا تھا وہ — اور سحر وہ نوش کرتا نصف کو
الغرض وہ رات دن مردِ خدا — یاد میں اللہ کی مشغول تھا

یوں بسر اوقات کرتا تھا گدا — فکر کھانے پینے کا اُسکو نہ تھا
نان و حلوا دیتا تھا اُس کو خدا — بے مشقت اور بے محنت سدا

آخرش اک روز بہرِ امتحاں — ہوگیا موقوف وہ حلوا و نان
انتظاری کی نہ آیا پر طعام — وہ ہوا زار و نحیف اے نیک نام

جب نہ آیا شام سے لے تا سحر — سیکڑوں آنے لگے دل میں خطر
بھول سب جاتا رہا صوم و صلوٰۃ — فکر کھانے میں رہا وہ ساری رات

اور نہ کی اُس نے عبادت کچھ ادا — اور نہ سویا رات کو وہ مطلقا
الغرض کی رات تو جیوں تیوں بسر — ہوگیا اتنے میں ہنگامِ سحر

آخرش اُٹھکر وہ با صد اضطراب — غار سے باہر نکل آیا شتاب
کوہ پر ہو کر کھڑا وہ بے خطر — اور لگا پھر دیکھنے ادھر ادھر

جبکہ چاروں طرف کی اُس نے نظر — دُور سے قریہ اُسے آیا نظر
کوہ سے نیچے اُتر کر وہ اخی — گاؤں کے اندر گیا با صد خوشی

سُن تو اُس قریہ میں رہتے تھے تمام — گبر اور قوم نصاریٰ لا کلام
عابد اُس کافر کے در پر ہو کھڑا — یہ کہا کچھ دو مجھے بہرِ خدا

گبر نے دو روٹی اس عابد کو دی — لیکے اُس کو وہ چلا با صد خوشی
اور کیا عابد نے پھر قصدِ مکاں — تا کرے افطار روزہ اُس سے واں

گاؤں سے باہر نکلکر وہ جواں — غار کی جانب ہوا جلدی رواں
ایک کتا گبر کے دروازے پر — رہتا تھا مدت سے اے نیکو سیر

بھوک کے مارے یہ تھا احوالِ سگ — رہ گئے تھے استخواں اور پوست و رگ
گرچہ آگے اُسکے کوئی جو کبھی — کھینچتا گر گردہ پرکار بھی

تو وہ کتا روٹی اُسکو جان کر — جان دیتا تھا وہ اُس پر بے خطر
جو زباں پر آتا تھا لفظ خبر — وہ سمجھ کر خبز دے تھا اُسپہ سر

کتا بو پا کر کے عابد کی ذرا — دوڑ کر جھٹ اُسکے وہ پیچھے پڑا
جب لگا عابد کو پہنچا نظر — ایک روٹی خوف سے دی جلد تر

ایک روٹی بچ رہی تھی اُس سے جو — لیکے دوڑا اُسکو وہ مردِ نکو
کتا جب اس سے فراغت پا چکا — دوڑ کر عابد کا جھٹ پیچھا لیا

دوسری روٹی جو اُسکے پاس تھی — تنگ ہو کر وہ بھی اُس نے ڈالدی
دیکھے اسکو پھر ہوا عابد رواں — اُسکی ایذا سے کہ تا پاوے اماں

دوسری روٹی بھی جب وہ کھا چکا — پھر جھپٹ کر کان پھر پیچھے پڑا
پیچھے اُسکے مثلِ سایہ وہ چلا — بھونکتا اور کپڑے اُسکے پھاڑتا

ہو کے عاجز اُس سے عابد نے کہا — میں نہیں دیکھا ہے تجھسا بیحیا
تیرے مالک نے دو روٹی کے سوا — کچھ نہیں مجھ کو دیا اے بے حیا

سو وہ دونوں تجھ کو اب میں دے چکا — پھر کیوں ہے گرد تو مجھ کو ستا
اور کیا چاہتا ہے مجھ سے اے پلید — کیا حیا تجھ کو نہیں ہے اے مرید

قدرتِ حق سے وہ کتا ناگہاں
گفتگو کرنے لگا جوں مرد ماں

یہ لگا کہنے کہ اے مردِ خدا
غور کر ٹک میں نہیں ہوں بے حیا

بچپنے سے اب تلک اے نامور
رہتا ہوں اُس گھر کے دروازے اوپر

گھر کا اُسکے بن رہا ہوں درباں
بکریوں کا اُسکے ہوں میں پاسباں

گاہ تو دیتا ہے مجھکو پارہ ناں
اور گاہے دے ہے مشتِ استخواں

اور گاہے بھول جاتا ہے مجھے
کچھ نہیں اُس دن کھلاتا ہے مجھے

گذرے ہیں مجھ پر بہت شام و سحر
روٹی ہڈی کچھ نہیں آتی نظر

گاہ ہوتا ہے کہ پیہم گبر تو
نے میسر آپ کو نے مجھ کو ہو

ہفتہ ہفتہ گذرے ہیں یہ ناتواں
خشک ٹکڑے کا نہ پایا کچھ نشاں

پرورش پائی جو میں اُس در اوپر
اور کے در پر نہیں کرتا گذر

گرچہ صد ہا رنج اب سہتا ہوں میں
در پر اُسکے پر پڑا رہتا ہوں میں

اُسکی نعمت کا کبھی کرتا ہوں شکر
صبر سے رہتا ہے گاہے مجھکو شکر

کھیلتا ہوں عشق کی بازی سدا
ساتھ اُسکے میں بصد رنج و عنا

الغرض یہ عاصی اُسکے در سوا
اور کے در کو نہیں پہچانتا

اور تجھے جو ایک دن اے نوجوان
نے ملا تقدیر سے حلوا و نان

پس بنا اے صبر میں آئی شکست
غیر کے در پر گیا اے خود پرست

اپنے اُس رزاق کا در چھوڑ کر
گبر کے در پر تو آیا دوڑ کر

کچھ نہ کی رزاق پر اپنے نظر
مانگنے آیا تو اک کافر کے گھر

واسطے روٹی کے اپنے دوست کو
چھوڑ کر آیا تو یاں اے نیک خو

اور دشمن اُسکے سے کی دوستی
کچھ حیا تجھ کو نہ آئی اے اخی

اب ذرا منصف ہو اے مردِ خدا
بے حیا تو ہے کہ یا میں ہوں بتا

سُنکے یہ عابد گرا بیہوش ہو
پیٹ ملے کے سر ہو گیا بے ہوش وہ

اے سگِ ملعون نفس امداد کی
یہ نصیحت گبر کے کتے نے کی

صبر کا در بھی اگر تجھ پر کھلے
گبر کے کتے سے کمتر پھر تو ہے

ساقیا میری خبر لے جلد آ
نفس اور شیطاں کے ہاتھوں سے بچا

نفس و شیطاں نے کیا تجھ کو اسیر
ہو کہیں مہرِ خدا تو دستگیر

اس میں مذمت ریاکاروں اور مکاروں کی کہ بڑا لشکر شیطان کا ہے

کیا ہے دنیا جان اے مردِ غبی
واسطے زر کے بنے تو متقی

شانہ و مسواک تسبیح و ریا
جُبّہ و دستار و قلبِ بے صفا

زہد کا دعویٰ ہو تجھ کو بے شمار
جاہ و عزت کیلئے اے نابکار

لے بنا تقویٰ کی صورت بے نظیر
تا کریں تعظیم سب شاہ و وزیر

ہے گماں تجھکو کہ ایسے مکر سے
سارے عالم کو مطیع اپنا کرے

ہے توقع تجھ کو اے مردِ غبی
تا کہ اس جھوٹی فقیری سے تری

معتقد ہو کر کے سب اہلِ جہاں
لائیں نذریں پاس تیرے بیگماں

یہ نہیں معلوم تجھ کو اے عزیز
ہیں جہاں میں سیکڑوں اہلِ تمیز

ہیں بہت عالم میں عاقل نکتہ داں
جانتے ہیں سب کی خوبی و زیاں

یہ جو کرتا ہے فریب و مکر تو
اس سے وہ واقف ہیں بیشک ہو بہو

پر یقیں ہے تجھ کو اب بیشک یہی
حال سے میرے نہیں واقف کوئی

اپنی خود بینی سے تو ہے مارتا
لافِ تقویٰ اور عدالت کی سدا

فکر میں ہر دم ہے تو اس بات کی
جسکے یاں کی عزت اور دولت ملی

کار تیرا سر بسر لیل و نہار
کرتا ہے تحصیلِ جاہ و اعتبار

واسطے زر کے بنے اے نابکار
متقی و عاقل و پرہیزگار

نان و حلوے کیلئے تو نے لعیں
کھو دیا ہے ہاتھ سے اسلام و دیں

جاہ و عزت کیلئے اے بے خبر
دین و ایماں سے پڑا تو دور تر

دیں دیا تو نے لیا نانِ حرام
مکر و حیلہ بہرِ تسخیرِ حرام

مال کھاتا شاہوں کا با مکر و شید
چھوٹے غفلت سے نہ تیری عمر و زید

لے فریب و مکر سے شاہوں کا مال
ہر طرح سے پھر اسے سمجھے حلال

پھر یہ تقویٰ اور عدالت با وجود
ایسے وصفوں کے ہے قائم اے جہود

ہے ہمیشہ برقرار اور پائدار
یہ عدالت اور تقویٰ نابکار

سنگ و آہن سے بھی یہ مضبوط ہے
جو نہیں نقصان کسی شے سے اُسے
کچھ نہیں نقصان فریب و مکر سے
اس عدالت اور تقویٰ کو ترے
ہے خلل اُسکو کسی شے سے عزیز
چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

حکایت تمثیل

حال اُس عورت کا سن تک اے عزیز
جو کہ تو رکھتا ہے کچھ عقل و تمیز
شہر ہرا میں تھی حسن اک بیوہ زن
کہنہ رند و حیلہ ساز و پُر زفن

نام اُس عورت کا تھا اے ہوشیار
کہتے ہیں بی بی تمیزہ ہوشیار
بس عبادت سے اُسے لیل و نہار
تھی سدا رغبت بہت اے نامدار

صبح سے لیکر کے تا وقتِ عشا
با وضو رہتی تھی اے مردِ خدا
بعد عشا کے صبح تک وہ بے شعور
رات بھر کرتی زنا فسق و فجور

ایکدم بھر مرد بن رہتی نہ تھی
گرچہ پھر چوڑھا چمار ہوئے کوئی
آتا جو اُس بیحیا کے پاس یار
آگے اُسکے پڑتی تھی دامن پسار

لے نمازِ شام سے تا بامداد
نامرادوں کو سدا دیتی مُراد
اور نہ خالی ہوتی تھی اُسکی دوات
ایکدم بھر بے قلم سے نیک ذات

جو کوئی لاتا مراد اپنی وہاں
جھٹ رقم کرتی وہ اُس پر بیگماں
رند اور اوباش کے مقصود کو
خوب بر لاتی تھی وہ اے خوبرو

اُسکی چکی شیخ کے مانند یار
پھرتی ہی رہتی سدا لیل و نہار
اور اسی حالت میں پھر وہ نابکار
کرتی تھی حق کی عبادت بیشمار

جس کسی کے نیچے سے اٹھتی بناز
ہوتی تھی فی الحال مشغولِ نماز
بے وضو بے غسل بے نیت سدا
خوب کرتی تھی رکوع سجدا ادا

اُسکے اوپر کہتی تھی وہ بدگہر
با وضو رہتی ہوں میں آٹھوں پہر
ایسی بدذاتی سے پھر وہ بیحیا
آپ کو کہتی تھی میں ہوں پارسا

۲۰ ایک دن اک رند نے اُس سے کہا
کیا کہوں مجھ کو تعجب ہے بڑا
اس طرح کے کار سے تیرے مجھے
حیرت آتی ہے بہت اے نیک پے

باوجود ایسی جنابت کے سدا
خوب رہتا ہے وضو تیرا بجا
نیت اور آداب یہ محکم وضو
گر بیاں کچھ حال اسکا مجھسے تو

یہ وضو تیرا اُسن اے نیکو سیر
سنگ و روئیں سے بھی ہے مضبوط تر
بلکہ ہے سدِ سکندر سے دوچند
جو کسی شے سے نہیں اسکو گزند

ہے مثال ایسی ہی تقویٰ کی ترے
ہر طرح کے کار سے قائم رہے
جس طرح بی بی تمیزہ کا وضو
سو جنابت سے نہ ٹوٹے تھا کبھو

یوں ہی تقویٰ اور عدالت تیرا یار
سو فریب و مکر سے ہے پائدار
ہے خدا کی مار ایسے شخص پر
بے حیا بے شرم جو ہوا اسقدر

ساقیا آمد سے گذرا انتظار
جام دے وہ جس سے ہو سینہ فگار
کر کے تا ناموس کے دامن کو چاک
آتشِ دل سے میں ڈالوں سر پہ خاک

اس میں مذمت اُن درس کہنے والوں کی ہے کہ مقصد اُن کا محض ظاہر کرنا فضل اور علم اور بزرگی کا اور دھوکا دینا ہے خلقت کو

کیا ہے دنیا جان تو اے خودپسند
مکر و حیلہ کا ترے یہ وعظ و پند
درس تیرا اسلئے ہے صبح شام
تاکہ ہو مشہور علم اور فضل تام

بہر اظہارِ فضیلت اور عمل
آپ کو ڈالے ہے تو اندر خلل
تو یہ کرتا اب جو وعظ و پند ہے
خلق میں مشہور ہونے کیلئے

علم و فضل اپنا جتانے کیلئے
سو خرابی اور بلا میں تو پڑے
ہر طرح اپنا جتا فضل و کمال
مرد و زن کیواسطے ڈالے ہے جال

تاکہ ہوں تابع ترے کچھ عام ہی
سو فریبوں سے تو لایا دام میں
جاہل و نادان وہ بے عقل و شعور
جال میں تیرے پڑے اے پرغرور

معتقد تیرے ہوئے وہ پرضرر
کون شوئی کا نہیں جنکو شعور
جاہلوں میں بیٹھ کر بن بن سدا
علم و فضل اپنا جتایا خوب سا

خوب سی تقریر کو دیکر کے زیب / جاہلوں ناواقفوں کو دے فریب
دوسرے کو تو نصیحت ہو مدام / اور ہووے خود فصیحت لاکلام
راہ جنت کا بتاوے اور کو / آپ لے دوزخ کی رہ بے گفتگو
رہ بتاوے اور کو گلزار کی / اور لیوے آپ رستہ نار کی
شہد و شربت اور کو دے ہے پلا / آپ پیتا ہے پیالہ زہر کا
کرتا ہے اوروں کو سیدھی راہ پر / اور ہووے آپ گمرہ جان کر
بھیجتا ہے اور کو گلزار میں / آپ کو ڈالے ہے تنہا غار میں
ہے یہ سب اسواسطے اے پرخلل / لوگ جانیں تاترا علم و عمل
خوب سی شیخی جتائی کھول کر / مکر اندر مکر لکھا ہے ہنر
پر اصول و فروع تیرے اے اخی / محکم ان دو سے نہیں ہے ایک بھی
کچھ حیا بھی تجھ کو آتی ہے بتا / حق تعالیٰ اور پیمبر سے بھلا
جان اس رہ میں ترا کیا غول ہے / یہ ریائی درس نامعقول ہے
کرتا ہے جو تو ریا کا وعظ و درس / ہے یہی شیطان تیرا اور نفس
یہ ریا کا جو ترا ہے وعظ و پند / زہر ہے باطن میں اور ظاہر میں قند
ہوتی ہے جس درس میں روی و ریا / درس ہے کب ہے وہ اک قہر و بلا
چور ہے پوشیدہ دل میں یہ ریا / دولتِ ایمان کو ہے لوٹتا
خنجرِ لاحول سے اِس چور کو / قتل جس نے کر دیا اے نیکخو
دولتِ ایمان لی اس نے بچا / باخوشی جنت میں جا ڈیرا کیا
درس جو قربت نہ ہو اس سے غرض / ہے نہیں وہ درس لیکن ہے مرض
آپ کو جس نے اگر اس مرض سے / کر دیا آزاد جاں اے نیک پے
اسپ و دولت کو وہ اپنے باہنر / ہے وہ دوڑاتا فرازِ عرش پر
ساقیا لے بہر حق میری خبر / نفس و شیطاں نے کیا زیر و زبر
وقت ہے امداد کی امداد کا / کرکے امداد انکے پیچوں سے چھڑا
تاکہ یہ جاکر کے بے روی و ریا / اُس کے قدموں پر کرے سر کو فدا

۲۱ اس میں مذمت اور برائی اُن لوگوں کی ہے جو ہمیشہ اَسباب دنیا کا اکٹھا کرتے رہتے ہیں اور غافل ہیں حاصل کرنے اسبابِ عقبیٰ کے سے

کیا ہے دُنیا یعنے اسبابِ جہاں / آفتِ جاں ہے ہر اک پیر و جواں
یہ کرے قربِ خدا سے تجھ کو دُور / اور کرے راہِ ہدا سے تجھ کو دُور
کر دیا قربان اُس پر اپنا سر / ہوگیا تو راہِ حق سے دُور تر
کر دیا ہے تلخ تیرا یار کام / اسطرح کے نان و حلوے نے تمام
اور بھی اکثر ترا اے نیک خو / لے گیا ہے رونقِ اسلام کو
جلد اس اَسباب کو اے بہرہ ور / بیخ دیں سے تو اکھاڑ اور دُور کر
اور اس دنیائے دوں پر خاک ڈال / آپ کو بارِ گراں سے تو نکال
سعی تیری ہے یہ اے صاحب ہنر / واسطے دُنیائے دُوں کے سربسر
سعی کچھ جانی نہ عقبیٰ کی ہے کیا / سعی دُنیا میں رہا تو مبتلا
اس کی رہ میں ہو شگافی اے شقی / اس کی رہ میں گند فہمی احمقی
پیچھے اسکے دوڑ لے ہے از جان و دل / اُسکے پیچھے جائے جیسے خر بگل
باوجود اس سعی و محنت کے ذرا / جو کہ چاہے تھا نہ وہ حاصل ہوا
سعی دنیا میں رہا تو عمر بھر / کیا ہوا حاصل تجھے جز دردِ سر
سعی عقبیٰ کی جو تو کرتا میاں / کارِ دُنیا کا بھی بر آتا میاں
کارِ عقبیٰ کا جو کرتا بند و بست / کارِ دنیا کے بھی سب ہوتے درست
اسلیئے فرماتے ہیں خیر البشر / جو کوئی دنیائے دُوں کو ترک کر
ہوتا ہے جھٹ باخضوع و باخشوع / اپنے اس اللہ کی جانب رجوع
کار اُسکے دنیا و دیں کے تمام / ہوتے ہیں آسان سب اے نیکنام

اسکے اوپر یاد آئی ایک مثال ۔ کان دھر کے سن اسے اے خوش خصال

اس میں بیان ہے کہ اختیار کرنا کار آخرت کا اوپر کار دنیا کے بہتر ہے

تھا کوئی اک مرد صالح نوجواں ۔ کرتا تھا کھیتی کا پیشہ اے میاں
پاس اسکے کہتے ہیں تھا اک شتر ۔ بھاگنے کی اسکو عادت تھی مگر
اتفاقاً دن جو آیا جمعہ کا ۔ اونٹ اسکا بھاگ جنگل کو گیا
اور آدھے دن جمعہ کا اسلئے ۔ تھا کہ پانی زرع کو دے نہر سے
مرد حیراں ہو کے بولا اے خدا ۔ پانی دینے کا بھی یہ وقت ہے مرا
گر میں دوں کھیتی کو پانی اب یہاں ۔ اونٹ اپنے کو میں پھر پاؤں کہاں
اور نماز جمعہ بھی دوں ہاتھ سے ۔ ہوں خرابی میں پڑا اس بات سے
گر نہ دوں کھیتی کو پانی اس زماں ۔ ہوتی ہے بالکل خراب اسے مہرباں
جو میں ڈھونڈوں اونٹ کو جنگل میں جا ۔ بس نماز اور زرع دونوں کھو چکا
اس تردد سے وہ مرد خوش لقا ۔ ہر طرح کے رنج میں تھا مبتلا
آخرش بعد از تامل کر کے وہ ۔ چل نماز جمعہ کو جو ہو سو ہو
کیونکہ اس دولت کو ہے بیشک بقا ۔ اور سوا اسکے ہے سب شئے کو فنا
یعنے کار دین کو ہووے بقا ۔ اور کار دنیوی کو ہے فنا
جو کہ فانی سے لگاوے دل عزیز ۔ اس سے زیادہ کون ہے بس بے تمیز
کہتے ہیں حضرت محمد مصطفےٰ ۔ حج مسکینوں کا ہے دن جمعہ کا
جا غرض تکبیر مسجد اس نے کی ۔ اجر قربانی کا پایا اونٹ کی
جا کے مسجد میں ہوا مشغول ذکر ۔ اور بھلائی دل سے سب دنیا کی فکر
باخضوع دل بصد عجز و نیاز ۔ سامنے حق کے پڑھی اس نے نماز
ہو کے فارغ جبکہ آیا اپنے گھر ۔ دیکھتا کیا ہے کہ وہ اسکا شتر
ہے کھڑا اپنے مکاں پر اے میاں ۔ عاجز و مسکیں غریب و ناتواں
اپنی بی بی سے یہ پوچھا اسنے جا ۔ کسطرح یہ اونٹ آیا ہے بتا ۲۲
یہ کہا عورت نے اسکی اے میاں ۔ اک درندہ اسکو لایا ہے یہاں
ہو کے گرد اسکے قوی سا بھیڑیا ۔ مار کر یاں تک اسے پہنچا گیا
شکر حق کرنے لگا وہ نیک خو ۔ یہ کہ رب لایا ہے میرے اونٹ کو
اب میں جاکر سینچتا ہوں کھیت کو ۔ اپنے اس معمول پر چلتا کہ ہو
کُل نہ آوے ہاتھ میں تیرے اگر ۔ جز کو تو مت چھوڑ پر اے بہرہ ور
آخرش اٹھکر وہ مرد نوجواں ۔ کھیت کی جانب ہوا اپنے رواں
جا کے دیکھا کھیت کو جو غور کر ۔ پایا سب سرسبز اور خوش تازہ تر
خود بخود اس نہر سے بس بیگماں ۔ اسکی ہر کیاری میں ہے پانی رواں
ہو کے حیراں مرد بولا اے خدا ۔ کھیت یہ سیراب کیونکر ہو گیا
ہے نہ ہمسایہ مرا ایسا بھلا ۔ کھیت میں پانی مرے دیتا جو آ
پوچھا آخر اس نے ہمسایوں سے جا ۔ کھیت میں پانی مرے کس نے دیا
بولے سب ہی یہ عجب اک ماجرا ۔ خود بخود پانی ادھر کو ہولیا
سینچتے تھے ہم تو اپنے کھیت کو ۔ پر یہ پانی جا تھا تیرے کھیت کو
روکتے تھے ہر طرح سے ہم اگر ۔ پر یہ تیرے کھیت میں کرتا گذر
ہو گئے ناچار جب اے باادب ۔ چھوڑ کر آخر گئے ہم بیٹھ سب
حکم حق سے کھیت میں تیرے میاں ۔ ہر کیاری میں ہوا پانی رواں
ہو کے شاداں اور خرم وہ جواں ۔ شکر حق کرنے لگا بس بیگماں
جو کوئی دنیائے دوں کو ترک کر ۔ باندھ لے حق کی عبادت میں کمر
آپ خود آکر یہ دنیائے ذلیل ۔ پاؤں میں اسکے پڑے ہو کر ذلیل
دین کو دل سے کرے جو اختیار ۔ خود بخود دنیا ہو اس پر نثار
اور جو حق کو چھوڑ دنیا میں پڑے ۔ دین و دنیا سب خراب اپنی کرے
جس نے کی دنیا مقدم دین پر ۔ وہ ہوا خوار و تباہ خستہ جگر
ہو گیا اس شخص پر قہر خدا ۔ جو ہوا دنیائے دوں میں مبتلا
ہو نہ حاصل دین اور دنیائے دوں ۔ قعر دوزخ میں پڑے جا سرنگوں
ساقیا وہ جام دے اب تو بتو ۔ عیش دنیا جس سے مجھ پر سرد ہو

چھوڑ کر دنیائے دوں کو سربسر
حکم پر دلدار کے باندھوں کمر

سوال کرنا کسی زاہد کا ایک امیر سے کہ کسقدر سعی اس امیر نے کی بیچ حاصل کرنے اسباب دنیا کے اور تنبیہ کرنا اور ڈانٹنا اُس کا اوپر حاصل کرنے سامان آخرت کے

ایک عارف نے کہ تھا صاحب کمال
ایک منعم سے کیا اُس نے سوال

یہ کہ دل تیرا ہے ہر شام و سحر
درپے مال و منال اے نامور

سعی تیری بہر دنیائے دنی
کسقدر ہے کہہ تو اے مرد غنی

یوں کہا اُس نے کہ بیحد و شمار
کار میرا ہے یہی لیل و نہار

یہ کہا عارف نے اس کو تو بھلا
رہتا ہے اسکی تگ و دو میں سدا

کیا ہوا حاصل تجھے میرے خلیل
یہ کہا اُس نے کہ کچھ قدر قلیل

پر جو ہے مقصود اے روشن ضمیر
پر نہ آیا اُس سے کچھ عشر عشیر

یہ کہا عارف نے اِسکے ہے ثواب
فکر میں تحصیل کے ہر روز و شب

رنج و غم میں تو عبث اُسکے میاں
عمر کو کرتا ہے اپنی رائیگاں

قبلہ اپنا شغل کو اس کے کیا
عمر اپنی اِس پہ کی تو نے فدا

جانتا ہے وہ جو کچھ تو اے فتا
اس سے کچھ حاصل نہیں تجھ کو ہوا

مدعا دل کا ترے اِس سے کہیں
کچھ نہیں حاصل ہوا اے نیک دیں

ہے بھلا دنیا بھی یہ عقبےٰ کا گھر
سعی کچھ اسکی نہ کی تو نے مگر

اُس سے کچھ حاصل تجھے کیونکر ہو جہاں
میں نہیں کہتا تو کہہ اے نکتہ داں

یعنے اِس دنیائے دوں سے اب تجھے
دار عقبیٰ ہو وے حاصل کب تجھے

مرد وہ ہیں جو کہ دنیا چھوڑ کر
باندھتے ہیں راہِ عقبیٰ میں کمر

اور تو ہمبر گاو نفس بے حیا
کرتا ہے ہر دم نماز اپنی قضا

یادِ حق کو تو نماز فرض جان
اس سے رہتا ہے تو غافل ہر زماں

اِس جہاں فانی میں تو فانی ہوا
راہِ عقبیٰ کو دیا دل سے بھلا

واسطے عقبیٰ کے تو اے بہرہ ور
چھوڑتا مُردار دنیا کو اگر

خود بخود یہ زالِ دنیا ہو ذلیل
پاؤں میں پڑتی ترے باقال و قیل

۲۳

اس میں یہ بیان ہے کہ جو شخص دنیا کو چھوڑتے اور ترک کرتے ہیں دنیا انکے پیچھے دوڑتی ہے اور جو لوگ دنیا کے درپے ہوتے ہیں دنیا ان سے بھاگتی ہے حکایت

ایک صاحب دل ولی باعز و جاہ
باخوشی بیٹھا تھا اندر خانقاہ

اور گرد اُسکے مرید اور طالبیں
جمع بیٹھے تھے بصد صدق و یقیں

ناگہاں تین جانور اک طرف سے
سامنے کو آگئے اڑتے ہوئے

ایک کے تھا ایک پیچھے بھاگتا
اور اُسکی جستجو میں دوسرا

اُن میں آگے تھا کبوتر بس رواں
سب سے عاجز اور حقیر و ناتواں

اُسکے پیچھے مرغِ زریں بال و پر
اڑتا جاتا تھا نہ اک بھی ایک کے

اور پیچھے مرغِ زریں کے اوڑا
جاتا تھا بدبخت کوا جوں ہوا

کرتا تھا ایسی ہر اک کوشش و لے
ہاتھ آتا تھا نہ اک بھی ایک کے

دیکھ یہ بولے مرید اے شاہ دیں
ماجرا ایسا کبھی دیکھا نہیں

کیوں کبوتر کے ہے پیچھے مرغ یوں
اور پیچھے مرغ کے کوا ہے کیوں

ہے کبوتر کا مطیع کیوں مرغ یوں
زاغ باغی مرغ کا تابع ہے کیوں

جنسہائے مختلف ہیں ہے یہ کیا
ایک کا تابع ہوا جو دوسرا

جنس کا طالب ہے اپنے ہر کوئی
جنس ہے جنس کو میل اے اخی

جنس جانب جنس کے رکھتی ہے میل
ساتھ دنکے دن ہے اور ہے شب کے لیل

ہوتا ہے مومن کا مومن آشنا
اور کافر پر ہو کافر مبتلا

صالحوں کیساتھ ہو دیں صالحاں
ساتھ بدکاروں کے ہوں بدکاریاں

زاغ ہمرہ زاغ کے ہو کر اڑیں
بلبلوں کیساتھ بلبل خوش رہیں

انبیا اِسواسطے پیدا ہوئے
جنس ہے انسان کے اے نیک پے

آدمی تا ملکے اپنے جنس سے
بے تکلف راہ حق کی سیکھ لے

جنس سے ہو جنس اپنی کامیاب
فیض ہے ہم جنس سے سب کو شتاب

انبیا ہوتے فرشتوں سے اگر
کب پکڑتے اُن سے اُنسیت بشر

کب بھلا انسان ہو کر بیحجاب
راہ حق لیتے فرشتوں سے شتاب

اک خلاف جنس سے ہوں تو حجاب
اور ہوں ہمجنس سے لک فتحیات

فائدہ ہمجنس سے ہو جس قدر
غیر جنسیت سے ہو اتنا حذر

روح جو آئی ہے ملک امر سے
زہد و طاعت سے ہے راغب اسلئے

جسم ملک خلق سے پیدا ہوا
خواب و خور میں اس لئے ہے مبتلا

اُس کی پیدائش ان دو[2] سے ہوئی
حق نے جو دونوں کی اسمیں جمع کی

جو کرے یہ میل جانب خاک کی
نفس امارہ[1] بنے ہے اس گھڑی

اور کرے جو رُوح کیجانب گذر
نفس لوامہ بنے اُس وقت پر

میل ملک امر کا جب اسمیں ہو
آوے لوامہ کی جانب دوڑ دو

جو بہت کوشش سے لاہوتی کو جا
ملہمہ کی طرف پھر رکھتا ہے پا

بعد تہذیب اور کمال اجتہاد
مطمئنہ ہووے وہ اہل وداد

اس سخن کی کب ہے امداد انتہا
ماجرا ان طائروں کا پھر سنا

جواب دینا اُس صوفی کا مریدوں کو واسطے تسکین اور دلجمعی کے اور بیان کرنا حال طائروں کا کہ ایک کے پیچھے دوسرا اڑتا تھا

مرد صوفی کو ندا آئی نہاں
یہ مریدوں سے تو کر اپنے بیاں

جو اُڑے جاتے ہیں یہ تینوں[3] جانور
ہے مثال اُنکی سمجھ اور غور کر

بھاگتے ہیں ایک جو دنیا سے دُور
دوسرے طالب ہیں اسکے بالضرور

یہ مثال اُن کی ہیں تینوں جانور
ایک سے اک بھاگتا ہے دور تر

طالب و تارک ہیں جو دنیا کے اب
ایک کو ہے دوسرا کرتا طلب

بھاگتا ہے یہ کبوتر پے بہ پے
مُرغ زریں کے فریب و مکر سے

اور در پے مرغ زریں اُ ہے
تا کہ اس پر آپ کو قربان کرے

لیک ہرگز یہ کبوتر نازنیں
ہاتھ آتا مرغ زریں کے نہیں

اور پیچھے مرغ زریں کے اڑا
حرص سے جاتا ہے کوا بیحیا

پر نہ ہاتھ آتا ہے اک کے دوسرا
گرچہ کوشش کرتے ہیں بے انتہا

جان عارف ہے کبوتر کی مثال
جاتا ہے حق کیطرف بے قیل و قال

اور زریں مرغ تو دنیا کو جان
دوڑے ہے عارف کے پیچھے بیگمان

زاغ یعنی اہل دنیا حرص سے
چوں زغن مُردار دنیا میں پڑے

گر تو دنیا دار کو کوا شمار
ہوتا ہے مُردار دنیا پر نثار

اہل دنیا واسطے دنیا کے یار
دَوڑتا ہے ہر طرف ہو بے قرار

لیک وہ مکارہ اُن سے بھاگ کے
مرد حقانی کے جا پیچھے پڑے

بھاگتا ہے مرد حقانی مگر
مکر سے اس بیحیا کے خوف کر

دَوڑتی ہے اُسکے پیچھے یہ سدا
بھاگتا ہے اس سے وہ مرد خدا

ہے یہی دنیا کا بار و ماجرا
بھاگے ہی جو اس سے یہ اُس کے پاس جا

اور جو اسکو طلب کرتے ہیں یہاں
بھاگتی ہے اُن سے یہ کوسوں یہاں

تمثیل

اور سن اس پر تو مجھ سے اک مثال
نیک لوگوں کا بیاں کرتا ہوں حال

ایک دن ہارون رشید بادشاہ
تخت پر بیٹھا تھا با صد عز و جاہ

اور گرد اسکے بکثرت لا کلام
تھے کھڑے آداب سے لونڈی غلام

مہرباں اُنپر جو کچھ سلطاں ہوا
حکم یہ مختار کاروں کو دیا

[1] نفس چار ہیں۔ امارہ۔ لوامہ۔ ملہمہ۔ مطمئنہ۔ ۱۲ ح

جو کہ توشہ خانہ میں موجود ہے | سامنے لاکر دھریں ہر ایک شے | سنتے ہی مختار کاروں نے جبھی | پیش شہ ہر ایک نعمت لا دھری
حکم پھر لونڈی غلاموں کو دیا | شہ نے کہیں یہ نعمتیں تمکو عطا | جسکو اس نعمت سے جو مطلوب ہو | لے اٹھا اس میں سے وہ بے گفتگو
سنتے ہی اس بات کے لونڈی غلام | گر پڑے ایک ایک ہر نعمت پہ تام | کچھ کسی نے اور کسی نے کچھ لیا | ہاتھ اک لونڈی نے شہ پر رکھدیا
ہو خفا باندی سے یوں شہ نے کہا | رکھدیا کیوں ہاتھ مجھ پر اب بتا | عرض کی لونڈی نے جب اے نیکخو | صاحب ان نعمات کا موجود ہو
اسکی کمبختی ہے کیا پھر جو شہا | چھوڑ صاحب کو پڑے نعمت پہ جا | بادشاہ سنتے ہی جھٹ اس بات کے | اسپہ عاشق ہو گیا دل جان سے
اور کہا شہ نے اسے اے باادب | کردیا آزاد تجھ کو میں نے اب | اور یہ سب نعمائے اور باندی غلام | کردیے تجھ کو عطائے نیک نام
اس طرح سے جو کوئی حق کے لئے | دلسے سب نعمائے دنیا چھوڑ دے | چھوڑ کر نعمائے دنیا سر بسر | دل لگا وے اپنے حق سے بیشتر
حق تعالیٰ ہو کے خوش اس شخص سے | آخرت کی نعمتیں سب اسکو دے | تو بھی اے امداد مہر ذوالجلال | دو جہاں کی نعمتوں پر خاک ڈال
ماسوا پر ہو نہ ہرگز مبتلا | خالصاً للہ حق سے دل لگا

اس میں مذمت اور برائی ان لوگوں کی ہے کہ فخر کرتے ہیں ساتھ مصاحبت بادشاہوں کے اور دعویٰ رکھتے ہیں شامل ہونیکا بیچ اہل سلوک کے اور جمع ہونا دو ضدوں کا محال ہے

کیا ہے دنیا جان تو اے بہرہ ور | قرب سلطاں ہے تو کر اس سے حذر | ہوش سر سے بھی ہے اور دلسے سرور | قرب سلطاں اس سے ہو تو دور دور
ہے سعادتمند وہ ہی اے فتا | آپ کو جس نے لیا اس سے بچا | قربت سلطاں سے بچ کر بچ سکے | کیونکہ یہ تیرا وبال جان ہے
اور ہے ایماں کا بھی اسمیں ضرر | ہو سکے جتنا تو کر اس سے حذر | اس کے اوپر کہتا ہوں اک داستاں | کان دلسے تم سنو اے مہرباں
نیک لوگوں کا طریقہ ہے یہی | جو بیاں کرتا ہوں تجھ سے اے غبی

داستان

ایک تھا درویش بس روشن ضمیر | راہ حق میں چست و کامل بے نظیر | چھوڑ کر دنیا کے سارے کاروبار | کر لیا تھا اس نے گوشہ اختیار
خلق سے ہو کر جدا جنگل میں جا | کرتا تھا تنہائی میں یاد خدا | بیٹھ کر اک غار میں تنہا سدا | ذکر حق میں ہر گھڑی مشغول تھا
باہر آتا تھا نہ وہ اس غار کے | پر کبھی حاجت ضروری کیلئے | بعد ہفتے کے جو ہوتی اشتہا | کھاتا تھا برگ شجر وہ پارسا
ایک مدت ہو گئی اس کو بسر | ذکر حق کرتے ہوئے اس طرح پر | تھی اس عارف پر عنایات خدا | واصل مولیٰ وہ رہتا تھا سدا
چھوڑ دے اس عالم کو جو حق کیلئے | بے شبہ وہ اپنے دلبر سے ملے | جہد و کوشش شرط ہے پر اے پسر | راہ میں دلدار کے شام و سحر
ہے بہت باریک راہ دلربا | چل سکے بے راہبر کے کب بھلا | ہیں گی اس رہ میں بہت سی گھاٹیاں | طے ہو کب بے راہبر کے اے فلاں
کہتے ہیں حضرت محمد اس لئے | راہبر لے ساتھ پھر تو راہ لے | راہبر لے تا تو سیدھی راہ جا | گھاٹیوں میں ورنہ ہو گا مبتلا
اولیا ہیں راہبر اس راہ کے | ان کے دامن کو پکڑ اور راہ لے | عمر بھر گرچہ کرے روزہ نماز | بے مدد مرشد کے کب ہو سرفراز

سرِ باطن کب ترے دل پر کھلے / تو عبادت گرچہ کیسی ہی کرے
گرچہ کی تو نے عبادت سالہا / لیک بے مرشد تو ویسا ہی رہا
جو کہ تھی حرص و ہوا دل میں بھری / اس عبادت سے نہ وہ کچھ کم ہوئی
جو نہ جا حرص و ہوا دل سے ترے / اس عبادت کو ترے پھر کیا کرے
کہتا ہے حق دیکھ دیدہ کر کے باز / منع کرتی ہے گناہوں سے نماز
عادتی ہے یہ تری روزہ نماز / سرِ باطن اس سے کب تجھ پر ہو ناز
پیروی کر جان سے مرشد کی تو / تاکہ کر دے تجھ کو سیدھی راہ کو
ورنہ اس رہ میں تو بے مرشد سدا / ٹھوکریں کھاتا پھریگا جا بجا
سوچ تو دل میں ذرا اے نیک پے / بے کماں کے تیر کیونکر چل سکے
تیر دیکھا ہے کوئی بھی اب بتا / بے کماں کے جا نشانے پر لگا
کس نے پایا ہے صراط المستقیم / بے مدد مرشد کے بتلا اے کریم
انتہا لکھتا نہیں ہے یہ سخن / حال اس درویش کا اب مجھ سے سن

آنا دنیا کا ایک عورت نازنین کی صورت بن کے آگے مرد عارف کے

درمیاں اس غار کے وہ پارسا / ذکر و فکرِ حق میں رہتا تھا سدا
ناگہاں اک روز اے فرخندہ فال / ایک عورت صاحبِ حسن و جمال
باہزاراں خوبی و زیبندگی / آگئی خدمت میں اس درویش کی
دست بستہ باادب ہو کر کھڑی / عرض خدمت میں یہ کی درویش کی
جو کرو ارشاد قبول حضرت مجھے / کیا کریموں کے کرم سے دور ہے
تیری خدمت میں رہونگی میں مدام / جو کہ فرماؤ بجالاؤں تمام
دیکھ کر درویش نے اسکے تئیں / کر لیا معلوم باطن سے وہیں
ہے یہ دنیا بدگہر اور نابکار / سامنے آئی مرے کر کے سنگار
یہ کہا درویش نے اے بے حیا / دور ہو مجھ پاس تو ہرگز نہ آ
بھاگ کر تجھ سے یہاں آیا ہوں میں / چھپکے آ بیٹھا ہوں تنہا غار میں
پھر کے کیوں آئی ہے اسجا اے پلید / مکر سے ڈرتا ہے تیرے ہر سعید
یہ کہا اس نے کہ اے درویش جان / حکم سے حق کے یہی آئی ہوں یہاں
حق میں ہے تجھ کو اے مردِ یقیں / فائدہ کچھ منع کرنے میں نہیں
آئی ہوں میں حکمِ حاکم سے یہاں / کیوں خفا ہوتا ہے مجھ پر اے میاں
کہکے یہ نظروں سے وہ غائب ہوئی / اور عارف کو ہوئی وحشت بڑی
یہ کہا عارف نے وہ جو آئے گی / جوتیاں مجھ سے بہت سی کھائیگی
گر نہ جائیگی وہ میرے پاس سے / گور کا مصرف کرونگا میں اسے
گر نہ جا مجھ پاس سے دنیائے دوں / خرچ اسکو راہِ عقبیٰ میں کروں
مالِ دنیا ہے یہ زہرِ سہم ناک / گر اسے پاوے تو اس پر ڈال خاک
یعنے اسکو صرف کر نیک امر میں / تاکہ کام آوے وہ تیری قبر میں
واسطے حق کے جو دے تو اک یہاں / اسکے بدلے پاوے ستّر حصے وہاں
کر سخاوت کا تو پیشہ اختیار / تاکہ راضی تجھ سے ہو پروردگار
جانتا ہے وہ جو کچھ پروردگار / کرتا ہے اسباب اسکے آشکار
دس برس تک وہ فقیر اس غار میں / تھا رہا مشغول حق کے کار میں
کوئی آتا تھا نہ اس پاس اے پسر / کیونکہ بستی سے تھا جنگل دور تر
گائیں بکری اونٹ خچر اور گدھے / واں تلک آتے نہ چرنے کیلئے
اتفاقاً اک برس تقدیر سے / قحط عالم میں پڑا حد سے پرے
خشک سب کھیت اور جنگل ہوگئے / آدمی حیوان گل مرنے لگے
گلہ ہائے اشتر و گاوان و خر / پھرتے تھے چرواہے ایدھر اور ادھر
کچھ بھی جس جا پاتے تھے سبزے کی بو / دوڑتے چوپائے جھٹ اس طرف کو
یوں ہی پھرتے پھرتے اکدن ناگہاں / آئے پاس اس غار کے سب راعیاں
چند اک چوپائے گرد اس غار کے / دیکھ سبزہ کھاتے کھاتے آگئے
پھر تو چرواہے وہاں آنے لگے / لے کے چوپائے چرانے کے لئے
ناگہاں اکدن وہ عارف غار سے / آیا باہر ایک حاجت کے لئے
کی تھی جو حق کی عبادت بیشمار / نورِ حق تھا اس کے منہ سے آشکار
دور سے چرواہے صورت دیکھ کے / گرد اس درویش کے آکر ہوئے

اعتقادِ دل سے جاہر ایک نے — رکھدیا پاؤں پہ سر درویش کے
جو کہ تھا درویش مشغولِ خدا — اُن کی جانب کو نہ کچھ راغب ہوا

جسکو حاصل ہووے وصلِ دلربا — پھر ہے اسکو اور سے مطلب ہی کیا
آخرش سب نے بصد عجز و نیاز — یہ کہا درویش سے اے پاک باز

اسکو خواہش ہو اب جس چیز کی — حکم کیجے ہم بجا لاویں ابھی
دیکھا جو درویش نے انکے تئیں — پاس سے میرے یہ ٹلنے کے نہیں

کر کے اُن کی عجز و زاری پر نظر — یہ کہا کچھ دودھ لاؤ ہو اگر
ایک مدت سے یہ نفسِ بد سرا — مانگتا ہے دودھ تجھ سے برملا

شیر سے دو ایک دیگر گھونٹ یار — تا ہیں مارِ نفس کا دول زہر مار
عرض کی یوں قحط سے باراں کے اب — گائیں بکری ہو گئیں بے دُودھ سب

جب نہ اُنکو چارہ کھانے کو ملا — شیر اُنکے خشک پستاں سے ہوا
اور کہا رو رو کے سب نے باحزن — تم نے جو چاہا نہ آیا ہم سے بن

دیکھ کر درویش اُن کا اضطرار — یہ کہا اُن کو کہ اے مردانِ کار
ایک گائے کر کے اب سب سے بدر — اس کو دوھو تم خدا کے نام پر

کر کے بسم اللہ اب اے نیک راہ — سعی کر تو ہو گی امدادِ آلہ
کارِ عقبیٰ میں ہے کوشش شرط یار — جہد و کوشش کر جو تو ہے ہوشیار

گوشِ جاں سے سُن ذرا اے مہرباں — کہتے ہیں کیا سرورِ پیغمبراں
سعی و کوشش ہے اُن ہی کی بامراد — کرتے ہیں جو نفس پر اپنے جہاد

بے سفر چلنے کے کب ہو راہ طے — جہد کر چل منزلِ مقصود پے
راہ کو کر قطع چل پاؤں اٹھا — بیٹھنے کا راہ میں کیا ہے فائدا

ہو مسافر کو کہاں آرام و خواب — ہر گھڑی رہتا ہے اُسکو اضطراب
راہِ حق دیکھی ہے کیا آسان یار — جو پڑا ہے تو یہاں پاؤں پسار

راہ لے چل عیش کے دامن کو پھاڑ — تا نہ اُلجھے اُن سے اندر خار و جھاڑ
ہے یہ منزل پرخطر جا خار و زار — جو تو جا کپڑوں سے ہو بالکل فگار

یعنے یہ کپڑے نہ اُلجھ کر جھاڑ میں — خوب سا تن کو ترے زخمی کریں
طاق میں رکھ تن سے تو کپڑے اُتار — با دلِ فارغ تو پھر لے راہِ یار

دُور ہے منزل بہت رہ میں پہاڑ — اور بہت سے جابجا کانٹوں کے جھاڑ
چاہتا ہے جو تو جا اس راہ کو — ہاتھ میں لے اپنے تیشہ آہ کو

قطع کر یہ خار رہ سے تاکہ تو — جلد پہنچے منزلِ مقصود کو
ورنہ لے تیشہ تراش ہو فگار — روک دیں رہ سے تجھے یہ سنگ و خار

یعنے لا سے تیز سے تیشہ بنا — سنگِ غیریت کو پھر رہ سے ہٹا
منزلِ مقصود الا اللہ کر — سیر واں جا با دلِ آگاہ کر

یعنے یہ حرص و ہوائے دینوی — غیر حق کے ہے ترے دلمیں بھری
بہرِ حق تو دل سے ان کو دُور کر — نورِ عرفاں سے اسے معمور کر

یہ سخن ہے بے بیاں اے دوستو — حال اس درویش کا مجھ سے سنو

قصہ دوہنا ایک چرواہے کا آزمائش اور بد اعتقادی سے

ایک چرواہا غرض ان سے اٹھا — پاس گاوِ نارسیدہ کے گیا
اُسکے دُوہنے کا ارادہ کر لیا — تاکہ ہووے امتحاں درویش کا

اُس جوان نے پاس اُس گائے کے جا — ہاتھ جھٹ اُسکے تھنوں پر رکھدیا
ہاتھ رکھتے ہی تھنوں پر بیگیاں — دُودھ کی دھاریں ہوئیں اُسسے رواں

ہو کے حاضر سامنے درویش کے — دُودھ لے با اعتقاد حاضر ہوئے
دُودھ لے عارف نے اُس سے پی لیا — بعدہٗ اُس غار میں جا کر چھپا

ریوڑوں کو لیکے سارے راعیاں — شہر کی جانب ہوئے یار رواں
شہر میں وہ سب کے سب داخل ہوئے — اس کرامت سے وے حیران ہوئے

دن کئی گذرے غرض اسطرح پر — آتے تھے چرواہے وے اُسغار پر
رفتہ رفتہ پھر شہر میں جا بجا — اس کرامت کا بہت چرچا ہوا

تھا خلائق کی زباں پر یہ کلام — شاہ تک بھی ہو گیا یہ قصہ عام
سنتے ہی اس بات کے شہ نے کہا — سب امیروں اور وزیروں سے بلا

چلکے اُس عارف کی زیارت کیجیے
کہہ گئے یہ اور اٹھ کے باصد التجا
صحبتِ میر و وزیر و بادشاہ
ان کی صحبت سے ہر اک حیران ہوا
پاس سلطانوں امیروں کے نہ جا
اِس لئے فرماتے ہیں خیر الزماں
جو کہ عالم جا امیروں سے ملے
الغرض شہ عجز و زاری سے سدا
ہوتے ہوتے چاہا یہ سلطان نے
باعثِ برکاتِ رحمانی ہے یہ
شہر میں ہوا اِسطرح کا مردِ جو
بادب کی عرض یہ درویش سے
۲۸ بولا وہ سُن اے وزیر اَب مجھ کو کیا
ہے موافق طبع ویرانہ مجھے
مرضیِ حق کا ہوں طالب مَیں سدا
کہتے ہیں حضرت محمدؐ مصطفےٰ
فائدہ وحدت میں ہو جسقدر
پھر وزیرِ حیلہ جو نے عرض کی
یوں اگر گوشہ پکڑتے اولیاؒ
لیک جو بیمار ہو اے باشعور
اور صحت جس نے پائی مرض سے
ایک مجھ میں حرص کچھ باقی ہے اب
تارکِ دنیا ہو تم تو بالیقیں
تیرے نفسِ پاک سے اے مہرباں
سامنے تیرے ہوا حرص سب
نفع جس سے ہو خلائق کو تمام

کیونکہ وہ دورے میں اپنے فرد ہے
خدمتِ درویش میں حاضر ہوا
ہے بڑا فتنہ سمجھ اے نیک راہ
عاجز اِن کے مکر سے شیطاں ہوا
آپ کو ان سے بہر صورت بچا
دینِ حق کے ہیں ایلیں یہ عالماں
دین کے بیشک ہوئے وہ چوٹٹے
پاس اُس درویش کے رہنے لگا
خوب ہو جو شہر میں عارف چلے
سایہ انوارِ ربّانی ہے یہ
زیبِ شاہی رونقِ اسلام ہو
شہر میں چلئے تو اب کیا خوب ہے
خلق کے ملنے سے بتلا فائدا
اور ہر اک طالبِ آرام سے
خوب تنہائی میں ہو فرضی ادا
جو رہا تنہا وہ آفت سے بچا
اِس سے سَو درجہ ہو کثرت میں ضرر
گر پکڑتے اِسطرح گوشہ نبیؐ
راہِ حق پاتی یہ کب خلقِ خدا
چاہیئے پرہیز اُس کو بالضرور
کیا دوا پرہیز کی حاجت اُسے
چاہیئے پرہیز مجھ کو اِس سبب
آپ سے ہم پاس تم آئے نہیں
ہو گئی روشن ہماری جانِ جاں
محو دل سے ہو گئے یک لخت اب
فائدہ اُس سے اٹھاویں خاص و عام

اُسکا ثانی کوئی عالم میں نہیں
شہ کے آنے سے ہوا درویش گو
ہے سلاطینوں کی صحبت مثلِ آگ
ہے تکبر اُنکے دل میں یوں بھرا
صحبت اُنکی کبر و غفلت لاتی ہے
پر نہ ہو جو ہمنشین و ہم طعام
بس ڈرو اِن سے بچو اے مومنیں
پھر تو دونوں عارف و شہ بےخطر
سوچ کر دل میں کہا دستور کو
اِس کے قدموں کے طفیل اے بحبرہ ور
الغرض آیا وزیرِ حیلہ جو
مردِ آزادہ تھا وہ مردِ خدا
مجھ کو آبادی سے ویرانہ بھلا
طالبِ آرامِ نفس اپنے کا اَب
ہے بھلا حق میں مرے گوشہ سدا
اختلاطِ خلق سے ہے جو بچا
جس نے کثرت سے بچایا آپکو
کب پہنچتا خلق کو دینِ خدا
یوں کہا درویش نے اَے باخدا
جو نہ بیماری میں پرہیز اب کرے
انبیاؑ اور اولیاؒ ہے راسخیں
سُنکے بولا وہ وزیر اے نیک خو
خود بخود آتے ہیں ہم باالتجا
تیری صحبت سے ہوئے ہم پر تمام
ہیں یہ فرماتے امام المرسلیں
تم بھی اِس پر اَب عمل کچھ کیجیے

عالم و کامل وَلی سلطانِ دیں
شغل میں حق کے حرج بے گفتگو
تیر کے مانند اِن سے دُور بھاگ
بکریوں میں جس طرح ہو بھیڑیا
اور قناعت کا اثر لیجاتی ہے
ساتھ سلطانوں امیروں کے مدام
تا تمہارا بچ سکے اسلام و دیں
ہو گئے آپس میں جوں شیر و شکر
جو چلے محلوں میں عارف خوب ہو
رحمتِ حق ہووے نازل شہر پر
پاس اُس عارف کے باصد گفتگو
بھاگتا تھا خ .. سے کوسوں سدا
اختلاطِ خلق سے ہے سو بلا
مَیں نہیں ہوں اے وزیر بادب
گاؤخر میں رہنے کا کیا فائدا
جان اپنی کو سلامت لیگیا
ملک وحدت کا ہوا سلطان وہ
رہتا گمراہی میں ہر اک مبتلا
جو کہا تو نے یہ حق ہے اور بجا
بےشبہ وہ ہاتھ دھوئے جان سے
رنج و بیماری سے ہیں پاک اے متیں
کسرِ نفسی سے یہ اَب کہتا ہے تو
آپ کی خدمت میں اَے پیرِ ہدا
عیشِ دنیا سرد بالکل لاکلام
ہے وہ سب لوگوں میں بہتر بالیقیں
فیض اپنا چل کے سب کو دیجیے

فیض سے ہوں تیرے وہ ذاکر تمام
بولا عارف جائے تشنہ چاہ پر
ایک مدت الغرض اس طرح پر
بولا سہنز تیری فرحت کے لئے
ہولیا درویش ہمراہِ وزیر
وہ فقیر اپنی خلاصی کے لئے
باسہنز درویش واں مستانہ وار
بھاگ کر نکلا جھٹ اُس راہ سے
شاہ نے جانا کہ عارف لطف سے
مارتے میں اسکے یہ تھا فائدا
چاہیئے تھا یہ تو کہ ہو بد اعتقاد
عرض کی اے پیشوائے عارفاں
خضرؑ نے کشتی جو توڑی جور سے
جانا عارف نے کہ ہے حکم خدا
مرضیِ حق پر ہی رہنا چاہیئے
مالِ دنیا گرچہ ہے زہر اور بلا
شہ نے عارف کیلئے با عزّ و جاہ
وہ فقیر پاک جان و راست باز
پوستیں اور دلق کو پہنے ہوئے
باخوشی رہتا تھا اُس گدڑی میں وہ
گرچہ دنیا ہے یہ ملعون ازل
نیک کاموں میں تو اسکو صرف کر
واسطے دانا کے دنیا خوب ہے
گر نہ ہو منتر تجھے معلوم یار
مالِ دنیا کے نہ ہرگز گرد جا
دس برس اسکو گئے یوں ہی گزر

جو پڑے رہتے ہیں غفلت میں ملّسم
چاہ پیاسے پاس کب جائے بسپر
عرض کرتے ہو گئی اُس کو بسر
میں چلوں گا شہر میں سلطان کے
سوئے دولت خانہ شاہِ کبیر
مارنے پتھر لگا سلطان کے
مارتا تھا بے خطر پتھر ہزار
جس میں بیٹھا تھا وہ سلطاں شاہ سے
مارتا تھا مجھ کو پتھر اس لئے
تاکہ اس صدمہ سے دے مجھ کو بچا
اور ہو تا شہ کو زائد اعتقاد
لطف کا تیرے کروں میں کیا بیاں
تاکہ وہ ظالم کے ہاتھوں سے بچے
کیا ہے چارہ جب ہوا امر قضا
زہر بھی اک عرصہ چکھنا چاہیئے
زہر بھی چکھئے ذرا امرِ خدا
کردیئے تیار محل اور خانقاہ
ہو گیا ظاہر میں اندر عزّ و ناز
نفس پر کرتا جہاد ہر دم و لے
فقیر پر کرتا تھا محکم آپ کو
پر ہے مومن کیلئے بیت العمل
ورنہ تو کتا سا ہے مردار پر
اور نادانوں کو بد اسلوب ہے
سانپ کے مت گرد پھر تو زینہار
جو تو جاوے خرچ کر راہ خدا
پر رہا ویسا ہی اپنے حال پر

کرتے ہیں کفران نعمت جو کوئی
جو کہ چاہے مجھ سے وہ آوے یہاں
آخرش جانا جو عارف نے کہیں
بعد اس کے جو صلاح وقت ہے
شاہ نے دیکھا جو اُس کو دور سے
تاکہ دیوانہ سمجھ کر اُس گھڑی
بے محابا اس قدر مارا کہ شاہ
اُس مکاں سے شاہ جب باہر ہوا
اس مکاں میں تا نہ یہ دبکر مرے
چاہیے تھا عارف چھٹانا آپ کو
صدق دل سے باہزاراں التجا
کیا کروں احساں کا تیرے شکر میں
اس طرح مجھ کو بھی تو نے خضر دار
دل میں اپنے پھر وہ یوں کہنے لگا
یعنے خواہش پر خدا کی بر بلا
الغرض کہنے سے عارف شاہ کے
اور نعمت بھی ہر اک موجود کی
عیشِ دنیا میں تھا ظاہر میں پھنسا
ایک حجرے میں وہ تنہا بیٹھ کر
کچھ نہ اُس دولت سے حاصل تھا اُسے
مال دنیا گرچہ ہے زہر اور بلا
مالِ دنیا کو بقا گرچہ نہیں
جانتا ہے جو کہ منتر سانپ کے
تا نہ دھو دے ہاتھ اپنی جان سے
الغرض درویش کو رہتے ہوئے
زہد و طاعت میں نہ آیا کچھ بھی فرق

تیری صحبت سے ہوں تنگ آ کر و لے ابھی
میں بھلا کس واسطے جاؤں وہاں
یہ وزیر اب یاں سے ٹلنے کا نہیں
وہ کروں گا تیری خاطر جان کے
اٹھ کے آیا واسطے تعظیم کے
چھوڑ دے سلطان مجھ کو اے ولی
بھاگ کر واں سے گیا باد ردو آہ
حکم حق سے وہ مکاں جھٹ گر پڑا
کیونکہ تھا معلوم اُسکو کشف سے
حکم حق تھا بتلا یہ اور ہو
آ کے شہ عارف کے قدموں پر پڑا
جور میں تیرے ہزاروں لطف ہیں
کر دیا سوورطۂ قاتل سے پار
مرضیِ حق تو اب یاں آ پھنسا
چاہیئے راضی رہے صبح و مسا
شہر میں آیا نکل کر غار سے
واسطے درویش کے باصد خوشی
لیک باطن میں تھا وہ سب سے جدا
کرتا تھا یادِ خدا شام و سحر
پر فقیروں کو دیا کرتا تھا لے
نیک ہے گر خرچے اُسکو نیک جا
خوب ہے گر خرچے اندر کار دیں
سانپ ہو وے دوست اُسکا دیکھلے
یاد رکھ یہ بات میری مان لے
ہو گئے دس سال پاس اُس شاہ کے
گرچہ ظاہر میں رہا دنیا میں غرق

تھی یہ رسم شاہ جو ہوتا سوار
العرض اک دن اسی معمول پر
ناگہاں وہ زن جو پہلے آئی تھی
عرض کی اسنے کہ اے سلطان جان
تو وغا دیتا ہے ہر اک کو پر جو دد
پاس میرے دونوں یہ موجود ہیں
ہو گئی غائب نظر سے سن یہ ذکر
معتقد مجھ سے ہے ہر چھوٹا بڑا
شاہ رکھتا ہے بہت تعظیم سے
جو قضا آوے تو ہو برعکس کار
ایکدن تقدیر سے ناگاہ یار
رنج بیحد پایا اور تکلیف سخت
گر کے قدموں پر وہ اس درویش کے
شدت گرمی تھی رستے کی تکان
شاہ تنہا اور وہ عارف تھا واں
چاہیے تھا اس کے تشکم پہ سے اٹھا
دوڑ کر جھٹ محل میں داخل ہوا
اور کرے آ قتل اس کو بر ملا
کیا نکوئی کا ہے بدلہ یہ کہو
کر کے اپنے لطف و احساں پر نظر
چھین کر اس سے یہ سب مال و منال
مت ہو نازاں لطف پر انکے کبھی
ایک وہم بے حقیقت سے وہ شاہ
دل لگا اس شاہ سے اے بیوفا
چھوڑ دے جو ایسے شاہنشاہ کو
مال دنیا کا بھی ہے بس بیوفا

۳۰۰

سیر نظم ملک یا بہر شکار
اسکی زیارت سے ہوا وہ بہرہ ور
سامنے سے دوسری بار آگئی
تجھسے میں ہوتی ہوں رخصت اس زماں
ہو ترا تابع تو اس سے دور ہو
میں نہیں آیا ہوں تیرے داؤ میں
اسکے فتنے کا ہوا عارف کو فکر
آپ سے مجھ کو کرے کیونکر جدا
دیکھئے رسوا کرے کیونکر مجھے
ہوویں سب تدبیریں باطل اور زار
شاہ جنگل کو گیا بہر شکار
دل ہوا گرمی سے شہ کا لخت لخت
پاؤں پر بوسہ دیا سو صدق سے
کچھ ہوا آسودہ شہ اس سے وہاں
خنجر سلطاں نکل کر از میاں
الطرف رکھدو سن ہے غافل بادشاہ
پر غضب سے آگ کا شعلہ بنا
تا کہ دیکھے فعل کی اپنے سزا
کھینچے خنجر جو ہمارے قتل کو
جان بخشی اسکی کر لے نامور
کر کے ننگا شہر سے باہر نکال
دم میں ہوں شیطان اور دم میں ولی
ہو گیا بدظن اسی عارف سے آہ
جو ہزاروں جرم بخشے اور خطا
اس سے زائد ہو نوف اور کون ہو
دل لگا نا اس سے ہے بیشک خطا

دفعتاً بیٹھے کے وہ سلطان اسے اخی
اور اسی حالت میں وہ بیر ہلا
پوچھا عارف نے کہ تو کس واسطے
یوں کہا چل دور ہو اے بے حیا
دور ہو مجھ سے کہیں اب اے غبی
دور ہو یاں سے تو جلدی ہی بھیجا
دیکھئے کسطرح ہووے گا جدا
دیکھئے تقدیر سے ہو کیا سبب
پڑھ کے پھر لاحول ہو شاغل برب
جو کیا چاہے ہے کوئی کار رب
جستجو کی اور محنت بے شمار
واں سے ہٹ کے شہ اسی معمول پر
آیا تھا گرمی میں گھبرایا ہوا
اک طرف تکیہ لگا دیوار کا
ننگا ہو شہ کے تشکم پر گر پڑا
چونک اٹھا یکبارگی شہ خواب سے
بولا غصے سے کہ جھٹ آوے وزیر
کیا کیا تھا میں کہو اس کا برا
جو وزیر اس امر سے آگہ ہوا
شاہ بولا تجھ کو بخشی اس کی جاں
ہو ہے یہ صدق و وفائے اہل دل
اعتقاد اہل دولت پر کبھی
دشمن جاں اسقدر اسکا ہوا
دیکھ کر کے سب وہ جرم و گناہ
سو خطائیں کر کے تو آوے جو پھر
جاں سلامت اپنی عارف لیگیا

آکے زیارت کرتا اس درویش کی
یاد میں اللہ کی مشغول تھا
آئی ہے مجھ پاس اب بتلا مجھے
مکر سے تیرے خدا رکھے بچا
پوستیں اور دلق مجھ پاس ہے وہی
کب تلک دے گی مجھے تبلا دغا
مال و دولت دنیوی مجھ سے بھلا
تیل کھل سے ہو جدا کسطرح اب
ہو گا جو حکم خدا سر پر ہے اب
غیب سے کرتا ہے اسکا کچھ سبب
پر ملا اسکو نہ واں اسدن شکار
خدمت عارف میں آیا دوڑ کر
اس جگہ آرام کچھ اس نے لیا
جوں مسافر تھک کے غافل سو رہا
دیکھ کر یہ عارف دین خدا
ڈر گیا شمشیر ننگی دیکھ کے
نا کرے درویش کو اسدم اسیر
پاؤں پر رکھا تھا سر اسکے سدا
پڑھ کے استغفار یوں شہ سے کہا
پر تجھے لازم ہے اسکو اس زماں
وہم سے بس صدق میں آیا خلل
دل نہ دیجو کوئی اے میرے اخی
جس طرح بکری کا ہووے بھیڑیا
دے ہے روزی لطف سے شام و پگاہ
خاص ہو درگاہ میں اسکی تو پھر
کیونکہ دنیا پر نہ اس نے دل دیا

جو دغا کھاتا وہ اسکے مکر سے / قتل ہوتا ہاتھ سے سلطان کے
زیر تیغِ بے دریغِ شاہِ دوں / ہوتا عارف بے شبہ زار و زبوں
کی بھی اُس نے احتیاط حد سے بدر / مالِ دنیا پر نہ کی تھی کچھ نظر
جان و تن اپنا سلامت لیگیا / مکر سے دُنیائے دوں کے وہ بچا
حیف ہے صد حیف اے صاحب سلوک / تو تو یوں نازاں بتعظیمِ ملوک
خاص لذت اُسکے جو وقتِ خطاب / ہے نہ آوے وہ زصد خمِ شراب
شیخ اپنا شہ تجھے ہر دم کہے / یہ ندا سنکر کے تو مدہوش ہے
مست و مدہوش اس خطابِ شہ سے ہے / ہر دم آگے شہ کے تو سجدہ کرے
پوجتا ہے گویا تو اُس شاہ کو / کچھ نہیں کرتا ہے یاد اللہ کو
اللہ اللہ ہے یہ کیا اسلام و دیں / شرک ہے یہ تو برب العالمیں
جرعہ اک بحرِ قدم سے نوش کر / آیت لا تشرکوا پر گوش کر
ساقیا اب آ کہیں مت دیر کر / دل مرا تجھ بن ہوا زیر و زبر
عیش کے سامان سب موجود ہیں / تجھ بنا پر ساقیا نابود ہیں
آ کہیں دیدے مہرِ حق اک بھر کے جام / عیش و عشرت جس سے ہو دل پر تمام

اِس میں مذمت ان کی ہے جو مضمون دُنیا میں غرق ہیں واسطے حظِ بے بنیاد کے

کیا ہے دنیا منصب دنیائے دوں / گرد مت جا اسکے تو اے پرفنوں
اس سے آلودہ کئے تو نے اگر / ہاتھ اور منہ اپنے اے نیکو سیر
روئے آسائش کو دیکھے گا تو جاں / اک سر مو ہے نہیں اندر جہاں
منصبِ دنیا نہیں تو جانتا / ہے وہ کیا سن لے تو اب مجھسے ذرا
راہ حق سے دُور جو تجھ کو کرے / اور ڈالے کوئی فرقت میں تجھے
ہے یہی دنیا سمجھ اے نیک تن / نے قماش و نقدہ و فرزند و زن
مایۂ بدنامی اس کا نام ہے / سر بسر ناکامی اسکا کام ہے
یہ نہاں ہر لحظہ خاص و عام ہے / زہر کا پیالہ پلاتی ہے تجھے
واسطے اُس زہر کے تو دن اور رات / ہوگا تو کب تک خراب اے نیک ذات
منصب دنیا ہے وہ جس نے دیا / خرمن دیں کو ترے بالکل جلا
منصب دنیا ہے وہ اے پرفنوں / اس طرح جس نے کیا تجھ کو زبوں
خوش ہے وہ مقبول جس نے یاں کبھو / ہاتھ سے چھوڑا نہ اپنے دین کو
اور اس حلوا و ناں سے اے فنا / منہ کو اپنے کچھ نہیں شیریں کیا
خوش ہے وہ دانا کہ جو یاں چھوڑ کر / منصبِ دنیائے دوں کو سر بسر
مار کر اِس پر وہ اپنے پشتِ پا / خلد میں جوں شاہِ مرداں لیگیا
مثنوی میں مولوی معنوی / نکتہ اک فرماتے ہیں سن اے اخی
ترکِ دنیا گیر تا سلطاں شوی / ورنہ ہم چوں چرخ سرگرداں شوی
چھوڑ دنیا کو کہ تا سلطاں ہو تو / ورنہ مثلِ چرخ سرگرداں ہو تو
زہر دارد در دروں دنیا چو مار / اگرچہ دارد از بروں نقش و نگار
زہر ایں مار منقش قاتل ست / می گریزد زو سر آں کو عاقل ست
زہر قاتل ہے یہ مار نقش دار / بھاگتے ہیں اس سے جو ہیں ہوشیار
زیں سبب فرمود شاہِ اولیاؓ / آں گزینِ انبیاءؑ و اولیاؓ
اِس سبب کہتے ہیں شاہِ اولیا / ہیں وہ مقبول ولی و انبیا
حبّ دنیا راس کلِ خطیئۃ / ترک دنیا راس کل عبادۃ
حبِّ دنیا سب خطاؤں کا ہے سر / ترک دنیا سر ہے ہر طاعت کا پر
چھوڑ دنیا کو جو تو ہشیار ہے / عاقلوں پر جان یہ مردار ہے
پہلے تو تحصیل میں اسکے تو یار / کھینچے محنت اور ذلت بیشمار
بعد اُسکے چھوڑ کر پھر راہ لے / حسرت اور افسوس کو ہمراہ لے
اس میں اول تو ہزاروں محنتیں / اور آخر میں ہوں حاصل حسرتیں
اہل دنیا الغرض یاں اور وہاں / محنت اور حسرت میں ہونگے بیگماں
یا الٰہی مجھ کو بھی بہرِ خدا / الفتِ دنیائے دوں سے رکھ بچا
حبِّ منصب حبِّ جاہ و حبِّ مال / واسطے اپنے مرے دل سے نکال
حبِّ مولیٰ حبِّ حق حبِّ خدا / مجھ کو اب بہرِ محمدؐ کر عطا
غیر کی الفت سے کر کے مجھ کو دور / ہر دم و ہر لحظہ تو رکھ اپنے حضور

اس میں بیان ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ خلق کے بھلے برے کہنے پر خیال نہ کرے اور موافق حکم خدا اور رسولؐ کے کئے جاوے نغ

اگر تو چھوٹا خلق میں خلقت سے اب ۔ بدزبان خلق سے چھٹتا ہے کب
کون ہے بدزبان سے ہو بچا ۔ حق پرست ہو یا کہ ہووے خودنما

گو کہوں تجھ میں کراماتیں ہزار ۔ اور ہو گھوڑے پہ گر تو بھی سوار
گر زمیں سے آسماں تک تو اڑے ۔ پر نہ طعن خلق سے ہرگز بچے

گر سکے کوشش سے نالہ بند تو ۔ پر نہ بند ہووے زبان عیب جو
جمع ہوں اہل نفاق آپس میں جب ۔ اہل تقوی کی بدی کرتے ہیں سب

تو خدا کی بندگی سے منہ نہ موڑ ۔ کہنے دے جو کچھ کہے خلقت کو چھوڑ
چاہیئے راضی ہو بندے سے خدا ۔ غیر کی راضی و ناراضی سے کیا

حق سے بداندیش کب آگاہ ہے ۔ خلق کے غوغا سے وہ بیراہ ہے
چھٹ سکے ہے ان سے کب تو اے ولی ۔ گو کرے سو حیلے اور از حد سعی

چھوڑتی ہے خلق کب پیچھا ترا ۔ گرچہ تدبیریں کرے تو لاکھ ہا
جو کوئی گوشہ کرے ہے اختیار ۔ اختلاط خلق سے رکھتا ہے عار

یوں کہیں اسکو کہ ہے یہ مکر و ریو ۔ آدمی سے بھاگتا ہے مثل دیو
اور جو ہووے خندہ رو و خوش ادا ۔ اسکو کب جانے یہ نیک اور پارسا

اور جو کوئی ہو غنی اور کامراں ۔ اسکو بولے ہیں یہ فرعون زماں
اور جو کوئی مرد درویش نکو ۔ فقر و فاقے سے کوئی سختی میں ہو

یوں کہیں اس کو جو یہ ناچار ہے ۔ اسکی بدبختی کا یہ ادبار ہے
اور جو کوئی کامراں تقدیر سے ۔ رتبہ شاہی سے اپنے گر پڑے

خوش کہیں کب تنگ ہو یہ گردن کشی ۔ ہو خوشی کے بعد آخر ناخوشی
اور جو کوئی مفلس و مسکیں فقیر ۔ تنگدستی سے وہ ہو جاوے امیر

۳۲ کھولیں حق میں اسکے کینے سے زباں ۔ ہے یہ دوں پرور فرومایہ زماں
ہاتھ میں دیکھیں جو تیرے کوئی کار ۔ سمجھیں تجھکو بس حریص اور دنیادار

اور جو بے کاری کرے تو اختیار ۔ سب گدا پیشہ کہیں اور بختہ خوار
اور جو تو باتوں میں ہو بولیں تجھے ۔ حق حق و بق بق سدا کرتا ہے یہ

اور جو خاموشی کرے تو اختیار ۔ نقش دیواری کہیں تجھ کو پکار
اور کہیں نامرد جو ہو بردبار ۔ ڈرتا ہے ہر شخص سے تو زینہار

اور دلیری مردمی گر تو کرے ۔ تجھ کو دیوانہ سمجھ بھاگیں پرے
اور کم کھاویں کریں طعنہ اسے ۔ مال اسکا ہے یہ اوروں کیلئے

اور جو ہو خوش خوراک و خوش لباس ۔ تن شکم پرور کہیں اسکو یہ ناس
بے تکلف ہو جو کوئی مال دار ۔ یہ کہ زینت با تمیزوں پر ہے مار

اسکو یوں طعنہ کریں یہ بے حیا ۔ ہے یہ بدقسمت نہ پہنے اور نہ کھا
اور جو گھر اچھا بناوے نقشدار ۔ خوش لباس اور خوش وضع ہو باوقار

اس کو دیں طعنہ کہ اپنے کو جواں ۔ رکھتا ہے آراستہ مثل زناں
جو مسافر ہو نہ کوئی عمر بھر ۔ مرد اسکو کب کہیں اہل سفر

یعنے ہے زن کی بغل میں یہ پڑا ۔ کس طرح عقل و ہنر آوے بجا
اور کریں اہل سفر کو یوں خطاب ۔ بخت برگشتہ پھرے ہے یہ خراب

یعنے یہ صاحب نصیب ہوتا اگر ۔ پھرتا کیوں شہر و بشہر و در بدر
مرد بے زن کو کہیں یوں خردہ بیں ۔ اسکے پھرنیسے ہے رنجیدہ زمیں

اور کرے گر زن کوئی کہتے ہیں یوں ۔ پڑ گیا دلدل میں سر سے خر کے جوں
گر کسی سے بردباری تو کرے ۔ یہ کہیں غیرت نہیں ہے کچھ اسے

اور سخی کو یوں کہیں کہ اب تو بس ۔ ہاتھ تیرے ہونگے کل کو پیش و پس
جو ہوا قانع بنان خشک و دلق ۔ رات دن کرتی ہے طعنہ اسکو خلق

باپ کے جوں یہ بھی آخر سفلہ مرد ۔ جائیگا دنیا سے با افسوس و درد
کون ہے جور زباں سے جو بچا ۔ با خوشی کنج سلامت میں رہا

جب نہ چھوٹے ہاتھ سے حضرت نبیؐ ۔ دشمنوں کے کیا حقیقت اور کی
ہے خدا بے مثل بے انباز و جفت ۔ کیا کہا ترسا نے اسکو اے شگفت

جورو اور بیٹا مقرر کر دیا مریم و عیسیٰ کو اس کا برملا
پاک ہے وہ ذات از زوجہ ولد لم یلد و لم یولد اللہ الصمد
کب چھٹے کوئی کسی کے ہاتھ سے مبتلا کو صبر ہر دم چاہیے
کب کوئی یاں جور مردم سے بچا نیک ہو یا بد برا ہو یا بھلا
کہنے سننے خلق پر مت کر دھیان صبر کر کے مجھ سے سن یہ داستان
گر سنے تو دل سے یہ ہیں سب بیاں خلق کے ہاتھوں سے جب پاوے اماں

حکایت بوڑھے مرد بیوقوف کی

ایک بوڑھا مرد تھا بس بے شعور عقل کے غم سے تھا وہ چلنے سے دور
ناگہاں عزم سفر اس نے کیا ساتھ بیٹے کو بھی اپنے لے چلا
ایک گھوڑی پاس تھی اس پیر کے ہو سوار اس پر کیا رستے کو طے
تھا پسر اسکا پیادہ در رکاب ہر دو باہم در کلام و در خطاب
مل گیا جو اک گروہ رہ رواں یہ کہا سب نے کہ اے بوڑھے میاں
خود سوار ہو کر کے طے کرتا ہے تو رحم بیٹے پر نہیں کرتا ہے تو
باری باری چاہیے ہونا سوار تا نہ ہو تو اور بیٹا تھک کے زار
پیر نے جب یہ سنا اسکا کلام ہاتھ میں بیٹے کے دیکر تب لگام
کر دیا گھوڑے پہ بیٹے کو سوار خود پیادہ ہو لیا زار و نزار
سامنے اک اور خلقت آ گئی دیکھ اس کو مارنے طعنے لگی
یہ عجب بوڑھا ہے بے عقل و شعور ہے یہ خبطی یا کہ مجنوں بالضرور
طفل کو بے عذر راکب کر دیا خود ضعیفی میں پیادہ ہو لیا
راہ طے آساں کرے طفل جواں پیر ہو اک کوس میں بس ناتواں
یہ نصیحت جو سنی اس پیر نے طعنہ پہلوں کا بھی یاد آیا اسے
کر کے دونوں قول کے برعکس کار ایک گھوڑے پر ہوئے دونوں سوار
سوچ یوں گھوڑے کو اب تکلیف دیں تاکہ پھر طعنہ سے اور دق کے بچیں
اتنے میں اور اک جماعت آ گئی جھٹ ملامت پیر کو کرنے لگی
اے ستمگر رحم کر بر بے زباں بوڑھا ہو کے تو ذرا ہو مہرباں
چاہیے اک اسپ ہو دے اب سوار رکھا اس عاجز پہ تو نے دو کا بار
یہ ستم اس بے زباں پر کب روا گر ہے حیواں پر ہے مخلوق خدا
شکر کر حق کا سواری تجھ کو دی مہربانی کر تو اس پر اے اخی
جو سنا بوڑھے نے یہ انسے بغور دل میں کی نادانی سے تدبیر اور
یعنی دونوں پھر تو گھوڑے سے اتر پا بپیادہ ہو لیے پھر سفر
گرتے پڑتے جاتے دونوں پائے ریش جا رہا تھا گھوڑا خالی پیش پیش
اور اک فرقہ ملا آ کر براہ دیکھا اس بوڑھے کو باحال تباہ
گرتا پڑتا جاتا ہے آپ اور پسر اسپ بھی ہمراہ ہے کوتل مگر
ہے سواری ساتھ موجود انکے پر ہیں پیادہ دونوں اور خستہ جگر
پہلے تو انکے بڑھاپے پر ہنسے بعدہ پھر اس کو یوں کہنے لگے
کیوں نہیں ہوتا سواری پر سوار تا نہ ہوں محنت سے پا تیرے فگار
حیف ہے ہوتے سواری چھوڑ کر رنج رکھتا اپنے اور بیٹے کے سر
تجھ سا ناداں کوئی عالم میں نہیں نے سنا ہے اور نہ دیکھا ہے کہیں
الٹے ہوں سب کام جب آوے قضا عقل و ہوش و فکر سب ہو ویں فنا
عقل کامل پر ہو حاصل خیرگی فہم روشن پر ہو مائل تیرگی
پیر مرد القصہ حیراں ہی رہا اور ہمراہی ہوئے مثل ہوا
جا کے منزل پر کیا سب نے مقام وہ رہا رہ میں پڑا با عقل خام
گر نہ سنتا یہ کبھی قول فضول راہ چلتا بے ملامت وہ ملول
جو کیا ہر قول پر اس نے عمل راہ چلنے میں پڑا اسکے خلل
رکھتا ہے ہر کام میں جو اشتغال کام ہیں اسکے ہوں پھر سو قیل و قال
لغو سے بچتی ہے کب خلق خدا آپ کو امداد تو ان سے بچا
خلق کے اچھے برے کہنے سے تو رنج و غم میں ڈال مت بس آپکو
کہنے سننے پر نہ کر ان کے خیال کام کر راضی ہو جس سے ذوالجلال
نیک اور بد پر نہ کر ان کے نظر کام کا جو کام ہے وہ کام کر

۳۴۳

ساقیا آ کھو غمِ دنیا و دیں اِس اُس سے تا میں ہوں فارغ کہیں
ہو نہ دنیا میں خیالِ اکتساب اور نہ عقبیٰ میں غمِ اجر و ثواب

شغل ہو ہر دم خیالِ یار سے بے خبر ہوں اپنے کاروبار سے
ہوں میں یوں اندر خیالِ عشقِ یار غیر استغراق کے ہو کچھ نہ کار

اس میں بیان ہے خاموشی کا جو بہتر ہے سب خوبیوں اور عادتوں سے انسان کی

کیا ہے دنیا جان اے صاحب کمال یہ جو ہے بیجا تیری قیل و قال
کھول کان اور بند کر لب از مقال ہفتہ ہفتہ ماہ و ماہ و سال سال

کر تو خاموشی کی عادت اختیار جس سے ہو جاوے ترا دل ہوشیار
ہو وے بعضی گفتگو اے نیک پے ہو کے وہ زنار گردن میں پڑے

خوش نصیب ہوتے ہیں مردانِ خدا بند رکھتے ہیں زباں اپنی سدا
کر کے خاموشی بہت سی اختیار کرتے ہیں دل سے وہ یادِ کردگار

خامشی بس ہے مقالِ اہلِ حال گر ہلاویں تو وہ ہو جاتے ہیں لال
بیٹھ جا خاموش ہو کر اے جواں تا خموشی ہو تری نطق و بیاں

یوں رہیگا کب تلک اے بے فروغ تو گرفتارِ دروغ اندر دروغ
ہوش میں آ اب بھی تو بہرِ خدا آپ کو گفتار باطل سے بچا

بیٹھ کر خاموش مجھ پاس اے جواں گوشِ دل سے سن ذرا یہ داستاں
تا کہ ہو معلوم تجھ کو زینہار فائدہ اور نقص خاموشی کا یار

حکایت تمثیل

۴۳ تھا کہیں اک بادشاہ عالی جناب ایک بیٹا اسکا تھا نائب مناب
شاہ چاہے تھا کہ ہو یہ ذوفنوں تا ولی عہد اسکو میں اپنا کروں

اک معلّم باہنر تعلیم کو کر دیا شہ نے مقرر نیک خو
تا کہ اُس سے سیکھ لے بیٹا ضرور ہر طرح کے علم و فن اے باشعور

چند عرصے میں غرض اُسکا پسر عالم و فاضل ہوا با کرّ و فر
حل معلومات و مجہولات کے بحث منقولات و معقولات کے

عقل کامل جو کرے کسب کمال ذوفنونِ دہر ہو وے لامحال
چند برسوں میں غرض اے نیکنام ہو گئی تحصیل اُس کی اختتام

دیکھ کر فضل و کمال اسکا تمام کرتا تھا سو آفریں ہر خاص و عام
لیک وہ شہزادہ والا حسب رکھتا تھا ہر گفتگو سے بند لب

وصف خاموشی کا تھا اُسنے پڑھا اسلیئے خاموش رہتا تھا سدا
علم سے دل پُر تھا لب خاموش تھا مثلِ دریا زیرِ لب در جوش تھا

بادشاہ نے جو کمال اُس کا سنا پاس اپنے جھٹ لیا اُس کو بلا
سامنے اپنے بٹھا کر باخوشی گفتگو کرنے لگا ہر طرح کی

وہ پسر خاموش تھا اندر جواب سنتا تھا سب کچھ صواب و نا صواب
بادشہ اِس بات سے حیراں ہوا اور معلّم کو بلا کر یوں کہا

کر بیاں باعث یہ ہے کیا اے باہنر رہتا ہے خاموش کیوں میرا پسر
عرض کی اُس نے کہ جسدن سے شہا وصف خاموشی کا اِس نے پڑھ لیا

ہو گیا خاموش جب سے یہ پسر کچھ نہیں اچھی بُری کہتا خبر
شاہ نے اُس پر معیّن کر دیئے چند مردم تا سخن اُس کا سنے

کہدیا سب سے یہ جب بولے کلام پاس میرے لاؤ اُس کو والسلام
الغرض اکدن گیا شاہِ جہاں دشت میں بہرِ شکارِ وحشیاں

تھا پسر ہمراہ گھوڑے پر سوار در شہ جنگل میں مشغولِ شکار
صید گہ میں ایک تیتر تھا نہاں چھوڑ اُس کو شہ ہوا آگے رواں

ناگہاں بولا وہ تیتر ایک بار شاہ نے جھٹ کر لیا اُسکا شکار
شاہزادہ دیکھکر یہ ماجرا ہنس پڑا اور یوں ندیموں سے کہا

جو یہ اِسدم جانور رہتا خموش بند رکھتا لب نہ کرتا کچھ خروش
صید کب ہوتا نہ یہ گر بولتا کھولا جو لب ایکدم میں سر دیا

گر نہ اسدم بولتا یہ جانور / قطع کیوں ہوتا اب اسکا تن سے سر
شاہ نے خوش ہو یہ اکرام تمام / سامنے اسکو بلایا لا کلام
ہو پشیماں اُس سخن سے وہ پسر / رہ گیا خاموش لب کو بند کر
غصے سے بولا وہ شاہِ بے خبر / مار واس کو تازیانے بے شمر
ایک دفعہ وہ جانور بولا تھا واں / قطع سر اسکا ہوا اور ہیں یہاں
اک سخن کہنے سے دیکھو یہ غضب / تازیانے تن پہ تو کھائے ہیں اب
تو بھی اے امداد اب باہوش رہ / تو حکایت گر سُنے خاموش رہ
کیونکہ اس عالم میں ہے کسود زیاں / ہوں زباں سے آفتیں اکثر یہاں
ساقیا آ۔ ہے کہاں تیرا خیال / بے قراری ہے یہاں مجھ کو کمال
غم سے بھی تسکین ہوتی ہے محال

جا کے جاسوسوں نے دی شہ کو خبر / ہو مبارک آپ کا بولا پسر
یوں کہا شہ نے پسر سے میر بجاں / جو کہا تھا تو نے کر مجھ سے بیاں
شاہ نے گرچہ بہت تاکید کی / شاہزادہ پر نہ کچھ بولا اخی
اُس پسر نے پھر ندیموں سے کہا / کیا یہ تم باتیں بناتے ہو سدا
اک سخن کہنے سے یہ پائی سزا / اے سخن گو ڈر تو از روزِ جزا
چپ حقیقی ولق لق میں جو رہتے ہیں یاں / دیکھئے کیا حال ہو اُن کا وہاں
خامشی کا ہے قلعہ مضبوط تر / صاحب اس قلعہ کا رہتا ہے نڈر
تا دمِ آخر ز اوّل دم مزن / از دمِ خود کارِ خود برہم مزن
آہ کہیں دے خم کے خم منہ سے لگا / جرعہ جرعہ دے کے ترساتا ہے کیا
آج قفلِ میکدے کو توڑ ڈال

اس میں مذمت اور برائی اُن لوگوں کی ہے کہ مشابہت رکھتے ہیں ظاہر میں ساتھ فقراء کے اور باطن میں وہ اشقیاء سے ہیں ۳۵

کیا ہے دنیا یہ ترا اعمال ہے / جبۂ پشمیں ردائے شال ہے
اس رداؤ جبہ پر تیرے اخی / مجھ کو یاد آئیں دو بیتِ مثنوی
از بروں طعنہ زنی بر بایزیدؒ / واز درونت ننگ میدارد یزید
اور تیرا اندرونہ اے پسر / ہے بھرا قہرِ خدا سے سر بسر
اور باطن سے ترے اے جاں پلید / سو حیا اور ننگ رکھتا ہے یزید

یہ مقامِ فقر خورشید اقتباس / ہووے کب حاصل کسی کو در لباس
ظاہرا چوں گورِ کافر پُر حلل / واندروں قہرِ خدائے عزّ وجل
ہے ترا ظاہر خباثت سے بھرا / جسطرح ہو گورِ کافر پُر بلا
رکھتا ہے ظاہر سے تو طعنہ سدا / بایزیدؒ پاک پر اے بے حیا
سُن رہا کو آپ سے کر کے بعید / پاک لوگوں کا طریقہ اے پلید

حکایت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی

ایک کوچہ تنگ میں سے بایزیدؒ / جاتے تھے اتنے میں اک کتا پلید
یک بیک کتے نے کھولے اپنے لب / عرض کی اُس نے کہ اے مقبولِ رب
خشک ہوں اگر میں تو ہے کپڑا ابھی پاک / اور جو تر ہوں تو ہو دھونے سے پاک
سات دریاؤں سے بھی دھو وے گر / پاک کب ہو اُس سے تو اے بہرہ ور
آکر ہیں آپس میں ہم تم دوستی / خوب گذرے گی ہم میری تری

ناگہاں انکے برابر آگیا / اپنے دامن کو لیا اُس سے بچا
اپنے دامن کو بچایا کس لئے / مجھ سے اب اسکا سبب سن لیجئے
اور جو دیکھے اپنے اندر غور کر / وہ جنابت تجھ میں ہے اے باخبر
یہ لگے کتے سے کہنے بایزیدؒ / تیرا ظاہر میرا باطن ہے پلید
عرض کی کتے نے اے سلطانِ دیں / دوستی کے میں ترے قابل نہیں

میں ہوں مردود اور تو مقبول ہے
تیری میری اب بھلا کیونکر بنے

دیکھتا ہے مجھ کو جو کوئی بشر
دور سے مارے ہے پتھر بےخطر

اور تجھے جو دیکھنے میں خاص و عام
کرتے ہیں تعظیم بجا اور سلام

اور یہ ظاہر ہے کہ میں رکھتا نہیں
کچھ ذخیرہ وقت اگلے کا کہیں

اور تجھ پاس ایک مٹکا ہے بھرا
آردِ گندم کا اے مردِ خدا

مجھ میں تجھ میں دوستی کس طرح ہو
میں پلید اور تو ہے پاک اے نیکخو

رو پڑے سنکر کے یہ وہ پاک دیں
وائے میں کُتّے کے بھی قابل نہیں

آہ کیونکر ہوئیگا مجھ میں بے خلل
قابلِ درگاہ حضرت لم یزل

پاک لوگوں کا تو ایسا حال ہے
اور یوں تیرا بندہ اب فال ہے

میرا ثانی کوئی عالم میں نہیں
عالم و زاہد ولی اور پاک دیں

اور حقیقت میں ہے یہ حال آپ کا
جس سے شیطاں بھی اماں چاہے سدا

دست بر تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

ہاتھ میں تسبیح دل میں گاؤ خر
ایسی کب تسبیح رکھتی ہے اثر

ہاتھ سے تسبیح کو تو دور کر
ذکرِ دلبر سے تو دل معمور کر

پھونک دے اس جبّہ ناپاک کو
اور عصا و شانہ و مسواک کو

ظاہر اور باطن ترا اگر ایک ہو
پاوے بیشک جب تو حق کی راہ کو

مختلف ہوں ظاہر اور باطن اگر
تیرا ہو جاوے جہنم میں مقر

تو بھی اے امداد اب تنگ کیلئے
بیخودی میں اب خودی کو چھوڑ دے

ہے خودی میں جبتلک بیخود ہے تو
ہو تو بیخود پھر تو خود ہے ہو بہو

خود ہے تو کس کی کرے ہے جستجو
تو حجاب اپنا ہوا ہے آپ کو

آپ کو اپنے میں اوّل دیکھ لے
غیر کو کر ترک مِل اُس یار سے

معرفت پیدا است از عرفانِ خویش
گر شناسی خویش را گشتی ز خویش

ساقیا وہ بیخودی کا جام لے
جس سے میں آپے میں آؤں آپ سے

آپ کھو کر محو ہوں در حُسن یار
محو اندر محو ہوں میں زینہار

نام علین رسمِ آثار اپنا سب
ہو فنا اندر فنا یک لخت اب

اس میں بیان ہے کہ خدائے تعالیٰ کو صرف خدائی کے واسطے پوجے نہ طمعِ جنت کیلئے اور نہ خوفِ دوزخ سے

کیا ہے دنیا جان اے نیکو سرشت
یہ عبادت ہے نری مہرِ بہشت

ہے یہی نزدیک اہلِ دل منتر
دین گھٹانا جان تو اے بہرہ ور

یعنے مزدوری عبادت پر یہاں
مانگتا ہے حق تعالیٰ سے وہاں

جا حدیثِ ما عبدنٰک اے پسر
تو کلامِ مرتضیٰ سے یاد کر

یعنے فرماتے ہیں یوں حضرت علیؓ
عاشقِ حق نائبِ حضرت نبیؐ

اے خدائے خالقِ ہر دو جہاں
ہے تو ہی مطلوب مجھ کو ہر زماں

پوچتا ہوں اب نہ تجھ کو اس لئے
طمعِ جنت اور نہ خوفِ نار سے

پوجتا ہوں تجھ کو تیرے واسطے
ہر طرح تیری رضا مطلوب ہے

جب نہ پایا میں کہیں تیرے سوا
پوجنے کے لائق اے میرے خدا

پس میں پوجا تجھ کو یکتا جان کر
غیر کی الفت کو کی دل سے بدر

لیتی ہے طاعت پہ اجرت یہ گروہ
رکھتی ہے اجرت کی طاعت پر شکوہ

آرزو اجرت کے عملوں پر اگر
رکھتا ہے تو ہے یہ گمراہی تبر

واسطے حق کے ہے کب اے پُر خلل
طمعِ اجرت کے لئے ہے یہ عمل

یاد آئی اک مثال اس پر مجھے
ہوش کر کے سن تو اُسکو غور سے

حکایتِ محمود بادشاہ غزنوی اور ایاز غلام کی

کہتے ہیں اک شخص نے محمود کو
یہ دیا طعنہ کہ اے مردِ نکو

ہے ایاز ایسا نہ کچھ صاحب جمال
جسپہ تو عاشق ہے یوں اے باکمال

سنتے ہی اس بات کے محمود شاہ　　اس سے یوں کہنے لگا اے نیک راہ
اسکی خوئے نیک پر ہوں میں فدا　　اور نہ عاشق اسکے رنگ و روپ کا
نقل ہے ایکدن کہ وہ جاتا تھا شاہ　　ایک کوچہ تنگ کو عز و جاہ
ساتھ اسکے تھے جواہر سے بھرے　　چند صندوق اونٹوں کے اوپر دھرے
اتفاقاً کھا کے ٹھوکر اک شتر　　اس گلی میں گر پڑا اے بہرہ ور
گرتے ہی اس اونٹ کے ایکبارگی　　ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے صندوق بھی
ہو گئے اک لخت واں اس سے بدر　　لعل و یاقوت و زمرد سیم و زر
دیکھ کر اس حال کو محمود شاہ　　لوٹنے کا حکم دے کر چل دیا
سنتے ہی یہ حکم جو ہمراہ تھے　　یک بیک سب لوٹنے پر پڑ گئے
چھوڑ شہ کو سب کے سب پیادہ سوار　　لوٹنے پر پڑ گئے بے اختیار
اور رہا ہمرہ نہ کوئی شاہ کے　　رہ گیا پر اک ایاز اے نیک پے
دیکھ کر سلطان بولا اے ایاز　　تو نے بھی لوٹا ہے کچھ مجھ سے تو راز
عرض کی اس نے کہ اے سلطان دیں　　جسکی سب نعمت اسے لاتا ہوں میں
دور ہو کر اب تمہری خدمت سے میں　　کچھ نہیں حاصل کیا نعمت سے میں
قرب سلطان حاصل ہو جسے　　چھوڑ اسکو پھر وہ کیوں نعمت کو لے
ہے طریقت کے خلاف اب یہ کہ یار　　غیر حق کو حق سے مانگے زینہار
اس سے زیادہ کون ہے بس بے ادب　　جو سوا حق کے کرے حق کی طلب
نفس پرور ہے جو رکھے کچھ نظر　　دوست سے جو دوست کے احسان پر
تو جو کرتا ہے عبادت بے شمار　　واسطے حق کے ہے کب اے نابکار
نفس کی خواہش سے کرتا ہے ضرور　　یعنے بہر جنت و حور و قصور
خواہشات نفس ہیں یہ سب کے سب　　زہد کے پردے میں کرتا ہے طلب
کہتا ہے پوجوں ہوں میں اللہ کو　　خواہشات نفس کو پوجے ہے تو
اجر عابد چاہیے طاعت پر اگر　　ہے وہ طاعت گر سمجھ اے بیخبر
اجر پر کب تک تو ہے امیدوار　　بہتر اس سے اجر کیا چاہیگا یار
اس نے فضل و لطف سے تجھ کو دنا　　اپنی خدمت کے لیئے پیدا کیا
باوجود آلودگی کے قدر ترا　　اپنی قدرت سے مزین کر دیا
اور اس قدر پر تیرے اے باوفا　　خلعت عرفان کیا آراستہ
ساقیا آدے وہ جام بیقرار　　جس کے پینے ہیں محو اندر روئے یار
ہوں ہیں یوں دنیائے دوں سے بیخبر　　نے امید خلد نے خوف سقر
خلد اپنی مظہر لطف و جمال　　دوزخ ہم کو ہے ظہورات جلال

اس میں بیان ہے چھوڑنے کا ماسوا کے اور شائق ہونا طرف شراب طہور کے۔ مراد اس سے محبت الٰہی ہے

عمر ضائع اور قضا میری ہوئی　　اے ندیم اب بہر حق اٹھ تو سہی
تاکہ پہچانوں میں اپنے ذات کو　　رائگاں گذرا ہے جو اے نیکخو
کر عطا بہر خدا اک بھر کے جام　　اس شراب پاک سے اے نیکنام
ہے خوشی کے در کی بیشک کلید　　اس سے مت رکھ بہر حق مجھ کو بعید
اور رہا ساقیا ارواح کو　　قید سے رنج و الم کے جلد تو
اور چھڑا جلدی خدا کیواسطے　　تن بدن کو رنج و غم کی قید سے
اس خراب آباد ویراں میں مرا　　خانقاہ و مدرسے سے دل اٹھا
نے تو مجھ کو نفع خلوت سے ملا　　اور نہ کچھ اب سیر سے حاصل ہوا
دیر و کعبہ میں پھرا سر مارتا　　نے ملا مقصود دل کا کچھ پتا
اب بہت بیچین ہوں اے ساقیا　　ہو مری مشکل کا تو مشکل کشا
بس شراب بیخودی مجھ کو پلا　　قید سے تا یاں کی دل چھوٹے مرا
وہ جو عالم ہے اس عالم کے سوا　　ہے وہی درکار مجھ کو ساقیا
ایک عالم چاہوں اس عالم سے اور　　ہو ترا اس سے اس عالم کا طور
تاکہ ہوں مقصود سے بہرہ ور　　خاک ڈالوں ہستی موہوم پر

آہ و نالہ شور و غل ایسا کروں
آتش موسیٰ سے اک شعلہ ہے یار
پس پلا لا کر کے وہ مجھ کو شراب
اٹھ کہیں بہرِ خدا ہو جلوہ گر
مطربا کچھ کہہ یہ میری التجا
کر بیاں کچھ یار کی باتوں سے آ
با دف و نے سے تو اٹھکر مطربا
آہ کب تک میں کروں آہ و فغاں
پھر سُنا مجھ کو وہ نظمِ مستطاب
مطربا اب بہرِ حق اٹھ تو سہی
اور کہہ کوئی تو بیتِ مثنوی
بشنو از نے بشنو از صاحب نفس
ہو مخاطب اٹھ کہیں اے بہرہ ور
دل مرا غافل ہے اپنے حال سے
اور کہتا ہے کہ ہوا س سے سوا
ہے مے غفلت سے مدہوش اسقدر
قہقہہ مارے ہیں کافر برملا
غیرِ دلبر کو تو دل سے دُور کر
یعنی یہ حرص و ہوا و حُبّ غیر
دلمیں جب تک تیرے حُبّ غیر ہے
غیر سے تو خالی گھر کو جلد کر
الغرض امداد تو اپنی کتاب

خلق میں اک حشر سا برپا کروں
اُس شرارِ پاک کا نور آشکار
جس سے وا ایس ہو مرا عہدِ شباب
صبح ہونے آئی اب مت دیر کر
رائگاں گذری ہے ور سنج و عنا
دل مرا اُس بن ہے غم میں مبتلا
مجھ کو اشعارِ عرب سے کچھ سُنا
ایک بھی سنتا نہیں و عجبانِ جہاں
جو کہی تھی میں نے در عہدِ شباب
کچھ بھی طاقت اب نہیں مجھ میں رہی
از حکیم مولویٔ معنوی
کز جمادے نالہ نشنید ست کس
سب زباں سے تو مجھے آگاہ کر
ہے سدا مشغول قیل و قال سے
یعنے پا میں بیڑی ہے حرص و ہوا
آپ کی بھی کچھ نہیں رکھتا خبر
دین اور اسلام پر اسکے سدا
جلوۂ دلبر سے دل معمور کر
سب یہ بتخانے ترے ہیں اور دبیر
حل نہیں سکتا تو اپنے یار سے
نورِ دلبر تا ہو اس میں جلوہ گر
ختم کر و اللہ اعلم بالصواب
جب ہوئی یہ مثنوی یارو تمام

وہ شراب اب ساقیا مجھ کو تو دے
طور ہے اُس نور کا سینہ مرا
ہو وہ ایسی جو پے اُسکو ذرا
ماہ بھی اور سب ستارے چھپ گئے
عیش ہے بے عیش میرا مطربا
دُور کر مجھ سے اب ایامِ فراق
تا کہ ہوں ہم پر یہ سب اے نیکنام
آہ واویلا دریغا حسرتا
عمر سب گذری مری در قیل و قال
پھر کوئی شعرِ عجم مجھ کو سُنا
بشنو از نے چوں حکایت میکند
نے سے مت سُن سُن تو صاحب نفس سے
وہ کوئی نغمہ سُنا اے نیک خو
بندِ آہن میں پڑا ہے تس اوپر
سر بسر گمراہ ہوا اے نیک خو
ایک مدت گذری ہے اِسکے تئیں
اب بھی اے امداد تو بہرِ خدا
ماسوا دلبر کے دلمیں ہے جو شے
ہو سکے جتنا اِنھیں دل سے نکال
غیر سے ہے بیر اسکو اے جواں
ہوکے تو خاموش قیل و قال سے
سالِ ہجری بھی ہوئی جب ختم یار
رکھدیا اِسکا غذائے روح نام

استخواں کہنہ کو جو زندہ کرے
تخم ہے اُسکا قلب اپنا اے غنا
دو جہاں کی قید سے ہو وہ رہا
اور صدا میں مرغ بھی دینے لگے
بے غنا کے کچھ غنا مجھ کو سُنا
ہو گئی طاقت مری دُوری سے طاق
عیش و عشرت حظ و کیفیت تمام
حسرتا صد حسرتا صد حسرتا
اپنی غفلت سے ہوا میں پائمال
تا کہ دل قیدِ الم سے ہو رہا
وز جدائی ہا شکایت میکند
کیونکہ جامد سے کوئی نالہ سنے
خواب و خور سے تا کہ دل بیدار ہو
جہل سے بھی اپنے قائل ہے مگر
اپنی گمراہی سے بھولا راہ کو
ہے یہ بتخانہ میں یوں گوشہ نشیں
خوابِ غفلت سے ذرا تو چونک جا
جان لے تیرا وہی معبود ہے
اپنے دلبر سے تو پھر ہو ہم مقام
غیر ہو جس گھر میں وہ اسکا کہاں
ہو خبردار اب تو اپنے حال سے
یکہزار و دو صد و شصت و چہار ۱۲۶۴ھ

خاتمۃ الکتاب

العدا میکے سُن تو اب اے دوستاں | کر دیا ہے یہ جو کچھ غنی نے بیاں | شاعری سے کچھ کو کچھ بہرہ نہیں | علم نظم و نثر بھی رکھتا نہیں

چاہیئے مقصودِ دل اُس یار سے	ہے نہ مطلب خوبیِ اشعار سے	شاعری سے کچھ نہیں ہے مجھ کو کلام	چاہتا ہوں یہ کہ ہووے فیضِ عام
سُنکے یہ زیادہ ہو عشقِ عاشقاں	اور ہووے دُور فسقِ فاسقاں	شاعروں سے کچھ نہیں ہے التجا	عرض ہے اہلِ صفا سے یہ ذرا
جو کہ دیکھیں اس میں کچھ سہو و خطا	دین بنا اپنے کرم سے بَرملا	کرکے اپنے لطف و احسان پر نظر	اسمیں دیں اصلاح بیخوف و خطر

تمّت

نکتہ قابلِ یاد ہر ذرہ اسمِ ذاتِ اللہ کا مظہر ہے اور ہر چیز سے نام مبارک اللہ ظاہر ہے

رباعی

ہر چیز کہ خواہی عددش گیر دو بار ۔۔۔ یک ساز زیادہ وسہ چنداں بشمار
پس از طرحِ ششم جو باقی ماند ۔۔۔ در بست و دوم ضرب کردہ اللہ بر آر

تفصیل اس اجمال اور تحلیل اس اشکال کی یہ ہے کہ خالق اکبر کے اسم کی ظاہریت اور مخلوق اصغر کے اسم کی مظہریت اس صنعت سے بالبداہت یوں ظاہر ہے کہ جس وقت منظور ہو کسی شئے سے نام مبارک اُس صانع حقیقی کا تو اس چیز کے عدد بحسابِ ابجد نکالیئے اور اُن اعداد کو دو چند کیجیئے اور اُس میں ایک ملا کر تین میں ضرب دیجیے اُس کے بعد چھ۶ سے تقسیم کیجئے جو باقی رہے اُس کو بائیس۲۲ میں ضرب دیجئے۔

اعداد ذات باری ہویدا ہوں گے۔ مثلاً اگر ہم چاہیں کہ ولی سے اعداد ذات بحت پیدا ہوں تو بحساب ابجد عدد ولی کے چھیالیس۴۶ ہوئے اُس کو دو۲ میں ضرب دو بانوے۹۲ ہوئے اس میں ایک ملا کر تین میں ضرب دو (۲۷۹) ہوئے (۲۷۹) کو چھ۶ سے تقسیم کیا تین باقی رہے اُس کو بائیس۲۲ میں ضرب دو اعداد ذات مقدس (۶۶) پیدا ہوئے اور یہی مطلوب ہے وعلیٰ ہذا القیاس من سائر ۲ الاسماء الغیر المتناھیۃ ۲ المستخرجۃ محمد جعفر علی نگینوی سلمہ اللہ

تاریخ وفات شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی مرحوم

عالم و عارف شہ عبد الغنی ۔۔۔ کرد چوں جملہ مراتب عمر طے
ایں ندا آمد زہر سو غم فزا ۔۔۔ داد جاں عبد الغنی با جلوہ حے ۱۲۹۶ھ

تاریخ وفات مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی مرحوم

بست و ہشتم ذیقعدہ جمعہ کو ۔۔۔ چلدیئے جنان کو یعقوب
روکے کہا سب نے کہ جہاں سے ۔۔۔ ماہِ ہدیٰ ہوا آہ غروب ۱۲۸۲ھ

رسالہ دردِ غمناک

از شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنو یارو عجب قصہ ہمارا — بیاں کرتا ہوں میں جو غم کا مارا
سناتا ہوں تمہیں اُس کو سراسر — گذرتا ہے جو کچھ اب میری جان پر
گذرتا ہے جو مجھ پر ان دنوں حال — نہ تھا کچھ اس سے پہلے غم کا جنجال
پڑا سوتا تھا میں خواب عدم میں — نہ تھا کچھ مبتلا ہستی کے غم میں
سو آکر عشق نے مجکو جگایا — جگا کر سو مصیبت میں پھنسایا
کچھ ایسا اسنے پھر نقشہ دکھایا — کہ جس نے مجکو سودائی بنایا
عجب اک عشق نے رنگت دکھائی — کہ جس میں عقل تک میں نے گنوائی
مرا اک دلبر سے دل گیا مل — ہوا تیغ نگہ سے اس کے بسمل
اٹھا کر زلف رخ اپنا دکھایا — بلا میں عشق کی مجھ کو پھنسایا
یکایک لیگیا وہ جانِ جاناں — قرار و صبر ہوش و جملہ ساماں
چمک اک حسن کی دکھلا کے مجھکو — کیا بیخود بھلایا مجھ سے مجھ کو
ہوئی زلف اُسکی آمیری گلوگیر — کیا مجھ کو وہیں بس طوق و زنجیر
کچھ ایسا دام گیسو میں پھنسایا — گویا قید دو عالم سے چھڑایا
شراب شوق کا اک گھونٹ دیکر — کیا رسوا مجھے عالم میں در در
جنوں نے آلباس تن کو کر چاک — پنہائی مجھ کو عریانی کی پوشاک
خزانہ مفلسی کا مجھ کو دے کر — رکھا اک تاج رسوائی کا سر پر
غم و درد و الم کی فوج کر ساتھ — دیا اک آہ کا جھنڈا مرے ہاتھ
خراب آباد کے قلعہ میں لاکر — بٹھایا بیخودی کے تخت اوپر
وزیر اک کرکے نادانی کا ہمراہ — بنایا عشق کی اقلیم کا شاہ

ہزاروں غم کی لا آتش لگائی
گیا اس دن سے سونا اور کھانا
اجی جس کے ہو دل میں دردِ فرقت
وہ کیا جانے ہے اس درد و الم کو
اٹھا چھاتی میں دردِ عشق جس کی
پڑا جو غم کا لشکر دل پہ آ ٹوٹ
تڑپ کر غم میں شب کو صبح کرنا
وہ جن آنکھوں میں خارِ ہجر ہووے
گیا سب بھول کھانا اور پینا
لگی کہنے مجھے خلقت دیوانہ
سمجھ کر مجھ کو سودائی جہاں نے
۲
غرض دیوانہ مجکو جان کر کے
مرا اک کھیل خلقت نے بنایا
کہوں میں آہ کس سے اس الم کو
کہاں جاؤں کہوں کس سے حقیقت
وہ کیا جانے ہے اس درد و الم کو
وہ جانے اس تڑپنے کے مزے کو
جو اپنے دل کے دلبر سے جدا ہو
وہ جانے اس تڑپنے کی حقیقت
کروں میں آہ غم کا کس سے اظہار
یونہی کہتے ہیں اپنی اپنی سارے
اگر ظاہر کروں حالِ درونی
جو میں ظاہر کروں سوزِ جگر کو
دکھاؤں بےکلی اپنی کو میں گر
جو آئے دردِ دل اپنا زباں پر

مری سب عیش کی پونجی گنوائی
ہوا ہیں غم کے تیروں کا نشانا
اسے کیا ہووے خواب و خور کی فرصت
نہ دیکھا جس نے ہو فرقت کے غم کو
اسے پھر نیند کس کی بھوک کس کی
متاعِ صبر و تسکیں لیگیا لوٹ
صبح سے شام تک رو رو کے مرنا
بھلا وہ عمر بھر کیوں کر نہ رووے
پڑا مشکل مجھے اب اپنا جینا
کسی نے درد کو میرے نہ جانا
کیا ٹھٹھا ہر اک پیر و جواں نے
ہووے گردِ آمرے لڑکے شہر کے
تماشے کو بھی وہ لیکن نہ آیا
سمجھتا ہے ہر اک سودائی مجھ کو
کوئی ہمدم نہیں جز دردِ فرقت
نہ دیکھا جس نے ہو فرقت کے غم کو
گذر جس دلمیں حضرتِ عشق کا ہو
وہی اس دردِ غم سے آشنا ہو
کہ ہو جو مبتلائے دردِ فرقت
غمِ فرقت سوا کوئی نہیں یار
نہیں واقف کوئی غم سے ہمارے
بناؤں ایک عالم کو جنونی
کروں شرمندہ دوزخ کو شرر کو
تو اک ہلچل پڑے عالم کے اندر
پڑے آفت کا ٹکڑا ایک جہاں پر

حقیقت دل کی گر اپنے دکھاؤں　　ہنسوں میں اور عالم کو رلاؤں

نہ کہہ سکتا ہوں کہ اب کیا کروں میں　　نہ ہو سکتا ہے جو چپ ہی رہوں میں

ہوئی ایسے ستمگر سے محبت　　نہیں ہے اس میں اصلا بوئے الفت

تڑپتا ہوں میں جس کے غم سے دن رات　　خبر اس کو نہیں ہیہات ہیہات

ارے یارو کہو ہو جس کو الفت　　مصیبت ہے مصیبت ہے مصیبت

محبت نام جس کا یاں رکھا ہے　　بلا اوپر بلا اوپر بلا ہے

کہے ہے عشق جس کو ساری خلقت　　قیامت ہے قیامت ہے قیامت

ارے یارو کسی کو دل نہ دیجو　　ہو دو امید جینے کی نہ کیجو

کیا جب عشق نے بیتاب مجھ کو　　کہا میں نے یہ اس پیارے سے رو رو

کہ صبر آئے دلِ غمگیں کو کیوں کر　　ہو تسکیں عاشق مسکیں کو کیوں کر

نہ دیکھے جب تلک دیدار دلبر　　قرار اور صبر ہووے اسکو کیوں کر

سو تیرے عشق میں اے دل کے دلبر　　ہوا ہے حال میرا حد سے ابتر

کہ اک تو سر پہ افلاک الم ہے　　تلے پاؤں کے پھر دریائے غم ہے

ہے چاروں طرف فوج درد گھیرے　　سدا آہوں کے مارے تیر میرے

یہ آکر ناتوانی نے کیا زور　　کیا تاب و تواں کا مار کر بھور

جنوں نے مجھ پہ کی آکر چڑھائی　　میری سب ہوش کی پونجی لٹائی

کیا وحشت نے آکر جب مجھے تنگ　　گئے اس کے سبب ناموس اور ننگ

جو آکر مجھ کو رسوائی نے گھیرا　　لیا عزت کا سب اسباب میرا

پڑی یہ مجھ پہ فوج بے قراری　　متاعِ صبر لی ہے لوٹ ساری

ڈبوتے ہیں اُدھر اشکوں کے نالے　　لگے ہیں اس طرف آہوں کے بھالے

ہوا ہے ہاتھ سے عاجز گریبان　　ہے گریاں سیل اشک غم سے داماں

لگاتا ہے سدا سوزِ جگر آگ　　میرے پیارے بتا جاؤں کدھر بھاگ

بچوں کیوں کر کہو اب اس بلا سے　　میں ہوں اک اور ہزاروں خون کے پیاسے

کروں میں صبر اب کس کس بلا پر　　ہے بہتر جاؤں اس غم سے کہیں مر

کہ تیرے عشق نے مجھ کو ستایا　　مرے دل کو پھر اک دشمن بنایا

ابھی کس کا ہو دشمن دل سا پیارا
خدا کیواسطے جلدی خبر لے
جو اپنی جان کی جاں سے جدا ہو
اگر آنے میں ہوگی دیر تجھ کو
کہ بس جب پاس اپنے دلربا ہو
طبیب درد دل ہے گا مرا تو
جو کوئی عشق کا بیمار ہووے
میں دام زلف میں تیرے پھنسا ہوں
محبت میں بلا کی جو پھنسا ہو
خدا کے واسطے جلدی سے آؤ
لگائی تھی جو لو ہم سے پیارے
جو تھی منظور کرنی بے وفائی
کوئی ایسا بھی کرتا ہے پیارے
اگر یہ بیوفائی جانتا میں
بہت سر ہم نے رگڑا خاکِ پا سے
ہر اک صورت سے میں نے غم اٹھایا
ہوئی ہے کیا خطا اب مجھ سے جانی
اگر تقصیر مجھ سے کچھ ہوئی ہو
نظر مت رکھ مری تقصیر پر تو
میں جانوں ہوں نہیں ہے چاہ تجھ کو
دوا اب کیا کروں اے میرے دلدار
نہیں لگتی ہے بھوک اور پیاس مجھ کو
خدا کے واسطے اب مت ستم کر
اگر روتا مرا خوش آوتا ہے
تو درد و غم سے نت روتا رہوں گا

بچے کیوں کر کہو پھر وہ بچارا
کہیں یہ آپ خوں اپنا نہ کر لے
نہ کیوں اس زندگانی سے خفا ہو
نہیں پانیکے زندہ پھر تو تجھ کو
فنا ہونے سے پہلے وہ فنا ہو
کروں کس سے علاج اپنا بتا تو
علاج اس کا نہ جز دلدار ہووے
خلاصی تو بتا میں کس سے چاہوں
وہ جز دیدار دلبر کب رہا ہو
تڑپ اور بیقراری کو مٹاؤ
پھر آتے کیوں نہیں ہو گھر ہمارے
تو کی تھی تجھ سے پھر کیوں آشنائی
تڑپتا چھوڑ عاشق کو سدھارے
تو پھر کیوں خاک در در چھانتا میں
نہ گذرا تو مگر اپنی ادا سے
ولے تجھ کو نہ مجھ پر رحم آیا
جو پہلی سی نہیں ہے مہربانی
خدا کے واسطے تم بخشد بجو
کرم پر اپنے پیارے کر نظر تو
کہ میری کچھ نہیں پرواہ تجھ کو
ہوا ہوں عشق کے ہاتھوں سے ناچار
کیا جینے سے اب بے آس مجھ کو
خدا کے واسطے اب تو کرم کر
یہ درد و رنج تجھ کو بھاوتا ہے
تری الفت میں جی کھوتا رہوں گا

جو ہوگا شعلۂ رخ کا ترے دھیان
جو یاد آئیگی وہ زلفِ پریشاں
تصور تیری پیشانی کا گر ہو
جو آئے تیرے گوش وچشم کا دھیان
خیال اس تیغ ابرو کا اگر ہو
تصورِ تیری مژگاں کا گر آئے
درِ دنداں کو تیرے یاد کر کے
جو خالِ رخ کا ہو تیرے تصور
جب آوے یاد تیرا قد و قامت
ترے ناز وادا کی یاد کر چال
وہ تیرا یاد کر آرام و بستر
میں یاد اس شمع رو کو جب کرونگا
جو ہو گلزار تن زخمِ جگر سے
تری تیغ نگہ کا قتل ہوں گر
غرض جور وجفا سارے سہوں گا
ترے غم سے نہیں خالی رہوں گا
نہ بیٹھوں چین سے تجھ بن کبھو میں
اگر پوچھے کوئی یہ مجھ سے آکر
نہ ہرگز حال دل اپنا کہوں گا
نہ چھوڑونگا کبھی الفت تمہاری
ذرا اس ناز اور غمزے کو دیکھو
رہو پردہ میں یوں باتیں بناتے
ذرا بہرِ خدا پردہ اٹھاوے
بہت نزدیک ہوں دلسے توا ے یار
ہے بوئے گل کی جوں مجھ تجھ میں قربت

تو ہونگا خاک جل بھنکر میں اس آن
تو پیچ وتاب کھائیگی مری جان
تو ہو دیوارِ غم اور میرا سر ہو
کروں میں گوہر اشک اُسپہ قربان
وہیں قربان اسپہ میرا سر ہو
ہزاروں برچھیاں دل میں لگائے
بہاؤں اشک سے ٹکڑے جگر کے
سیہ داغوں سے ہو سینہ مرا پُر
کروں برپا وہیں شورِ قیامت
کروں میں خاک میں آپ ہی کو پامال
گذاروں عمر ساری میں تڑپ کر
تو پروانہ کی صورت جل مرونگا
کروں سیراب اس کو چشم تر سے
نہ لاؤں اس کو میں ہرگز زباں پر
نہ گھبراؤں گا نے غمگیں ہوں گا
جو نالہ تھم رہا رویا کروں گا
سدا کرتا رہوں بس ہائے ہو میں
کہ کیا گذری ہے اے دیوانے تجھپر
ہنسوں گا اور رو کر چپ رہونگا
اسی میں جان جاویگی ہماری
مری جانب ذرا منہ اپنا موڑو
نہیں صورت وَلے اپنی دکھاتے
وہ مکھڑا چاند سا مجھ کو دکھا دے
ولے تجھ تک پہنچنا ہی ہے دشوار
نہیں معلوم پھر کیوں ہے یہ فرقت

میں ہوں سایہ نمط ہمراہ تیرے
رہے دل میں مرے پیارے سدا تو
مجھے چھاتی سے ٹک اپنی لگاؤ
ہو تو نزدیک میرے مجھ سے اے یار
ہے مجھ میں اور تجھ میں ربط ایسا
اجی کس کی ہے پھر یوں انتظاری
قریب اتنا ہو اور پھر دور ایسا
یہ پردہ دور ٹک اللہ کو تو
کہیں بے پردہ ہو کر کے پیارے
ٹک اپنے حسن کا جلوہ دکھا دے
رہو گے کب تلک پردے میں پیارے
یہ نازو شوخیاں پیارے تمہاری
ولے اتنا تو کہے گا ہے جانی
یہ جانو تم تڑپتا ہے بچارا
ذرا اپنی مجھے صورت دکھاؤ
کہ جس سے دور ہو یہ رنج و کلفت
میں جان و دل سے ہوں مشتاق تیرا
ترے ملنے کی ہوں بس آرزو میں
تڑپتا ہے ترے غم سے مرا دل
رہو غیروں میں تم خوشیاں مناتے
سبھوں پر ہے کرم پیارے تمہارا
کرو غیروں پہ لطف و مہربانی
نہیں تدبیر کچھ ملنے کی تیرے
نہ جانے ٹھوکریں کھاؤں گا کب تک
ملے گا یا نہ تو مجھ سے ملے گا

نہیں ہے وصل پر قسمت میں میرے
ذرا تو سامنے آنکھوں کے آ تو
یہ شعلہ عشق کا میرے بجھاؤ
غضب ہے تس پہ بھی ملنا ہو دشوار
رواں ہو وے بدن سے خون جیسا
یہ کیسی ہے تڑپ اور بیقراری
نہیں کھلتا ہے یہ پردہ ہے کیسا
مجھے اس بھید سے آگاہ کر تو
ذرہ تو رو برو ہو جا ہمارے
کہ اب بیخود مجھے مجھ سے بنا دے
کبھی تو سامنے ہو گے ہمارے
کرو گے جو اٹھاویں گے وہ ساری
کرو ہم پر کرم سے مہربانی
نہیں تم بن اسے اک دم گذارا
پھر اس کے بعد چھاتی سے لگاؤ
تڑپ جی کی گھٹے ہو جی کو راحت
کروں کیا بس نہیں چلتا ہے میرا
سراسر محو ہوں بس اس جستجو میں
رہے افسوس پھر غیروں میں تو مل
ہم اس حسرت میں خون دل ہیں کھاتے
نہیں ہے فکر کچھ لیکن ہمارا
ہمارے نام سے نفرت ہے جانی
خدا جانے ہے کیا قسمت میں میرے
یہ ایذا ہجر کی پاؤں گا کب تک
خدا جانے مقدر کیا کرے گا

نہ اب تقصیر اس میں کچھ تری ہے
ہے تیرے وصل کی منزل بہت دور
کشش میں کچھ اثر میری جو ہوتا
جو کرتا شوق میری رہنمائی
کہوں میں آہ کیا تیری حقیقت
نہ میرے درد و غم کا کوئی غم خوار
کہو کس سے کہوں میں اپنا احوال
سنے جو درد کا طومار میرا
سو تو نے غم مرا رکھا گوارا
یہی بہتر ہے اب رویا کروں میں
سنے تو یا نہ سن غم میرا مجھ سے
ترا دیدار پاؤں یا نہ پاؤں
مشرف وصل سے ہوں یا نہ ہوں میں
نشانِ عیشِ اور عشرت مٹاؤں
کہاں تک درد و غم ظاہر کروں میں
یہی بہتر ہے اب خاموش رہنا
جو کچھ گذریگا سو گذریگا جاں پر
کبھی آویگا آخر رحم تجھ کو
دکھادیگا مجھے دیدار اپنا
اگرچہ ہوں بُرا پر ہوں تمہارا
تمام امداد کر یہ درد قامہ
یہ درد اپنا بس اب اظہار مت کر
کہ تیرے درد اور اس غم کو سنکر
بس اب ٹک شکر کر مت ہو دیوانہ
نہو ایسا تری گستاخیوں پر
نصیبوں میں لکھا میرے یہی ہے
اثر ہے لنگ اور ہمت ہے رنجور
گذر بلشک ادھر بھی تیرا ہوتا
تو ہوتی کیوں مری تجھ سے جدائی
مصیبت ہے مصیبت ہے مصیبت
ہر اک ہے اپنی اپنی بوجھ کا یار
کہ ہے غیروں سے کہنا جی کا جنجال
نہیں تجھ بن کوئی غم خوار میرا
کہ یوں مجھ کو تپِ فرقت نے مارا
سرِ اشک غم سے منھ دھویا کروں میں
کئے جاؤں گا پر میں عرض تجھ سے
ولے سب جستجو میں دن گنواؤں
کروں دن رات تیری جستجو میں
تمامی محنتیں غم کی اٹھاؤں
نہیں کچھ انتہا بس چپ رہوں میں
جو کچھ گذرے ہے دل پر اس کو سہنا
نہ لاؤں پر کبھی ہرگز زباں پر
چھڑادیگا تو درد و غم سے مجھکو
مٹادیگا مرے دل کا یہ کھٹکا
نہیں بن تم مرا اکدم گذارا
کہیں ایسا نہو پھٹ جائے خامہ
خدا کیواسطے رکھ جی کے اندر
بھنا جاتا ہے دل عالم کا یکسر
کہ بہتر درد دل کا ہے چھپانا
خفا ہو جاوے تیرا تجھ سے دلبر

وہ تیرے حال دل سے ہے خبردار
نہ کر اب شور و شر زنہار زنہار

نہ کر غل صبر کر یہ مان میری
کہ تا امید بر لاوے وہ تیری

بس اب خاموش ہو گفتار کم کر
ملال آوے نہ شاید اسکے دل پر

اسی پر سونپ دے اب کام سارے
وہ چاہے سو کرے تو دم نہ مارے

رضا گم اپنی کر اس کی رضا میں
نہ پڑ ہرگز خودی کی تو بلا میں

وہ مالک ہے کرے جو کچھ کہ چاہے
خلاف اس کے نہ دم تو مارگا ہے

بس اب خاموش ہو گفتار کر کم
تو کہہ اللہ ہی اللہ دل سے ہر دم

بس اب اللہ بس اللہ بس ہے
سوا حق کے جو ہے باقی ہوس ہے

تمت

گلزار معرفت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التماس جامع اوراق

بعد حمد و صلوٰۃ یہ نیاز احمد معترف بہ تقصیرات احقر متوسلین و کمترین مقتبسین حضرت امام العارفین مقدم الراسخین سراج الاولیاء تاج الکبراء زبدۃ الواصلین قدوۃ الکاملین شیخ المشائخ سید السادات جنید الزماں بایزید الدوراں سیدی و سندی و معتمدی و مستندی ذخیرۃ یومی و غدی مکان الروح من جسدی حضرت مرشدنا و مولانا الحافظ الحاج الشاہ **محمد امداد اللہ المہاجر تھانوی** مولداً المکی موطناً الفاروقی نسباً الحنفی مذہباً الصوفی مشرباً ادامہ اللہ تعالیٰ کاسمہ الشریف امداداً من اللہ علی العباد و افاضۃً علی طالبی الرشاد خدمت میں اخوان طریقت و خلان الحقیقت کے عرض رسا ہے کہ حضرت پیر مرشد محتشم الیہم دام ظلہم کا کلام منظوم ہدایت مفہوم اس کثرت سے ہے کہ اسکا احصاء و ضبط دشوار ہے مگر احقر کو کچھ متفرق و منتشر اوراق ہاتھ لگ گئے بغرض انتفاع و استمتاع و احتظاظ و التذاذ دوسرے پیر بھائیوں وغیرہ کے جی میں آیا کہ اُن اوراق کو جمع کر کے اُن کی خدمت میں پیشکش کروں اور نام اس مجموعہ کا گلزار معرفت رکھا بڑی غرض اس سے حضرت قبلہ پیر مرشد کی رضامندی ہے

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف ∴ یرحم اللہ عبداً قال آمینا

مناجات

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا ∴ عجب نقش قدرت نمودار تیرا
جہاں لطف گل ہے وہیں خار غم ہے ∴ ہے گل خار میں گل میں ہے خار تیرا

عجب رنگ ہر رنگ میں ہے ∴ یہ ہے رنگ صنعت کا اظہار تیرا
خوشی غم میں رکھی ہے اور غم خوشی میں ∴ عجب تیری قدرت عجب کار تیرا

یہ نقشہ دو عالم کا جو جلوہ گر ہے ∴ ہے پردے میں روشن سب انوار تیرا
یہ کوتاہی اپنی نظر کی ہے یارب ∴ ترے نور کو سمجھیں اغیار تیرا

ہر رنگ ہر شے میں جا بجا دیکھو ∴ چمکتا ہے جلوہ قمر دار تیرا
نہیں وہ جگہ اور نہیں وہ مکاں ہے ∴ کہ جس جا نہیں ذکر و اذکار تیرا

تو ظاہر ہے اور لاکھ پردے میں ہے تو ∴ تو باطن ہے اور سب اظہار تیرا
تو اوّل نہیں ابتدا تیرا یارب ∴ تو آخر نہیں انتہا کار تیرا

تو اوّل تو آخر تو ظاہر تو باطن ∴ تو ہی ہے تو ہی یا کہ آثار تیرا
نظر کو اٹھا کر جدھر دیکھتا ہوں ∴ تجھے دیکھتا ہوں نہ اغیار تیرا

الٰہی میں ہوں بس خطا وار تیرا ∴ مجھے بخش ہے نام غفار تیرا
عفو کس سے چاہے گنہگار تیرا ∴ کہو کس سے چھوٹے گرفتار تیرا

الٰہی بتا چھوڑ سرکار تیری ∴ کہاں جاوے اب بندہ ناچار تیرا
نگاہ کرم تک بھی کافی ہے تیری ∴ میں ہوں بندہ گرچہ بہت خوار تیرا

دوا یا رضا کیا کروں میں الٰہی ∴ کہ وار و بھی تیری اور آزار تیرا
عرض بلا و اکی دوا کس سے چاہوں ∴ تو شافی ہے میرا میں بیمار تیرا

میں ہوں چیز تیری جو چاہے سو کر تو
تو مختار میرا میں ناچار تیرا

سوا تیرے کوئی نہیں میرا یارب
تو مولیٰ ہے میں عبد بیکار تیرا

کیا اپنے در سے اگر دور اس کو
کدھر جاوے عاجز یہ ناچار تیرا

گناہوں نے ہر طرف سے مجھ کو گھیرا
سنا جب سے ہے نام غفار تیرا

دلیر ہم گناہوں پہ کیونکر نہ ہوویں
کہ ہے نام غفار و ستّار تیرا

چلا نفس و شیطاں کے احکام پر میں
نہ مانا کوئی حکم زنہار تیرا

نہ رسوا ہوں جیسا یہاں حشر کو بھی
نہ ہوں جبکہ ہو عام دربار تیرا

خبر لیجیو میری اُس دم الٰہی
کھُلے جبکہ بخشش کا بازار تیرا

کہاں میرے عصیاں کہاں تیری رحمت
کہاں خس کہاں بحرِ زخار تیرا

گنہ میرے حد سے زیادہ ہیں یارب
مجھے چاہیئے رحم بسیار تیرا

تمنا ہے اس بات کی مجھ کو ہر دم
کہ دل سے زباں پر ہو اذکار تیرا

الٰہی رہے وقت مرنے کے جاری
بتصدیق دل لب پہ اقرار تیرا

تو میرا میں تیرا میں تیرا تو میرا
ترا فضل میرا مرا کار تیرا

میں ہوں عبد تیرا تو معبود میرا
تو مسجود میں ساجدِ زار تیرا

یہ جور و جفا ہم سے ہم پر ہے یارب
نہیں ظلم اور جور اطوار تیرا

نہیں کافروں کو جو توفیقِ ایماں
کہ ہے نام قہار و جبار تیرا

فنا ہو گیا جو تری دوستی میں
تو ہے یار اُسکا وہ ہے یار تیرا

کھُلی اُسکی آنکھیں کریں بند جس نے
عیاں ہو نہاں اُسپہ اسرار تیرا

الٰہی مجھے ہوش دے اب تو ایسا
رہوں میں سدا مست و میخوار تیرا

میں ہر درد اور مرض سے چھوٹ جاؤں
جو لگ جا محبت کا آزار تیرا

الٰہی عطا ذرّہ دردِ دل ہو
کہ مرتا ہے بے درد بیمار تیرا

جو جاگا سو سویا جو سویا سو جاگا
سلا مجھ کو تا ہوں میں بیمار تیرا

ترا خوان انعام ہے عام سب پر
ہے شاہ و گدا ہر نمک خوار تیرا

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے
میں تجھ سے ہوں یارب طلبگار تیرا

نہیں دونوں عالم سے کچھ مجھ کو مطلب
تو مطلوب میں ہوں طلبگار تیرا

دلمیں ٹک جلوہ فرما الٰہی
کہ تجھ بن ہے ویران اب دار تیرا

الٰہی میں سب چھوڑ گھر بار اپنا
لیا ہے پکڑ اب تو دربار تیرا

کہاں جاوے جبکہ نہو کوئی تجھ بن
کسے ڈھونڈھے جو ہو طلبگار تیرا

نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو
کھل جاوے بندہ گنہگار تیرا

رہے گا نہ کچھ نقدِ عصیاں سے میرا
لگے گا جو رحمت کا بازار تیرا

سدا خوابِ غفلت میں سوتا رہا میں
نہ اکدم ہوا آہ بیدار تیرا

بُرے کام میں عمر افسوس کھوئی
کیا میں نہ اچھا کوئی کار تیرا

مری مشکلیں ہوویں آسان اکدم
جو ہو جا کرم مجھ پہ اکبار تیرا

ہوں ظلمات عصیاں سے حسنات روشن
جو ہو مہر رحمت نمودار تیرا

لگے کرنے کافر بھی امیدِ بخشش
لگے ہونے جب رحم اظہار تیرا

نہ ڈر و دشمنوں سے رہا مجھکو جب سے
کہا تو نے میں ہوں مددگار تیرا

ترا نام شیریں حلاوت ہے دلکی
ہر اک بات سے خوش ہے تکرار تیرا

نہ کوئی مرا ہے نہ ہوں میں کسی کا
تو میرا میں عاجز دل افگار تیرا

نہیں میں تو ہی ہے تو ہی ہے نہیں میں
تو ہے نور میرا میں آثار تیرا

الٰہی بچا قہر سے اپنے مجھ کو
کہ ہے عفو بخشش کرم کار تیرا

بدوں کو کرے نیک نیکوں کو بد تو
کہ ہے بے نیازی کا بازار تیرا

حکومت ہوئی اسکو اصل جہاں کی
ہوا جو کوئی حکم بردار تیرا

دو عالم خریدار ہو اُسکا بیشک
جو ہو نقدِ جاں سے خریدار تیرا

رہے ہوش اُسکو کسی کا نہ اپنا
الٰہی ہوا جو کہ ہشیار تیرا

تو کر بے خبر ساری خبروں سے مجھکو
الٰہی رہوں اک خبردار تیرا

الٰہی وہ جلوہ محبت عطا کر
جو کر دے مجھے عاشق زار تیرا

بنا اپنا قیدی کر آزاد مجھ کو
ہے آزاد سب سے گرفتار تیرا

بھکاری ترا جاوے محروم کیونکر
کہ نت خوان بخشش ہے تیار تیرا

بھکاری کروڑوں ترے ہوں نہ کیونکر
نہیں کرنا معمول انکار تیرا

نہیں اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش
ہر اک شے سے ہے وصل درکار تیرا

ہے جنت کی نعمت تو سب میرے سر پر
میسر ہو اے کاش دیدار تیرا

نہیں وصل افسوس قسمت میں میری
میں سایہ نمط گرچہ ہوں جار تیرا

تو ہے جان و دل سے بھی نزدیک میرے / ولے آہ ملنا ہے دشوار تیرا
ہوں باوصف اس قرب کے دور ایسا / ستاتا ہے پھر ہجر خونخوار تیرا

یہ قرب و معیت ہے پھر بعد ایسا / نہیں کھلتا یارب یہ اسرار تیرا
حجاب خودی میرا یارب اٹھا دے / کہ تا دیکھوں بے پردہ دیدار تیرا

ذرا آپ اپنے میں امداد آ تو / کہ ہے کون تو کیا ہے گفتار تیرا
تو صیقل آئینہ دل نام حق سے / کہ تا جلوہ گر اس میں ہو یار تیرا

زباں سے طرف دل کے مشغول ہو تو / وہیں جلوہ فرما ہے دلدار تیرا
اٹھا غم رکھ امید امداد حق سے / تجھے غم ہے کیا رب ہے غمخوار تیرا

نہ ڈر فوج عصیاں سے گرچہ بہت ہے / کہ ہے رحم حق کا مددگار تیرا
اسی کی تو خدمت میں رہ دل سے ہر دم / تو چاکر ہے اسکا وہ سردار تیرا

تو پڑھ اس مناجات کو پنج وقتی / کہ تا جاوے ہر غم یہ آزار تیرا
الٰہی قبول ہو مناجات میری / کہ رد کرنا ہرگز نہیں کار تیرا

نبی کریم آل و اصحاب سب پر / درود اور سلام ہووے ہر بار تیرا
مرے پیر استاد ماں باپ پر بھی / الٰہی رہے رحم بسیار تیرا

غزل نعتیہ

کرکے نثار آپ پہ گھربار یا رسولؐ / اب آپڑا ہوں آپ کے دربار یا رسولؐ
عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا / ہوں امتی تمہارا گنہگار یا رسولؐ

اچھا ہوں یا برا ہوں غرض جو کچھ ہوں سو ہوں / پر ہوں تمہارا تم مرے مختار یا رسولؐ
کسطرح آہ میں کروں خدمت میں خالعرض / ہوں خجلت گناہ سے سرشار یا رسولؐ

ذات آپکی تو رحمت و الفت ہے سربسر / میں گرچہ ہوں تمام خطاوار یا رسولؐ
کریئے نہ میرے فعل بروں پر نگاہ تم / کیجو نظر کرم کی بس اکبار یا رسولؐ

جسدن تم عاصیوں کے شفیع ہوگے پیش حق / اسدن نہ بھولنا مجھے زنہار یا رسولؐ
لیجو خدا کیواسطے اسدن مری خبر / عصیاں کا میرے جب کھلے اخبار یا رسولؐ

تم نے بھی گر نہ لی خبر اس حال زار کی / اب جا کہاں بتاؤ یہ ناچار یا رسولؐ
دونوں جہاں میں مجھکو وسیلہ ہے آپکا / کیا غم ہے گرچہ ہوں میں بہت خوار یا رسولؐ

کیا ڈر ہے اسکو لشکر عصیان و جرم سے / تم سا شفیع ہو جسکا مددگار یا رسولؐ
گھیرا ہے ہر طرف سے مجھے درد و غم نے آہ / اب زندگی بھی ہو گئی دشوار یا رسولؐ

ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں / اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسولؐ

غزل نعتیہ

ذرا چہرے سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ / مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ
کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی / مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ

اٹھا کر زلف اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے / مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یا رسول اللہ
شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم / تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ

پیاسا ہے تمہارے شربت دیدار کا عالم / کرم کا اپنے اک پیالہ پلاؤ یا رسول اللہ
خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے / ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسول اللہ

چھپیں خجلت سے جاکر پردۂ مغرب میں ماہ و خور / گر اپنے حسن کا جلوہ دکھاؤ یا رسول اللہ
لگے گا جوش کھانے خود بخود دریائے بخشائش / کہ جب حرف شفاعت لب پہ لاؤ یا رسول اللہ

یقیں ہو جائیگا کفار کو بھی اپنی بخشش کا / جو میداں میں شفاعت کے تم آؤ یا رسول اللہ
مجھے بھی یاد رکھیو ہوں تمہارا امتی عاصی / گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یا رسول اللہ

ہوا ہوں نفس اور شیطاں کے ہاتھوں سے بہت رسوا / مرے اب حال پر تم رحم کھاؤ یا رسول اللہ
اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں / تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم / ہمارے جرم و عصیاں پر نہ جاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کردیا ہے آپکے ہاتھوں / بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

مشرف کرکے مجھکو کلمۂ طیبہ سے اپنے تم / پھر اب نظروں سے اپنی مت گراؤ یا رسول اللہ
پھنسا ہوں اسطرح گرداب غم میں ناخدا ہوکر / مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ

اگرچہ ہوں نہ لائق دا لیکے پر امید ہے تم سے
کہ پھر مجھ کو مدینے میں بلاؤ یا رسول اللہ
حبیبِ کبریا ہو تم امامِ انبیا ہو تم
ہمیں پھر خدا حق سے ملاؤ یا رسول اللہ

شرابِ بیخودی کا جام اک مجھ کو پلا کر اب
دوئی کے حرف کو دل سے مٹاؤ یا رسول اللہ
بہت بھٹکا پھرا ہیں وادیِ فرقت میں جوں وحشی
کرم فرماؤ اب تو مت پھراؤ یا رسول اللہ

مشرف کر کے دیدارِ مبارک سے مجھے اکدم
مرے غم دین و دنیا کے مٹاؤ یا رسول اللہ
خدا کیواسطے رحمت کے پانی سے مرے اگر
تبِ ہجراں کی آتش کو بجھاؤ یا رسول اللہ

پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قیدِ دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

غزل نعتیہ

مکے میں ہوں پر ہے ہوس کوئے مدینہ
دیدے ہے رخِ کعبہ خبر روئے مدینہ
لانے لگی اب بادِ صبا بوئے مدینہ
دل اڑنے لگا ہو کے ہوا سوئے مدینہ

پہنچا دے مجھے منزلِ مقصود کو جلدی
یارب ہے لگی دل کو تگ و پوئے مدینہ
اب تو یہ تمنا ہے کہ یہاں کعبے کے جوں گرد
قربانی ہوں گرد سر ہر کوئے مدینہ

گرچہ ہیں بہت شہر جہاں میں خوش و دلچسپ
لیکن ہے عجب دلبر و دلجوئے مدینہ
حاصل ہے بہشت اسکو یہاں اور وہاں بھی
جو دل سے ہو ساکن پہلوئے مدینہ

دلِ غرقِ حلاوت ہے دہن ہے شکرستاں
تو طیِ زباں ہے جو ثنا گوئے مدینہ
انہارِ فیوضات ہیں عالم میں جہاں تک
ہے اصل مگر سب کی وہی جوئے مدینہ

وہ چھوٹ گیا بندِ دو عالم سے سراسر
جو پھنس گیا اندر خمِ گیسوئے مدینہ
محفوظ ہے آفاتِ دو عالم سے وہ مومن
کی جسنے سکونت تہِ بازوئے مدینہ

خوش آوے کب اس کو خوشبوئے دو عالم
ہے جسکے بسی مغز میں خوشبوئے مدینہ
کس ذوق سے لپٹے ہے کلام اپنا زباں سے
جب ہو وے زباں اپنی طرح گوئے مدینہ

ایذا کے عوض دیتے دعا سنگدلوں کو
دل نرم تھے کیا سرورِ خوشخوئے مدینہ
کب پوچھتا عاشق کوئی خوبانِ جہاں کو

امداد سے نت گوہر صلوٰت و سلامی
یارب ہو نثارِ شہِ نیکوئے مدینہ

غزل نعتیہ

کہے ہے شوق نبیؐ یہ آکر چلو مدینے چلو مدینے
ہمیں ہوں گا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے چلو مدینے

صبا بھی لانے لگی ہے اب تو نسیم طیبہ نسیم طیبہ
کہے ہے شوق اب ہوا میں اڑ کر چلو مدینے چلو مدینے

خدا کے گھر میں تو رہ چکے بس عمر بھی آخر ہوئی ہے آخر
مرینگے اب تو نبیؐ کے در پر چلو مدینے چلو مدینے

شہر شہر کیوں پھرے ہے مارا جو دونوں عالم کی چاہے دولت
تو سر قدم ہو کے در د یہ کر چلو مدینے چلو مدینے

یہ جذب عشقِ محمدیؐ ہیں دلونکو امت کے کھینچتے ہیں
کہے ہے ہر دل جو ہو کے مضطر چلو مدینے چلو مدینے

جو کفر و ظلم و فساد عصیاں ہر اک شہر میں ہوئے نمایاں
تو دین اسلام اٹھے یہ کہکر چلو مدینے چلو مدینے

رجب کے ہوتے ہیں جب مہینے بھرے ہیں شوقِ نبیؐ سے سینے
صدا یہ مکے میں کو بکو ہے چلو مدینے چلو مدینے

ہلاکت امداد اب تو آئی جو فوج عصیاں نے کی چڑھائی
نجات چاہو تو اے برادر چلو مدینے چلو مدینے

غزل

نہ دیکھا داغِ دل گلزار کو دیکھا تو کیا دیکھا
نہ دیکھا خار میں گل خار کو دیکھا تو کیا دیکھا

اگرچہ کوئے جاناں میں کبھی آپھر پھر کے سر مارا
نہ دیکھا یار کو گھر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا

تماشائے دو عالم ہے مرے دلدار کا کوچہ
جہاں کے گلشن و بازار کو دیکھا تو کیا دیکھا

رُخِ رخشانِ جاناں کی تجلّی چاہئے دیکھے
مہ و خورشید کے انوار کو دیکھا تو کیا دیکھا

کفِ پا کی صفائی کو مرے دلدار کی دیکھو
اگر آئینہ جوہر دار کو دیکھا تو کیا دیکھا

نہ دیکھا بّرشِ تیغِ نگاہِ یار کو تم نے
اگر شمشیر کی اک دھار کو دیکھا تو کیا دیکھا

ہماری چشم سے لعل و گہر کی دیکھئے بارش
ہما پر ابر گوہر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا

لب و دندانِ دلبر کی ٹک آب و تاب کو دیکھو
اگر لعل و درِ شہوار کو دیکھا تو کیا دیکھا

یہاں نوکِ مژہ پرلخت دل کی دیکھ جانبازی
وہاں منصورِ صاحبدار کو دیکھا تو کیا دیکھا

طبیبوں نے علاجِ مرض اپنا خوب کر دیکھا
نہ دیکھا حالِ دلِ بیمار کو دیکھا تو کیا دیکھا

نہ دیکھا ایک بھی تم نے اگر دردِ جدائی کو
فلک سے گرچہ لاکھ آزار کو دیکھا تو کیا دیکھا

یہاں جو دیکھنے کا ہے اسی دم دیکھ لے غافل
نہ دیکھا اوّل آخر کار کو دیکھا تو کیا دیکھا

دلِ مضطر میں ظاہر یار کو تھا چاہئے دیکھا
نہ دیکھا سایہ میں انوار کو دیکھا تو کیا دیکھا

نظر جب کھل گئی اپنی جسے دیکھا اُسے دیکھا
نہ دیکھا آپ میں دلدار کو دیکھا تو کیا دیکھا

ادھر دیکھا اُدھر دیکھا جدھر دیکھا اُسے دیکھا
نہ دیکھا یار میں اغیار کو دیکھا تو کیا دیکھا

اسے دیکھا اُسے دیکھا نہ یہ دیکھا نہ وہ دیکھا
نہ دیکھا ایک کو دو چار کو دیکھا تو کیا دیکھا

ہمارے شعر امدادِ الٰہی سے ہیں ٹک دیکھو
اگرچہ دفترِ اشعار کو دیکھا تو کیا دیکھا

غزل

پُر نعم فیضِ توکل سے ہے بس خوان اپنا
پکتا ہے سنگِ قناعت پہ سدا نان اپنا

تلخیِ صبر میں حاصل ہے حلاوت دل کو
شکرِ شکر سے شیریں ہے لبِ جان اپنا

طوقِ تفویض و رضا کا ہے گلے میں اپنے
تیغِ تسلیم پہ سر کرتے ہیں قربان اپنا

بھوک اپنی ہے خورش پیاس ہے اپنا شربت
پوششِ اپنی ہے لباسِ تنِ عریان اپنا

پائمالی ہے ہمیں تاج و سریر شاہی
فوج غم سر و سامانی ہے سامان اپنا

لالہ و گلشن و گل کی نہیں پروا ہم کو
کثرت داغ سے سینہ ہے گلستان اپنا

خوابگاہ اپنی ہے اک خاک کی مٹھی آخر
کیوں عبث کھینچیں بھلا ہم چرخ پہ ایوان اپنا

دوستی کی رہی اب کس سے توقع یارو
جب ہوا دشمن جاں دل سا مہربان اپنا

درد و غم کا مرے دردی ہے نہ کوئی غمخوار
غم ہی غمخوار ہے اور درد ہے درماں اپنا

آسکے غیر مرے خانۂ دل میں کیسے
کہ خیال رخ دلدار ہے دربان اپنا

وسعت دل کی کیا کرتے ہیں سیر اے امداد
کہ یہی باغ ہے اپنا یہی میدان اپنا

کون سنتا ہے کہو اپنی پریشانی کو
ہو پریشاں جو سنے حال پریشاں اپنا

غزل نعتیہ

ہو جائے مرا شوق ہی رہبر کسی صورت
جوں نقش قدم جا پڑوں در پر کسی صورت

ہے بلبل دل شائق گلروئے پیمبرؐ
بے دیکھے نہ ٹھہریگا یہ مضطر کسی صورت

لکھا یا کروں بس ٹھوکریں زوار و نکی تیرے
اے کاش ہوں درکار ترے پتھر کسی صورت

دے ساقی کوثر جو مجھے بادہ الفت
چھوٹے نہ لبوں سے مرے ساغر کسی صورت

ہے سر میں ہوائے کشش شوق مدینہ
جوں باد صبا پہنچوں گا اڑ کر کسی صورت

جوں نقش قدم سر نہ اٹھاؤں ترے در سے
گر جا پڑوں مر مر وہاں پر کسی صورت

اے ماہ روش کیجیے گذر ٹک تو ادھر بھی
ہو جائے مرا گھر بھی منور کسی صورت

ہو جا کہیں سرسبز مرا نخل تمنا
آجائے نظر گنبد اخضر کسی صورت

ہو مغز و پریشاں وہیں مشک ختن کا
کھل جاوے جو وہ زلف معنبر کسی صورت

غزل نعتیہ

ذکر کر ذکر خدا اور ہے تذکیر عبث
بجز کلام حق کے ہے ہر بات میں تقریر عبث

حمد حق میں ہو و یا نعت پیمبر میں رقم
پہلے ان دونوں سے ہے ہر بات میں تحریر عبث

لکھ سکے کون یہاں حمد خدا نعت رسولؐ
بجز خدا اور کی اس فن میں ہے تسطیر عبث

لائی ہے باد صبا بوئے قدوم احمدؐ
کب خوشی سے ہے ہنسی غنچہ کی تصویر عبث

آئی ہے شاہ کی دنیا میں نوید مقدم
قصر شادی کی نہ ہر گھر میں ہے تعمیر عبث

سیکھے حق سے رہے سارے علوم حکمت
یاں کے آنے میں نہ تھی شاہ کی تاخیر عبث

پیر کے دن جو ہوئے پیر دو عالم پیدا
پیر ایام ہے دن پیر کا نے پیر عبث

نور احمدؐ سے منور ہے دو عالم دیکھو
دیکھنے ہو مہ و خورشید کی تنویر عبث

آپ کے عتبۂ عالی کا بیاں ہو کس سے
عرش کی اس کے مقابل میں ہے توقیر عبث

روئے اسلام سے ان کے نہ رہا کفر کا نام
یارو اب زلف بتاں کی بھی ہے تکفیر عبث

اٹھ گیا ہے کسی گلرنگ کا پردہ منھ سے
ہے نہ رنگِ رُخِ گلشن میں یہ تغییر عبث

آپ کے بخشش و انعام کی کچھ حد ہی نہیں
ہے قلیل آپ کا بس اور کی تکثیر عبث

چاہیے عشقِ محمدؐ میں مسخّر ہونا
کیا کریں ملکِ سلیمان کی تسخیر عبث

دل میں کافی ہے خیالِ رُخِ انوار تیرا
شمع و مصباح کی اس گھر میں ہے تنویر عبث

جسم اپنا نہ ہوا ہائے مدینے کا غبار
اس مسِ عیب کے حق میں ہوئی اکسیر عبث

دیکھیے کب ہو میسر مجھے وصلِ محبوب
ہو گئی اب تو مری آہ کی تاثیر عبث

شکل کو بھی تو نہ چاہا کہ ہو شبیہِ محبوب
منع کی حق نے کہ ہے کھینچنی تصویر عبث

غزل

ہو کے بس شیفتۂ نقشۂ تصویرِ عبث
جان بے جان کو دے کر نہ ہو دلگیر عبث

خواہش نام دلنشاں یاں کا ہے اے میر عبث
مثلِ امواج کے پانی پہ ہے تحریر عبث

ہو گئے سیکڑوں گھر مثلِ بگولہ برباد
بس بلند اتنی یہاں کرتے ہو تعمیر عبث

مثلِ انجم کے ہیں گردش میں یہاں اہلِ فروغ
ہے فلک سے طلبِ عزت و توقیر عبث

چین و آرام ہے کس کو ہوا اس کے نیچے
چرخ سے ہے ہوسِ راحت و تیسیر عبث ۷

دیکھ غنچے کو کہ آخر ہے گلِ پژمردہ
اے جواں ہنستا ہے کیا دیکھ سوئے پیر عبث

بلبلا سا نہ ابھر بحرِ جہاں میں اتنا
دم میں ہو گا یہ ترا نقشۂ تعمیر عبث

مارتا آپ کو تا کیمیا خود بن جاتا
مار اگر پارے کو لے صاحبِ اکسیر عبث

لطف جینے کا اگر پاس ہو جاں بخش اپنا
ورنہ جوں خضر ہے بس عمر کی تکثیر عبث

کیمیا اپنی ہے خاکِ قدمِ یار اے دل
کس لیے کرتا ہے پھر خواہشِ اکسیر عبث

ڈھونڈھتا پھرتا ہے دو شمع لیے کچھ تو ضرور
یہ فلک کی نہیں دن رات کی تدویر عبث

اے عروضی مری موزوں طبع کے آگے
تیری فعلن فعلاتن کی ہے تقریر عبث

مسکن اس بحرِ فنا میں نہ بنا تو امداد
صورتِ بلبلا پانی میں ہے تعمیر عبث

غزل

ہو کے ہیں شیفتۂ زلف گرہ گیر عبث
لی بلا سر پہ ہوا پائے بہ زنجیر عبث

ہنستے ہو کیا مری گر ہو گئی تدبیر عبث
جملہ تدبیر کو کر دیتی ہے تقدیر عبث

گردشِ بخت سے اپنے ہیں ستائے ہم آپ
پھر تو پھر پھر نہ ستا اے فلکِ پیر عبث

آپ کی چین بہ جبیں ہم کو سلاسل بس ہے
پابہ زنجیر کو پھر کرتے ہو نخچیر عبث

سر بکف میں ہوں یہاں آپ ہیں شمشیر بکف
اب شہادت میں مری کرنے ہو تاخیر عبث

تیغِ ابرو کا اشارہ ہے تمہارا کافی
تیز کرتے ہو مرے قتل کو شمشیر عبث

ضعف تن سے ہوں ہوا سا نہ پھنسونگا ہرگز
زلف پُر باد سے دکھلاتے ہو زنجیر عبث

خوابِ غفلت سے جگاتے ہیں یہ جوں حشر کا شور
تیرے مستوں کی نہیں نالۂ شبگیر عبث

قوسِ ابرو سے ذرا تیرِ نگہ کو چھوڑو
لوں گا سینہ پہ بچائے گا ترا تیر عبث

عشق کہتا ہے کہ کر نہر لہو کی جاری
تو رواں کرتا ہے فرہاد جوئے شیر عبث

چشمِ بد بیں دل بدخواہ میں مار اے امداد
چرخ پر مارتا ہے آہ کا کیوں تیر عبث

غزل

گرچہ سر مارا بہت سب گئی تدبیر عبث
سچ ہے پیشانی کی دقتیں تحریر عبث

قسمت الٹی نے مری لا اسے در سے الٹا
ہوگئی جذب محبت کی تو تاثیر عبث

دل میں آئے غمِ دلبر تو رکھوں آنکھوں میں
ایسے مہمان کی کیوں کر کروں تحقیر عبث

اُن کی زلفوں کے تصور میں ہے یہ آہ و فغاں
کب ہے نالہ مرا پابستۂ زنجیر عبث

ضرب اک مارنا خسرو کے دل سنگین پر
کوہکن تیشہ سے کی کوہ کی تکسیر عبث

مجھ سا دیوانہ بھی زنداں میں ٹھہرتا ہے کہیں
یار و پانوں میں مرے پڑتی ہے زنجیر عبث

غزل

نام اُس کا دفترِ عشق میں ہرگز رقم نہیں
اوّل قدم پہ جس کا یہاں سر قلم نہیں

بے مرگ زندگیِ وصالِ صنم نہیں
موجود کب وہ ہو ہے جو اوّل عدم نہیں

ہے کون ساقیا ترا جس پر کرم نہیں
مخمور تیرے در سے پر ایک ہم نہیں

کرتا ہے تو کبوتر دل کو جو میرے ذبح
کیا تجھ کو پاس حرمتِ صیدِ حرم نہیں

ہم پر جفا و جور جو کچھ ہے نصیب سے
ورنہ طریق یار کا جور و ستم نہیں

پھولا نہ تخمِ عشق مرا اور نہ چشم و دل
گرمیِ مہر و ابرِ بہاری سے کم نہیں

غمگین ہمارے غم میں ہے عالم مگر ہمیں
غم ہے تو بس یہ غم ہے کہ کچھ بھی تو غم نہیں

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم نم نہیں

اے شمع جانِ صحبتِ پروانہ مغتنم
ورنہ یہ پھر معاملہ تا صبح دم نہیں

منعم نہ کر غرور کہ بازارِ عشق میں — جز نقدِ جان پرسشِ دام و درم نہیں
امداد رکھ کے سر نہ اٹھا در سے یار کے — اس سے زیادہ کوئی جگہ محترم نہیں

غزل

عرش بریں پہ آپ ہیں زیرِ زمیں ہوں میں — ملنا کہاں سے ہو کہ کہیں تم کہیں ہوں میں
گر تختِ حسن و ناز پہ ہیں آپ جلوہ گر — اقلیمِ عشق میں شہِ مسند نشیں ہوں میں
مثلِ نظر ہے آپ کا آنکھوں میں میرے گھر — باوصف ایسے قرب کے بس دور ہیں ہوں میں
ہے بُودِ گُل کی طرح سے مجھ تجھ میں ربط آہ — پھر ڈھونڈھنا غضب ہے کہیں کا کہیں ہوں میں
اے وائے بے نصیبی کہ ملنا نہیں نصیب — سایہ کی طرح گرچہ جہاں تم وہیں ہوں میں
رہ تیری تکتے تکتے دَم آنکھوں میں آ رہا — آ جا نظر کہیں کہ دمِ واپسیں ہوں میں
دامِ بلا میں کس کے تو امداد جا پھنسا — مدت سے جو پتہ ترا پاتا نہیں ہوں میں

غزل

دے کے دل دلدار کو جب ہو گئے آزاد ہم — آفریں وہ ہم کو دیں اُن کو مبارک باد ہم
خانۂ ہستی کہ ہے بس تنگ جڑ سے کھود کر — ڈالتے ہیں اب تو قصرِ عشق کی بنیاد ہم
خاک ہو کر آ پڑے ہیں اب تو کوئے یار میں — پر یہی ڈر ہے نہ پڑ جائیں بدستِ باد ہم
ہیں وہ ہم صیدِ ہوس پھر جا کے پھنستے دام میں — چھوٹ جاتے گر قفس سے تیرے اے صیّاد ہم
چرخ میں ہیں جیسے کھائی عشق کی ہم نے ہوا — ہو رہے ہیں اب تو گویا آسیائے باد ہم
مرغِ دل اپنا جو اُس کے دامِ زلفوں میں پھنسا — پھنس گئے پر سب بلاؤں سے ہوئے آزاد ہم
ہم تڑپنے سے چھٹینگے تو ہماری فکر سے — ذبح کر احساں ترا مانینگے اے صیّاد ہم
بس ہے اپنا ایک بھی نالہ اگر پہنچا وہاں — گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم
ہیں کفن بردوش سر برکف نامل کیا ہے پھر — قتل کر ہم کو ترے قرباں ہوں اے جلّاد ہم
بال بال اپنا ہے نشتر ہر بنِ مو سے لہو — ہے رواں خود کیا کریں پھر تجھکو اے فصّاد ہم
قصرِ جنت کا رہے تم کو مبارک واعظو — ہو چکے ہیں اب تو کوئے یار میں آباد ہم
زہد و تقویٰ اور عبادت کا سہارا ہے نہیں — اور یہاں رکھتے ہیں جز فضلِ حق کچھ زاد ہم
آہ اپنے آپ کو کرتے ہیں بس خوار و تباہ — اپنے دشمن آپ ہیں پھر کس سے چاہیں داد ہم
ہم نہ شاعر ہیں نہ ملا ہیں نہ عالم ہیں دلے — رکھتے ہیں ہر باب میں اللہ سے امداد ہم

اے خدا بخش اس زمیں میں لکھ غزل اک اور تو | تا کہ جانیں شعر گوئی میں تجھے اُستاد ہم

غزل

اپنے ہاتھوں سے ہوئے جاتے ہیں بس برباد ہم | یا الٰہی کس سے تجھ بن جا کریں فریاد ہم
آپ پر کرتے ہیں ظلم اور اپنے ہی منقاد ہم | آپ ہی مظلوم ہیں اور آپ ہی بیداد ہم
باغِ عالم میں ہیں با آہ و فغاں آزاد ہم | آپ ہم قمری ہیں اور ہیں آپ ہی شمشاد ہم
داغِ دل گلشن ہے اپنا مُرغِ دل ہے نالہ گر | آپ ہی ہم گل ہیں اور ہیں بلبلِ ناشاد ہم
عشق کے صحرا میں اپنا آپ کرتے ہیں شکار | آپ ہی ہم صید ہیں اور آپ ہی صیاد ہم
ہو گئے جب محوِ دلبر عشق پھر کس کا رہا | آپ ہی شیریں ہوئے اور آپ ہی فرہاد ہم
قتل اپنے آپ کو کرتے ہیں بے تیغ و تبر | آپ ہی مقتول ہیں اور آپ ہی جلاد ہم
دے ہیں اپنے آپ کو فقر و فنا کا ہم سبق | آپ ہی شاگرد ہیں اور آپ ہی استاد ہم
آپ ہی اچھے ہیں اور ہیں آپ ہی سب سے بُرے | الغرض جو کچھ ہیں پر ہیں جامعِ اضداد ہم
بے نشاں بے نام ہیں ذیشاں ہیں اور ہیں نامور | جو کہو سب کچھ ہیں پھر نا چیز بے بنیاد ہم
علم اپنا جہل ہے اور جہل اپنا علم ہے | ہیں اسی دانش سے یار و صاحبِ ارشاد ہم
اپنے دشمن آپ ہیں اور آپ ہی ہیں اپنے دوست | آپ کو کرتے ہیں ویراں تا کہ ہوں آباد ہم
کیوں نہ ہو گل خار ہیں ظلمات میں آبِ حیات | ہو گئے آباد تر جتنے ہوئے برباد ہم
ہے بہار ہم کو خزاں میں اور خزاں اندر بہار | غم ہے شادی میں ہمیں اور غم میں ہیں بس شاد ہم
شادی و غم اپنا محوِ لطف و قہرِ یار ہے | ہے مساوی ہم کو گر ہوں شاد یا ناشاد ہم
ہے برابر ہم کو قہرِ ہجر و لطفِ وصلِ یار | عاشقِ ذاتی ہیں اُن کے ہر طرح منقاد ہم
ہم سے ہم پر آپ ہے ظلم و ستم ورنہ بحق | یار کو کب جانتے ہیں ظالم و بیداد ہم
ہیں نہ یہ شعر و غزل ہے اپنی مجذوبانہ بڑ | بڑ نہیں عشاق کو کرتے ہیں کچھ ارشاد ہم
ڈر ہے کیا فوجِ گنہ سے ہے خدا بخش اپنا نام | اور تسبیر رکھتے ہیں اللہ کی امداد ہم

غزل

غمِ جاناں نہ لیں کیوں کر جان میں ہم شادماں ہو کر | کہ یہ وہ دُرد ہے دل میں رہے درمانِ جاں ہو کر
رہو ہو پردۂ دل میں مرے پیارے نہاں ہو کر | ذرا تو جلوہ گر ہو جاؤ آنکھوں میں عیاں ہو کر
نہ رکھیں کیوں نہ ہم پوشیدہ سرِّ الفتِ جاناں | کہ عظمت اسمِ اعظم کو ملی آخر نہاں ہو کر

نہ کیوں ہو تخم سلکر خاک میں سرسبز و بار آور
ہوئے ہم نامور ذیشان بے نام و نشاں ہو کر

نکالیں بحر الفت سے دُرِ مطلوب وہ جن کے
نکل کر بہہ گیا آنکھوں سے دل اشکِ رواں ہو کر

اٹھایا بارِ غم تو نے دلا صد آفریں تجھ کو
لیا کوہِ گراں سر پر ضعیف و ناتواں ہو کر

ہمارے غم کے گھر میں خوابِ راحت آسکے کیونکر
کہ صورت اُن کی آنکھوں میں پھرے ہے پاسباں ہو کر

ادب بندہ نہاں ہے کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا
کہ دل کے دل میں رہ جاتے ہیں سب شور و فغاں ہو کر

ہمیں پرواہ کب ہے لالہ و گلزار و گلشن کی
دکھاتا داغِ دل ہے سیر ہم کو بوستاں ہو کر

کہاں جا دے کہ کرکے ترک جو گھر بار کو اپنے
درِ جاناں پہ آ بیٹھا ہو نقشِ آستاں ہو کر

کہاں جائے کسے ڈھونڈے نہ ہو جس کا کوئی تجھ بن
پڑا ہو جب کہ آ در پر ترے بے خانماں ہو کر

ترے قربان پیارے مت اٹھا امداد کو در سے
مریضِ عشق تیرا آ پڑا ہے ناتواں ہو کر

ملے ہے گوہرِ مطلوب بحرِ عشق سے اُن کو
کہ جن کے بہہ گیا آنکھوں سے دل اشکِ رواں ہو کر

غزل

صوفی نہ شیخ عالم مسند نشین ہوں میں
بندہ ضعیف و عاصی بس کمترین ہوں میں

غافل ہوں یا دیوانہ ہوں مجنوں ہوں یا بہوش
جو کچھ کہ ہوں یہ عاشق ماہ جبیں ہوں میں

گمنام بے نشاں ہوں ذیشاں ہوں نامور
سب کچھ ہوں اور جو پوچھو تو کچھ بھی نہیں ہوں میں

ظاہر ہوں اور چھپا بھی ہوں آنکھوں میں جیسے نور
عالم میں سیر کرتا ہوں خلوت گزیں ہوں میں

سر میں ہوائے ماہ ہے اے ناصح اس لئے
در در پھرا ہوں اور کبھی خانہ نشیں ہوں میں

مت کر زکوٰۃ حسن سے محروم بہر حق
مسکین غریب و عاجز و اندوہگیں ہوں میں

گرچہ ذلیل و خوار ہوں امداد سا و لے
انگشتری خلق میں مثل نگیں ہوں میں

غزل

تپِ غم سے جو دیدہ تر میں ہوتا خشک پانی ہے
تو یہ آہ سے باغِ دل میں اک سوزِ نہانی ہے

ہوا بازارِ شوق اب گرم ہے وہ شمع رو کس جا
کہ جان اپنی ہمیں اُس آتشِ رُو پر جلانی ہے

نہ جاہوں کس لئے قاتل سے میں اپنی شہادت کو
کہ واں آبِ دمِ شمشیر یاں تشنہ دہانی ہے

نہ اپنی آہِ سوزاں ہے دھواں سا رائیگاں جاتا
کہ پہنچانے کو کعبہ وصل تک مرکب دخانی ہے

ہیں طورِ عشق پر تیرے ہوں گرچہ دفترِ ارنی
نہیں لاتا زباں پر کیونکہ خوفِ لن ترانی ہے

ادب بندہ زباں ہے عرضِ مطلب میں مری ورنہ
گرہ میں اپنے خامہ کی شکایت کی کہانی ہے

ہمارے کارواں میں کب ہے جرس قیل و قالِ اہلِ
کہ راہِ کشف میں گمرہ دلیلِ طے لسانی ہے

ہے آوازِ جرس گویا جگانا رہزنوں کا بس
زباں کا کھولنا غارت گرِ سرِّ نہانی ہے

صدف کی جوں رہے گا منھ کھلا اسکا قیامت تک
جہاں خامہ سے دائم مثل دُر بادِر فشانی ہے

جو ہیں ہم صاف مشرب سمجھے ہے ہر قوم اپنا سا
کہ اپنے رنگ پر ہر طرف لیتا صاف پانی ہے

غزل اور اس زمیں میں پڑھئے امدادِ الٰہی سے
حلاوت بخش عالم کو تری شیریں زبانی ہے

غزل

تپِ ہجراں میں جی جلتا ہے جا آنکھوں سے پانی ہے
اجی دیکھو تو اس بارش میں کیا آتش فشانی ہے

حریفِ نفس کب ہو عقل جو بحرِ معانی ہے
کہ روغن پر کبھی غالب نہیں ہو سکتا پانی ہے

ہے اپنا نطق ہر نکتے میں سوزنگِ شکر رکھتا
حلاوت بخش تلخوں کو مری شیریں زبانی ہے

ہے بے دردوں سے اپنے درد کی کرنی دوا ایسی
کہ نوک خار پا کو نیش کژدم سے اٹھانی ہے

نہیں ہے کسر شاں ہونا مقید بند عزلت میں
مثالِ اسم اعظم بلکہ خود عظمت بڑھانی ہے

گل آسا صبح پیری میں وہ بے حسرت کے خمیازے
جو کھوتا خواب غفلت میں شبِ قدر جوانی ہے

جو زر آتش میں گم ہو جا تو خاکستر سے ملتا ہے
جوانی کا عمل پیری میں پیری میں جوانی ہے

لیے جاتا ہے کوثر ساتھ صحرائے قیامت میں
کہ جو اشکِ ندامت سے لئے آنکھوں میں پانی ہے

ہمارے جرم سے چیں بر جبیں کیوں عفو ہو اُس کا
کہ آئینہ کو بدصورت سے کب ہوتی گرانی ہے

سکے ہے دیکھنا با دیدہ کثرت نور وحدت کو
کہ حرف و جسم ہر اک شاہدِ روح و معانی ہے

نہ کیوں ہو زنگ آئینہ کا رہبر سوئے روشن گہ
مجھے زشتی سے حاصل کعبۂ مقصود جانی ہے

عبث کھاتا ہے فکرِ رزق میں غم سخت انسان کیوں
کہ تابِ مہر سے پتھر میں غذائے لعل کانی ہے

بڑائیں قہر سے گر وہ نہیں شکوہ ہمیں اُن سے نکالیں
بلاویں مہر سے اپنی تو اُن کی مہربانی ہے

بلاویں مہربانی سے بڑائیں کچھ نہیں شکوہ
ہمیں اُن کی بہر صورت بجا مرضی کو لانی ہے

مثالِ جان و تن ہے تجھ میں اسمیں قرب پھر دوری
نہیں کھلتا ہے اے امداد کیا سرِّ نہانی ہے

نہ دو ناشاد کو آرام دن کو اور نہ شب کو تم
اجی اے دل تمہیں کیا عادت ایذا رسانی ہے

غزل

رخ سے کاکل اٹھادیا کس نے
رات میں دن دکھادیا کس نے

عرش اور فرشتی سبکو پا نہ سکیں
میرے دلمیں سمادیا کس نے

ابر گریاں ہیں برق حسن دکھا
روتے روتے ہنسادیا کس نے

ہے نہ عالم میں وہ نو عالم ہیں
شور اس کا مچادیا کس نے

شعلۂ رخ دکھا کے اپنا ہمیں
سر سے پا تک جلادیا کس نے

میں نو نام و نشاں مٹا بیٹھا
شہرہ میرا اڑادیا کس نے

شخص واحد ہے سیکڑوں ہیں نام
ایک کو سو بنادیا کس نے

لاکھ کو ایک ایک کو لاکھوں
کر کے ظاہر چھپا دیا کس نے

ڈھونڈھنے نکلے آپ کو کھویا
مجھ کو اس میں گمادیا کس نے

منھ تو عاشق سے پھیرا تو نے اسے
ہنستے ہنستے رولادیا کس نے

نغمۂ سرمدی سنا کے ہمیں
مست و بیخود بنادیا کس نے

عشق معشوق عاشق اک کہکر
سر وحدت سجھادیا کس نے

اول آخر عیاں نہاں ہو کر
حرف شرکت مٹادیا کس نے

ہنستے ہنستے جو دم میں رونے لگی
شمع تجھ کو جلادیا کس نے

حسن لیلے دکھا کے اے امداد
تجھکو مجنوں بنادیا کس نے

غزلیات فارسی

اگرچہ بیخود و مستم ولے ہشیار میگردم
بباطن شاہ کو نینم بظاہر خوار میگردم

چو دیدم روئے خویش را بہر جلوئے بہر رنگے
ازیں در بحر و بر در کوچہ و بازار میگردم

ز چشمت مے بہ میخواراں سید از لب و نبات قند
چو من با ایں ہنہ آنم ز حرماں خوار میگردم

شراب شوق عالم را تو ہمی طلبی و می بخشی
مگر محروم گرد خانۂ خمار میگردم

بیا نور محمدؐ کن دل امداد را روشن

مرا رابطیست جاناں چو نور خور لفرض آں
کہ عکس نور بے کیفم پے انوار میگردم

عجب بیخود و بد مستم کہ طرفہ ماجرا ایں است
بصورت زو جدا من گرچہ سایہ وار میگردم

چو شد منظور قتل من تغافل چیست اے قاتل
کہ دلدار بے ببر وارم بے دلدار میگردم

مرا نافع نخواہد شد نصیحت ناصحا ہر گز
کہ سر بر کف کفن بر دوش گزر دار میگردم

کہ سودائیش لبسر دارم نہ من بیکار میگردم

جواب خط شاہ سید علی احمد صاحب تخلص صلؔ علے احمد انبیٹھوی

چو آمد سافے مشکل کشاد شوار کار من
صبا آورد چوں بوئے گل وصل نگار من
بحمد اللہ چہ راحت یافت جان بیقرار من
خبر آمد خط آمد قاصد آمد ہم پیامم آمد
باین شکرانہ بر دیدہ نہادم پائے قاصد را
چو من منظور جذب اشتیاقم در جناب تو
پس از مدت بر آمد آرزوئے جان و دل یعنے
بدُے ذوق حیات من بسا تلیخ از غم ہجراں
بدیدہ گریہ لب نالاں بجانم سوز تن لرزاں
بعین گریہ من خنداں و ہم در خندہ من گریاں
گہے گریان و گہہ خنداں گہے حیراں گہے نالاں

بیک جرعہ زمے بکشود عقد دلفگار من
بر آمد بر ہوائے شوق ایں مشت غبار من
کہ آمد ناگہاں نامہ ز کوئے شہر یار من
دلم حیراں کہ باشد بر کدامی جاں نثار من
کہ از نامہ منور کرد چشم انتظار من
بجرم دوستاں گو شید و بس عز و وقار من
سحر گردید از مہر خطت شبہائے تار من
خوشا ایں طالع شیریں کہ گشتے غمگسار من
ہمیں تسکین دل بودے ہمیں صبر و قرار من
بہارا اندر خزاں بود و خزاں اندر بہار من
بجز ایں شغل یک لحظہ نبودے روزگار من

نمیگردد بیانِ شوق وصل و شکوۂ ہجراں
کہ آمد نامۂ خوشش ناگہاں صلّ علیٰ احمد
ادائے شکرِ آں ساقی نہ گردد از زباں و دل
بیاد خود نگہدارش ز مشغولی غیرِ حق
ز لطف چشم آں دارم کہ دایم ہمچنیں جاری
کنم تحریر اے امداد تا کے شوق وصل او

غرض جز ذکر و فکر تو نبود ہے ہیچ کارِ من
یکایک رفت غمہائے دلِ اندوہ گارِ من
کہ از یک جرعہ زاں مے برد کل رنج و خمارِ من
با حسانیکہ یادم کرد ائے پروردگارِ من
بماند در دولت یاد دلِ امیدوارِ من
رسد اے کاش جائے نامہ آں نامی نگارِ من

غزل شوقیہ ارکان حج

رفتم چو بمکہ بہوس کوئے تو گردم … دیدم رخ کعبہ ذکر روئے تو کردم
چوں حلقہ در بصد عجز گرفتم … در گر دن خود سلسلۂ گیسوئے تو کردم
در سعی و طواف و بہ حطیم و بمقامے … ہر سمت تماشائے نکوئے تو کردم
در عرصہ عرفات بپا حشر نمودم … چوں یاد من آں قامت دلجوئے تو کردم
محراب حرم گرچہ بہ پیش نظرم شد … من سجدہ ولے در خم ابروئے تو کردم
سر میدہد عالم پئے بوسہ حجر اسود … من میل بخال سیہ ہندوئے تو کردم
لبیک و دعا خواں ہمہ مخلوق بعرفات … چوں قبلہ نما من دل خود سوئے تو کردم
قربانی حیواں بمنیٰ میکند عالم … قرباں سر خود من بسر موئے تو کردم

عرضی عبد اللہ مسکین در مدح شریف عبد اللہ بن عون بصنعت توشیح

شاد باش اے شاہ اقلیم عرب … رحمتِ حق بر تو بادا روز و شب
عونِ حق بادا تو بودائے ابنِ عون … باد خوش از تو غذائے ہر دو کون
لنگرِ انعامت اے شاہ کرم … ہست جاری دائما بر ہر امم
نیست فوتش شد کنوں محتاج سخت … عین رحمت برکشا اے نیک بخت
نام محمد دحت چو خواہی اے امیر … حرف اول از سر ہر مصرع گیر
یا الٰہی دار سالیش را دراز … فیض بخش بر سر اہل حجاز
دوستت خوش دشمنت بر باد باد … اہلِ حرمین از تو بس دل شاد باد
ایں دعا گو ہم زخوانِ عام تو … بود نعمت خوار از انعام تو
درد ما کن جاری وہ لقمہ مرا … نعمتِ دارین بخشد حق ترا

شجرۂ قادریہ قمیصیہ منظومہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثنائی حمد اے محبوب مطلق … بذاتِ تو سزاوار ست و لایق
خداوندا بحق ذات پاکت … پذیرا کن مناجاتم برحمت
بآنکہ اسمہٗ احمد محمدؐ … امام انبیا سلطان سرمد
بحقِ مرتضیٰ شاہِ ولایت … خداوندا نما راہِ ہدایت
پس از حمد و ثنا صلوات بجلد … بدرگاہِ تو بندہ عرض وارد
خداوندا بحق شاہ لولاک … مرا کن از غمِ دنیا و دیں پاک
عطا فرما طریقت با شریعت … دلم روشن کن از نورِ حقیقت
بحقِ شیخ حسن بصری الٰہی … ز سرِ خویش کن آگہ کماہی

بحقِ شیخ حبیب عجمی شہِ دیں
بحقِ خواجہ معروف کرخی
بحقِ شہ جنید آں شیخ بغداد
بحقِ عبدِ واحد بو الفضل شاہ
بحقِ بو الحسن ہنکاری با حق
خداوندا بحقِ شاہِ جیلان
بتاج الدین شاہِ عبدِ رزاق
بحقِ شیخ یحییٰ زاہدِ حق
باں عبدالوہاب بحرِ ثانی
بحقِ احمدِ قدسی عاقل
بحقِ شاہ عبدالحق عالی
بحقِ حضرت قمیص الاعظم
بحقِ شاہ محمد غوث ثانی
بحقِ شاہ سید عبدِ رزاق
بشیخ عبدالرحیم آں شاہ شہدا
خداوندا بحقِ جملہ پیران
بغوث و فرد و ابرار و باوتاد
بخود مشغول دار اندر حیاتم
خداوندا بایں پیرانِ عظام

دُعا ر الفضل خویش گن بِیں
مرا محفوظ دار از شرّ چونی
زقیدِ دو جہاں مارا کن آزاد
خداوندا کن از اسرار آگاہ
بہ تیغ عشق خود کن سینہ ام شق
محی الدین غوثِ قطبِ دوراں
بدہ چالاکیم در راہ عشاق
مشرف ساز از دیدار مطلق
مرا کن غرق در موجِ معانی
نشانِ ماسوا مگذار در دل
دلم را کن ز حُبِّ غیر خالی
بکر پیچنیم راہِ عشق باہم
بدہ دردو غم و سوز نہانی
بوصلِ خویش مارا دار مشتاق
شہیدم کن بہ تیغ عشق شاہا
مراہم در طریقِ شاں بمیراں
بعشاق و لعباد و بزہاد
اگر میرم بدہ یا رب نجاتم
بوقتِ مرگ کن بالخیر انجام

بحقِ حضرتِ داؤد طائی
خداوندا بحقِ سرّی سقطی
بحقِ خواجہ بو بکر شبلی
بحقِ بو الفرح آں شاہ طرطوسی
بحقِ بو سعید آں شاہ بو الخیر
بکن خالی مرا از ہر خیالے
بحقِ شاہ زین الدین والا
خداوندا بحقِ شاہ موسیٰ
بہ عبدالقادر راسی آلہما
بحقِ شاہ مولانائے معرب
خداوندا بحقِ شاہ الیاس
بحقِ بو محمد شاہ محمد
بحقِ شاہ عبدالحق کامل
خداوندا بحقِ رحم علی شاہ
بحقِ حضرتِ نورِ محمد
بحقِ آل و ازواج و صحاب
ز دستِ نفس کافر کیش خونخوار
بعصیاں میشوم برباد اللہ
ہر آں شخصے کہ ایں شجرہ بخواند

مرا از قیدِ ہستی دہ رہائی
تبا نم دہ براہِ نیک بختی
بکن بر عاشقانِ خود تجلّی
بکن بازار رحمت خویش بالوس
بکن محو از دلِ من الفتِ غیر
ولیکن آنکہ زو پیدا است حالے
مزیّن کن مرا از دین و تقویٰ
بمانم بر درت دائم جبیں سا
بملکِ معرفت کن شاد مارا
بگرداں مدفنم در خاکِ یثرب
پناہ خواہم بتو از شرّ خناس
عطا فرما مرا عرفان بے حد
جمالِ خویش چشمم ساز شامل
باسرارِ لدنّی ساز آگاہ
منور کن دلم از نور بحلہ
بجملہ اولیا ابدال و اقطاب
الٰہ العالمین مارا نگہدار
بیاؤ جلد کن امداد اللہ
مراہم از دعائے یاد آرد

رباعی

ہے برا اچھا جو سمجھے آپ کو
مردمِ دیدہ سے سیکھ امداد تو
اور بالا سب پہ کھینچے آپ کو
سب کو دیکھے اور نہ دیکھے آپ کو

عیدی

عید گاہِ ما غریباں کوئے تو
صد ہلالِ عید قربانت کنم
انبساطِ عید دیدن روئے تو
اے ہلالِ عید ما ابروئے تو

رسالہ دربیان وحدۃ الوجود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از فقیر حقیر امداد اللہ فاروقی چشتی صابری عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بعد حمد و صلوٰۃ وافیات و بتقدیم سلام و تحیات مودت سمات بخدمت مکرم و معظم درویشاں و قدوۂ ایشاں حقایق آگاہی معارف دستگاہی جناب مولوی محمد عبد العزیز صاحب چشتی صابری زاد اللہ تعالیٰ مجدہٗ مبرہن و مکشوف باد معاوضۂ سامی بمضمون عجیب باشارات غریب موصول شدہ ممنون یاد آوری فرمود بلحاظ ہم مشربی و ہم طریقی دربارۂ مسئلہ وحدۃ الوجود ماینعلق بہا استدراکی شدہ است و بطلب جوابش مبالغہ رفتہ مخدوما فقیر ایں لیاقت کجا دارد و خود را در زمرۂ عارفین حقایق شناس کجا می شمارد کہ متصدی چنیں امر خطیرہ گردد۔ اما از انجا کہ جناب بکمال جوشش و کوشش جواب طلب فرمودہ اند و پیاپہا گفتہ فرستادہ لاعلاجاً امتثالاً للامر قلم برداشت و ہرچہ حق ست در فہم رسید از رطب و یابس نگاشت واللہ الموفق والمعین رجائی بدارم کہ اگر سہوی و خطای و یا بند بپوشند بلکہ باصلاح آں کوشند کہ منت خواہد بود۔ چرا کہ فقیر ہیچمداں راجز منصب ترجمانی ہیچ نیست۔

آغاز

فقرۂ ماخوذ مکتوب بطریق انتخاب مضامین آں سوال اوّل مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم معتقدان وحدۃ الوجود و وحدۃ الوجود را ملحد و زندیق میگفتند مرید و شاگرد شاں مولوی احمد حسن صاحب نیز ہمچناں میگویند و اقوال ضیاء القلوب را ماؤل میدانند تاویل واں آں جز خود دیگر بے رائمی شمارند و مولوی رشید احمد مولوی محمد یعقوب صاحب نیز ہمبریں مسلک بودہ اند باوجود آنکہ اجازت از تو گرفتہ اند و مشرب اہل چشت میدارند خلاف مشائخ چشت سخناں می گویند

جواب

نکتہ شناسا مسئلہ وحدۃ الوجود حق و صحیح ست دریں مسئلہ شکے و شبہے نیست معتقد فقیر و ہمہ مشائخ

فقیر و معتقد کسانیکہ با فقیر بیعت کردہ و تعلق میدارند مثل ... مولوی محمد قاسم صاحب ... و مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی احمد حسن صاحب وغیرہم از عزیزان فقیر اند کہ تعلق با فقیر میدارند

ہیچگاہ خلاف اعتقادات فقیر و خلاف مشرب مشائخ طریق خود مسلکی نخواہند پذیرفت مگر باعتماد کیفیتے است قلبی کہ بندہ را از کمال علم و یقین صدق برامری در دل مستحکم گردد این را در عرف شرع شریف تصدیق قلبی کافی ست این مسئلہ وحدۃ الوجود چناں نیست بلکہ درینجا نہ تصدیق قلبی نشفی و کفِّ لسان واجب ست چراکہ اسلام شرعی تعلق باخدا و باخلق میدارد اسلام حقیقی محض تعلق باخدا دارد آنجا تصدیق باقرار ضرور ست اینجا فقط تصدیق باید سوائے آں در استفسار این مسئلہ فائدہ ہمیں کہ اسباب ثبوت این مسئلہ بسیار نازک و نہایت دقیق فہم عوام بلکہ فہم علماء ظاہر کہ از اصطلاح عرفا عاری اند قوت درک آں نمی دارد چہ علماء بلکہ صوفیائیکہ ہنوز سلوک خود تمام ناکردہ باشند و از مقام نفس گذشتہ بمرتبہ قلب نارسیدہ از این مسئلہ مضرومی یابند و از مکر نفس و تزلزل و لغزش پا در چاہ اباحت و قعر ضلالت سرنگوں می افتند بلکہ گردہا افتادہ اند کما شھد نا ھم نعوذ باللہ من ذلک جناب ہم نیکو میدانند کہ این مسئلہ خاصیت عجیب میدارد ع

بعض را ہادی و بعض را مضل

ہرچند نعمت خوشگوار است اصحار از آں لذت حلاوت حاصل مرضی را تلخ و ناگوار و در حق شاں او زہر قاتل برای ہمیں فرمودہ من صرح اسرار الربوبیۃ فقد کفر استتار آں لازم افشای آں ناجائز اول کسیکہ در این مسئلہ خوض فرمود شیخ محی الدین ابن عربی ست قدس سرہ اجتہاد او در این مسئلہ و اثبات آں ببراہین واضحہ بر گردن جمیع موحدان تا قیام قیامت منت نہاد لطف اینجا است کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس اللہ سرہ ہمعصر و ہم بلد او بود مردمان حال شیخ اکبر از وی پرسیدند گفت فہو زندیق مردمان از صحبت او احتراز می کردند چوں وفات یافت از شیخ الشیوخ حال آخرت او پرسیدند فرمودہ صاحب قطب الوقت من سحاب ولی اللہ سرہ مردمان تعجب کردند پرسیدند کہ چرا او را زندیق گفتے ما را از استفادہ محروم داشتی گفت او ولی و واصل بحق بود و ما جذبہ قوی داشت ہرچند مقرب بارگاہ بود لاکن قابل اتباع نبود و در زمان اخیر مجذوب شدہ بود زبان او در افشای اسرار بے اختیار شدہ اگر شما در صحبت او میرسیدید گمراہ می شدید چراکہ از غلبہ حال سخناں کہ می گفت در فہم شما نمی آمد و عوام را زیاں دارد اگر دانید بر شما منت نہادم پس اینجا غور باید فرمودہ کہ مردماں را چہ می رسد کہ باکس و ناکس بازار مسئلہ وحدۃ الوجود گرم داریم و عوام را کہ چندی از ایمان تقلیدی میدارند ازاں ہم بی نصیب سازیم در اینجا گفتگوے حاصل است وقت خود و اعتقاد عوام ضائع کردن ست معارف آگاہ ہا برائے ہمیں احتیاط احباب فقیر مثل فقیر زباں از این قبیل و قال بستہ میدارند و احتراز میکنند سائلاں را اشارت بتاویلات می نمایند تا انکار آں مسئلہ نگردد بسیار مردم بدبختانہ این مسئلہ سر نشینی بہ داشتہ بلبلہا می آرایند خود گمراہ شدہ گروہ مسلمانان را گمراہ می سازند چنانچہ مشاہدہ می افتد پس از این قبیل و قال چہ فائدہ اگر بیاید مردماں را بطلب حق و ترک تعلق دنیا و

(۲)

وکثرت ذکر وفکر تحریص باید فرمود دراں باید کوشید چوں ازیں سلوک تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب حاصل گردید خود ضرورت آں قسم مراقبہ کہ در ضیاء القلوب مرقوم شدہ پیش می آید خدا خود رہبری میکند و ۲ اَلَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا غرض از ہدایت کردن سبیل تجلّی ذاتی ست بر قلب سالک تا حقیقت مسئلہ وحدۃ الوجود منکشف گردد۔ ایں راز فقطی ست گفتنی نیست از گفتن تا دانستن تا دیدن وشدن فرق بسیار ست خدائے تعالیٰ ما واحباب ما را شما واحباب شما را دریں راہ از ذلّتِ پا نگہدارد۔ پیر وشیخ اکبر حضرت جامی قدس اللہ سرہ السامی میگوید

قطعہ از ساحت دل غبار کثرت رُفتن ٭ خوشتر کہ بہرزہ دُرِ وحدت سُفتن ٭ مغرور سخن مشو کہ توحید خدائے واحد دیدن بود نہ واحد گفتن۔ اگر از راہ انصاف نگذاریم وتعمق نظر در حقیقت ایں مسئلہ نگریم جز حیرت در حیرت بروں فنا در فنا ہیچ بدست نمی آید چہ خاک گوئیم کہ چنیں ست وچناں ست ع آں سوختہ را جاں شد وآواز نیامد ناطقہ در تشریح ایں اسرار وجدانی لال ست مثل نابینائی مادر زاد کہ در خواب رنگہا وچیز ہائے عجیب می بیند بامردماں چہ تواں گفت کہ چنیں بود یا چناں بود چرا کہ در محسوسات چیزے ندیدہ است کہ بداں مشابہ کند وفہماند اگر احیاناً گوید وفہماند واقعی نگفتہ باشد واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

فقرہ ۲ دو بطریق انتخاب از مضامین مکتوب

(۳)

سوال ۲۔ حالانکہ در ضیاء القلوب بورزش لاموجود الّا اللہ ومراقبہ ہمہ اوست بتصریح تاکید است وہم در مراقبہ ہمہ اوست ملاحظہ معنیٰ لازم گفتہ پس ایں مراقبہ بلا لحاظ عینیت واتحاد صورت نبندد ونیز جائے دیگر ضیاء القلوب درج ست تا وقتیکہ فرق در ظاہر ومظہر پیش نظر سالک ست بوئے شرک باقی است ازیں مضمون معلوم شد کہ در عابد ومعبود فرق کردن شرک است۔ جواب ۲۔ شک نیست کہ فقیر ایں ہمہ در ضیاء القلوب نوشتہ است اگر گویند کہ ہرچہ گفتہ نمی شود چگونہ نوشتہ شد گوئیم اکابر دین مکشوفات خود را بہ تمثیلات محسوسات تعبیری کنند تا طالب صادق را فہمانند نہ آنکہ کانہ گفتہ باشند مثلاً اگر نابینا در خواب ماری بیند ودر بیان آں عاجز آید گوید کہ مثل ساعد من بود ودراں حال بدست او اگر رسن دہند وگویند کہ آیا چنیں بود گوید ہاں چنیں بود اینست تفہیم بہ تمثیلات ازیں قبیل است تحریرات پیشینیان برائے آگاہی پس آیندگان تا افاضہ برقرار ماند ووقت حاجت رفع شکوک گردد واسرار یکہ سینہ بسینہ می آمد حوالہ قلم کردن مناسب دانستند در راہ حقیقت کشادہ دانستند وگفتند ما آں کسانیم کہ ما اہل را در کتاب ما نظر کردن حرام است حقیقت حال اینست فقیر ہم بتقلید ایشاں قول ایشاں را ترجمانی کردہ است باوجود آنجناب استفسار حی فرمانید وانکشاف چگونگی آں می خواہند اعلاءً امتثالاً للامر بلبیذی ایضاح آں ضروری افتاد تا خاطر نشین آں حقایق شناس گردد واطمینان دست دہد ترددو نمائید اختصارش اینکہ۔ از بیان ماسبق مبرہن گردید کہ در اصل مسئلہ مذکور حق وبالیقین ست صدق

آں انگاہ معلوم گردد کہ طالب از سنت وورزشہا و ممارست استغراق و ترک خطرات ماہر از خودی خود و در شہود چوں از خیال خود گذشت ہیچ شئے در نظر او در خیال او نماند ہمہ ہستی حق معاینہ کند و قتیکہ از نظر سالک تقیدات و ہستی ہا مرسوا مرتفع گردید جز خدا ہیچ نہ بیند و بیخبر گردد بلکہ شعور ایں معنی ہم مرتفع شود و ہر چہ بیند خدا بیند ہو ہو گفتن چہ معنی انا گوید

ایں مرتبہ را فنا در فنا گویند ایں گفتہا راز نی نباید فہمید بلکہ نائی میگوید مولانا قدس سرہٗ است ؎

نی کہ ہر دم نغمہ آرائی می کند ٭ فی الحقیقت از دم نائی کند ٭ بے فنائی خویش و بے جذب قوی ٭ کی حریم وصل را محرم شوی

ایضاً عارفی گفتہ تو میاش اصلا کمال اینست و بس ٭ تو دراں گم شو وصال اینست و بس ۔ از ایں وقت خود خبر دار سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل و از خواص امت وی گفت بایزید بسطامیؒ سبحانی ما اعظم شانی منصور حلاج انا الحق ایں ہمہ از ایں ہمہ باب است باوجود ایں ہمہ غریب اعتباری کہ اصطلاحی ست از میان عبد و رب مرتفع نہ شد ہر چند در حالت فنای شعور در نظر سالک نماندہ باشد زیرا کہ چوں از بے شعوری باز بشعور در آمد و دانست کہ من از خود بیخبر شدہ بودم مثل آں آہن پارہ کہ در آتش سرخ شد و نعرہ زد کہ من آتشم انکار ایں قول وے کردہ نمی شود اما واقعی آتش نشدہ است ایں حالتی ست پس پارۂ آہن عارض شدہ وگرنہ آہن آہن ست آتش آتش ایں ست شمۂ از حقیقت وحدۃ الوجود در اینجا کیفیت عینیت و غیریت اندکہ دانستن از واجبات ست تا آنکہ از ایں آگاہی نہ باشد کیفیت وحدۃ الوجود مفہوم نگردد و ورزش مراقبۂ ہمہ اوست و ملاحظہ عینیت صورت نمی بندد کسانیکہ بمجرد خوض در مسئلہ وحدۃ الوجود در زندقہ افتادہ اند از نادانستن مسئلہ عینیت و غیریت بودہ است ہر کہ اوّل بایں دو امر بہ تحقیق دانست دانستن ہمہ مسائل بر او آسان گردد اگرچہ تحقیق ایں مسئلہ عینیت و غیریت متعلق ست بدانستن تنزلات ستہ اما فقیر باطنات آں ہمہ پرداختن نمی تواند مختصری نگارد و آں اینکہ در عبد و رب عینیت و غیریت ہر دو ثابت و متحقق ست آں بوجہی و ایں بوجہے اگر در بادی النظر اجتماع ضدین در شخص واحد محال مینماید الضدان لا یجتمعان صحیح ست اما ایں دو ضد لغوی ست ضد اصطلاحی جمع میشود برای ہمیں ست کہ محققین را جامع الاضداد می گویند کہ اصطلاح صوفیان دیگری باشد مثل آنکہ نور و ظلمت ضد لغوی ست ایں ضد در یکجا در یک وقت جمع نمیشود زیرا کہ معنی ایں دو لفظ بر وضع خود قائم ست اگر بر وضع خود قائم نباشد اجتماع آں جائز ست مثل آں سایہ را اگر ظلمت گویند مجازاً از روئے استعارہ بیتواند شد و ایں سایہ را کہ ظلمت نام نہادہ شد با نور در یک جا و در یک وقت جمع میشود زیرا کہ سایہ ظلمت اصطلاحی بود پس از ایں تمہید معلوم شد کہ در عبد و رب عینیت حقیقی لغوی نیست و ہم غیریت حقیقی لغوی نیست ۔ اجتماع ایں ہر دو ضد در شئی واحد محال ست کہ پس ضد کہ در علم معقولات ممنوع واقع شدہ آں بمعنی لغوی ست نہ اصطلاحی ایں قوم محققین از ایں جہت جامع الاضداد اند کہ دو ضد را جمع نمی کنند آں دو ضد

بمعنی لغوی نیست زیراکہ اجتماع ضدین لغوی نزد ایشاں ہم محال ولایجوز ست بمثال دیگر تفہیم اینکہ اگر شخصے گرد اگرد خود آئینہ ہا گذارد دور ہر آئینہ بذات خود وصفات خود کاینہ نمودار شود نموداری صفات آنست کہ ہر حرکت وسکون وہر ہیأت شادمانی وغمگینی وخندہ وگریہ شخص در عکس ہویدا میشود ازیں جہت شخص عین عکس ست عینیت حقیقی اصطلاحی است اگر لغوی بودی ہر کیفیتے کہ بر عکس گذرد بر شخص گذشتن واجب گشتی چراکہ عکس در ہزارہا آئینہ ست ایں کثرت در وحدت شخص فرقی نمی آرد اگر بر آئینہ و بر عکس سنگ زنند یا نجاستی اندازند شخص ازاں متضرر و نجس نمیشود بحال خود ست وازیں نقصانات منزہ ومبرا است ازیں در غیریت حقیقی اصطلاحی بہ ثبوت میرسد پس در شخص وعکس عینیت وغیریت ہر دو متحقق شد بدانکہ در عبد ورب عینیت حقیقی لغوی ہر کہ اعتقاد دارد غیریت بجمیع وجوہ انکار کند ملحد و زندیق ست ازیں عقیدہ در عابد ومعبود وساجد مسجود ہیچگونہ فرقے نمی ماند ایں غیر واقع ست نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ اگر محض غیریت حقیقی لغوی در خالق ومخلوق اعتبار کنند وہیچ نسبت وتعلق عینیت در عبد ورب جز نسبت خالقی ومخلوقی ثابت نہ نمایند مثل نسبت کلال با ظروف اگر کلال بمیرد ظروف ساختہ او بجائے خود ماند ایں بسبب غیریت لغوی ست در ظروف وکلال ایں قسم غیریت در عبد ورب باقی نیست بدیں غیریت کہ قائل اند علماء ظاہر ومتکلمین اند غافل از اصطلاح موحدین شدہ می ترسند کہ عبد ورب یک میشود نمیدانند کہ موجب اصطلاح محققین وعکس وشخص باوجود ثبوت ہر دو جہت گاہے ایں آں نشد وآں ایں نگردید عکس عکس ست شخص شخص عکس مخلوق وحادث وناقص ست وشخص قدیم وباقی وکامل پس اینست حقیقت ایں مقدمہ بیت جامی؎ ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد ؛ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی وبمصداق مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان ہمیں بحرین حدوث وقدم ست نیز اینجا یک تمثیل لطیف یاد آمد اعنی بندہ قبل وجود خود باطن خدا بود خدا ظاہر بندہ کنت کنزاً مخفیاً بریں معنی گواہ ست حقایق کونیہ کہ نتائج علم الہی اند در ذات مطلق مندمج ومخفی بودند وذات بر خود ظاہر بود چوں ذات خود است کہ ظہور خود بر نہج دیگر شود اعیان وبلباس قابلیات شان بجلوہ تجلی خود ظاہر فرمود خود از شدت ظہور خود از چشم بصیر ایشاں مخفی گردید مثل تخم کہ شجر باتمام شاخ وبرگ وگل وثمر دراں پوشیدہ بود گویا تخم بالفعل بود وشجر بالقوہ چوں تخم باطن خود را ظاہر نمود وجود خود پنہاں گردید ہر کہ بیند شجر می بیند تخم بنظر نمی آید اگر بغور بینی تخم بلباس شجر ظہور فرمودہ تخم بالقوہ شد شجر بالفعل شد ہر چند از وجہی تخم وشجر یک ست جدائی نیست عینیت یافتہ می شود اما دلائل غیریت وجدائی نیز در وپیدا و واقعی است حفظ مراتب ضرورت زیراکہ صورت وشکل وتاثیر وخواص تخم دیگر واجزائے شجر دیگر ست وجوہات غیریت ہم کثیر ست مرد صاحب فطانت انکار آں نخواہد کرد از روئے عینیت تخم وشجر اگرچہ واحد ست ایں وحدت اعتباری واصطلاحی ست در ینجا اوّل ست نہ اتحاد معنی بالفعل وبالقوہ شراکت دارد پس ہر چہ بالفعل بود بالقوہ شدہ وآنچہ بالقوہ بود بالفعل گردید فہذا مَنْ فَہِمَ جَلَّ حِکْمَتُہٗ وَعَظُمَتْ شَانُہٗ بیت تراز دوست بگویم حکایتے بے پوست ؛ ہمہ ازوست اگر نیک بنگری ہمہ اوست

۵

فائدہ - چوں نسبت دو جہت در عبد و رب ثابت و متحقق گردید لازم آمد کہ برائی اوج از مرتبہ پست ترین نزد اہل حصول و قرب و وصال و رسیدن بدرجۂ عبدیت حقیقی کارہا ضرور افتاد در آں مجاہدہ و مراقبہ است وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ عبادت کردن اعنی عبد شدن ست در حقیقت عبد اللہ حقیقی خاتم المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ست عبد شدن دشوار است تا از وہم الوہیت خود تماما و کمالاً نگذرد و بدیں مرتبہ نرسد بنا براں مجاہدہ و ریاضیات و ترک تعلق دنیا و حرص نفس و ترک توہم ماسوا واجب گردید تا ذکر و فکر بدرستی و راستی بظہور رسد چوں اوّل بمصقلہ ذکر نفس مطیع و قلب صافی شود ذوق و شوق رو بترقی آرد و دل از خطرات باز ایستد وقت مراقبہ لاموجود الّا اللہ در آمد چوں دریں مراقبہ از ہمہ اوست اغماض نظر کردہ ہمہ اوست را پیش نظر دارد دریں استغراق فیض باطنی و جذبۂ غیبی مدد بسیر ماید از ہر چہ جز او ست بے خبر گردد شعور ایں بی خبری ہم نمی ماند نبیند ہر چہ بیند داند ہر چہ داند گوید ہر چہ گوید معذور ست - اینست وحدۃ الوجود و وحدۃ الوجود مثل آہن پارہ کہ در آتش رنگ آتش گرفتہ نعرۂ انا النار زند و آنکہ بانقلاب حقیقت آتش شدہ ایں از حال تعلق دارد نہ از قال مقام غور ست اعنی در حالتیکہ آہن پارہ خود را حوالۂ آتش کردہ از خیال آہن پارگی خود گذشتہ منتظر آنست کہ آتش بر خود مستولی گردد و رنگ خود بخشد دریں تصور اگر خیال دیگر گذرد در حق دے شرک ست کہ مانع مقصود و قاطع الطریق او ست اینست معنی آنکہ در ضیاء القلوب بملاحظہ سامی در آمدہ کہ در مراقبہ وہمہ اوست تا وقتیکہ فرق در ظاہر و مظہر پیش نظر سالک ست بوئی شرک باقی ست وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا گرامی قدرا از فقیر بے مہا با طول لسانی کردہ چہ کند کہ بدون آں سخن تمام نمی شود ہر چند ازیں تحریر خود نادم می شوم اما شادم کہ بہر تقدیر جواب رقائم متعددہ جناب ادا گردید اگر پسند خاطر و منظور والا گردد بندۂ ضعیف را بدعائی خیر خاتمہ یاد دارند ورنہ باز فقیر را نیاز ارند و السلام وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ؎

دریں مشہد بگویائی مزن دم   سخن را ختم کن واللہ اعلم

محررہ ۲۱ - ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ در مقام خیر البلاد مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا و تعظیمہا

تمت

مختصر احوال وصال عاشق ذوالجلال والجمال حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ

حضرت حاجی صاحب کی کچھ عمر زائد نہ تھی کل چوراسی[۸۴] سال تین[۳] مہینے بیس[۲۰] روز کا سن شریف تھا مگر کچھ خلقتہً ضعیف خفیف اللحم تھے اس پر مجاہدات و ریاضات و تقلیل طعام و منام پھر ہجوم خواص و عوام اور سب سے بڑھ کر عشق حسن ازلی جو استخواں تک کو گھلا دیتا ہے ان اسباب سے آخر میں اس قدر

ضعیف ہوگئے تھے کہ کروٹ بدلنا دشوار تھا کھانا پینا بار تھا مگر دل عشق منزل ہر وقت نشۂ لقا میں سرشار تھا اسی میں اسہال شروع ہوگیا مگر نظافت و لطافت و استقلال و استقامت و شفقت بحال و تربیت طالبانِ خدا میں ذرہ برابر فرق نہ آیا تھا آخر کار ضعف زیادہ ہوگیا حتیٰ کہ بارہ یا تیرہ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ روز چہار شنبہ وقت اذانِ صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنت المعلیٰ مقبرہ اہلِ مکہ میں ہم پہلو مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر کے رکھے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسا شخص کامل مکمل کسی نے کم دیکھا ہوگا۔ اللہم ارفع درجتہ فی اعلیٰ علیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین اللہم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہٗ آمین یارب العالمین۔ حقیر نے ایک مختصر مادہ تاریخیہ کہا ہے حیؒ وَخَلَّ الخُلد کہ قول اولیا اللہ لا یموتون سے مستنبط ہے۔ حضرت صاحب کے ایک خلیفہ عالم رویا میں مشرف بہ زیارت ہوئے اس طرح کہ کوئی مقام نہایت بلند مثل ٹیلہ کے ہے اس پہ ایک سفید خیمہ کھڑا ہے جسمیں حضرت رضی اللہ عنہ رونق افروز ہیں اور خطاب کر کے فرماتے ہیں ؎

آئینہ ہستی چہ باشد نیستی ؛ نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی

سبحان اللہ اس خواب میں حضرت رضی اللہ عنہ کے علو مقام و قرب تام پر کئی وجہ سے دلالت ہے اوّل مقام کا بلند ہونا کہ مطابق آیہ ورفعناہ مکانا علیاً و حدیث کثبان مسک کے رفعت مرتبہ کی طرف اشارہ ہے دوم[2] خیمہ میں ہونا جو حسب آیۃ مقصورات فی الخیام نعیم جنت سے ہے۔ سوم[3] خیمہ کا سفید ہونا کہ احب الالوان البیاض اونحوہٗ وارد ہے و نیز لباس سفید موافق حدیث صحیح ورقہ کے علامت جنتی ہونے کی ہے چہارم[4] تعلیم و تلقین فرمانا کہ اشارہ ہے طرف مقبولیت شان ارشاد حضرت رضی اللہ عنہ کے پنجم[5] معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو بدولت اس ہستی و نیستی کے جو خاص مشرف و مذاق حضرت کا تھا جیسا کہ اہل مشاہدہ پر مخفی نہیں بڑی دولتیں ملی ہیں اسی لئے اِس طرف مخاطب کو متوجہ فرمایا۔ ششم[6] مثنوی شریف کے مضامین ہیں کہ حسب قول اہل حقیقت کے معنی کلام حق ہے، آپ کی روحِ مطہر کا مستغرق و مشغول ہونا دلیل مناسبت روحانی مولوی معنوی ہے اور حسب آیۂ مع الذین انعم اللہ علیہم الخ دلیل قرب الٰہی ہے۔ ہفتم حضرت رضی اللہ عنہ کی شفقت و توجہ اپنے خدام کی طرف کہ موقوف ہے حصول اطمینان و سکون پر جس سے ظہور مضمون لاتخافوا ولاتحزنوا کا بخوبی ہوتا ہے اور اس سے افاضۂ برزخیہ کی تائید بھی ہوتی ہے جس کا محققین اثبات کرتے ہیں۔ ایسا ہی خواب رویائے صالحہ کہلاتا ہے جس کے باب میں ارشاد نبوی ہے یراہا المسلم او تُریٰ لہ والحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذالک۔ تمت شد